النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

توضیح
ھدایۃ النحو

طارق علی عطاری مدنی

(مدرس جامعۃ المدینہ فیضان ابو حنیفہ گلشن اقبال کراچی)

درخواست: صاحبانِ علم سے گذارش ہے کہ کسی قسم کی اصلاح کی حاجت و ضرورت محسوس فرمائیں تو اصلاح فرما کر شکریہ کا موقع ضرور دیں۔

03153575093

تعارف مصنفِ ہدایۃ النحو

حضرت علامہ مولانا سراج الملۃ والدین عثمان اودھی علیہ رحمۃ اللہ القوی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقویٰ وطہارت اور زہد وورع اور مکارمِ اخلاق اور لطافتِ طبع میں مشہور اور سلطان المشائخ نظام الدین محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں ممتاز وموصوف تھے، آپ سلطان المشائخ نظام الدین محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں ایک معزز خلیفہ تھے، ان کو لوگ اَخِی سِرَاج بھی کہتے تھے، جو لوگ ملکِ اودھ اور دیارِ ہندوستان سے سلطان المشائخ کے غلاموں کے سلسلہ میں داخل ہوئے یہ ان سب سے ارادت میں سابق تھے، سلطان المشائخ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ مولانا سراج الدین آئینۂ ہندوستان ہے، آپ عینِ عالم جوانی میں کہ ہنوز داڑھی کے بالوں کا آغاز نہ ہوا تھا لکھنؤ سے آئے اور سلطان المشائخ کے آستانہ پر سرِ ارادت رکھا اور ان یاروں کی صحبت میں پرورش پائی جو سلطان المشائخ کی خدمت وملازمت میں ہمیشہ زندگی بسر کرتے تھے، جب سال تمام ہو جاتا تو آپ اپنی والدہ مکرمہ کو دیکھنے لکھنؤ چلے جاتے اور پھر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، آپ بیشتر اوقات سلطان المشائخ کی خدمت میں مجرد الحال اور فارغ البال رہتے اور سلطان المشائخ کے جماعت خانہ کے ایک گوشہ میں اپنی عمر عزیز بسر کرتے حتیٰ کہ کاغذ اور کتاب کہ اس کے علاوہ کوئی اور سامان واسباب آپ کے پاس نہ تھا۔

تعلیم وخلافت: جب بعض اعلیٰ یاروں کو سلطان المشائخ کے فرمان کے بموجب لوگوں نے خلافت کیلئے منتخب کیا تو ان میں ان بزرگ کو بھی شامل فرمایا اور جب ان تمام بزرگوں کے نام نامی سلطان المشائخ کے سامنے لائے گئے تو مولانا سراج الدین کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اس کام میں سب سے پہلا درجہ علم کا ہے اور مولانا سراج الدین علم سے چنداں حصہ رکھتے نہیں، جون ہی یہ بات مولانا فخر الدین کے کان میں پہنچی آپ کی زبانِ مبارک سے نکل گیا کہ میں اسے چھ مہینے میں عالمِ متبحر اور دانشمند کامل بنادوں گا، چنانچہ مولانا سراج الدین نے کبر سنی میں علم پڑھنا شروع کیا اور خواجہ امیر خورد کرمانی علیہ الرحمہ کے ساتھ آغازِ تعلم میں میزان اور تصریف اور قواعد اور اس کے مقدمات کی تحقیق کی، خود مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کیلئے ایک مختصر ومفصل تصریف تالیف کی اور اس کا نام عثمانی رکھا، جب تک مولانا فخر الدین غیاث پور میں رہے آپ کو برابر پڑھاتے رہے بعدہ آپ مولانا رکن الدین اندرپتی کی خدمت میں پہنچے اور خواجہ امیر خورد کرمانی علیہ الرحمہ کے ساتھ ہی کافیہ، مفصل، قدوری، مجمع البحرین کی تحقیق میں مصروف رہے، بہت تھوڑے دنوں میں افادت کے مرتبہ میں پہنچ گئے اور سلطان المشائخ کے خلافت نامہ سے جس پر حضور کی مہر کا نشان تھا مشرف ہوئے۔

مزید حصولِ علم وبیعت: قبل اس کے مولانا سراج الدین ہندوستان کا عزم کرتے شیخ نصیر الدین محمود خلافت نامہ لے کر اودھ میں پہنچے، اس کے بعد آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اب بھی تعلیم وتعلم میں مشغول رہے، جب

سلطان المشائخ جنت میں تشریف لے گئے (یعنی وصال فرما چکے) تو اس کے تین سال بعد بھی تعلیم و تعلم میں مستغرق رہے اور سلطان المشائخ کے خطیرۂ اقدس میں گنبد کے اندر رہے، جب مخلوق دیار دیو گیر کی طرف جلاوطن کی گئی تو مولانا سراج الدین لکھنؤ میں تشریف لے گئے اور کچھ کتابیں حضرت سلطان المشائخ کے کتاب خانہ سے جو طلبہ کیلئے وقف تھا مطالعہ کیلئے ساتھ لیتے گئے، علاوہ اس کے سلطان المشائخ وہ کپڑے جو آپ نے وقتاً فوقتاً حضور سے پائے تھے وہ بھی ساتھ لے گئے اور اس طرف کے شہروں کو اپنے جمالِ ولایت سے آراستہ و منور کیا اور خلقِ خدا سے بیعت لینی شروع کی، چنانچہ اس ملک کے بادشاہ آپ کے مریدوں کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

مولانا سراج الدین نے عمر بہت عمر پائی اور نہایت مقصد وری اور کامیابی کے ساتھ زندگی بسر کی، آپ نے آخر عمر میں مولانا رکن الدین اندرپتی کیلئے جو آپ کے استاد تھے اور خواجہ امیر خورد کرمانی علیہ الرحمہ کے واسطے جو کہ آپ کے ہم سبق تھے بطریق یادگار چند تنکہ چاندی کے روانہ کئے۔

انتقال پر ملال: جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آ لگا تو اطرافِ لکھنؤ میں اپنے مدفن کیلئے نہایت عمدہ مقام پسند فرمایا اولاً اس مقام میں آپ نے سلطان المشائخ کے وہ کپڑے جو آپ اپنے ہمراہ لے گئے تھے بہ تعظیم تمام دفن کئے اور اسے بصورتِ قبر بنایا بعدہٗ جب انتقال ہونے لگا تو وصیت کی کہ مجھے سلطان المشائخ کے کپڑوں کی قبر کی پائنتی میں دفن کرنا چاہیے، چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا تو سلطان المشائخ کے کپڑوں کی قبر کی پائنتی آپ کا مدفن قرار پایا، مولانا سراج الدین کا روضۂ متبرکہ سلطان المشائخ کے کپڑوں کی برکت سے قبلۂ ہندوستان ہے۔[1]

---

[1] سیر الاولیاء، ص387-388، مطبوعہ: الکتاب گنج بخش روڈ لاہور، اخبار الاخیار، ص196، مطبوعہ: اکبر بک سیلرز لاہور

متن :بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ

ترجمہ:اللہ نہایت مہربان رحمت والے کے نام سے ابتداء کرتا ہوں ، جوکہ جہاں والوں کا رب ہے اور بہترین انجام پرہیز گاروں کیلئے ہے ، اور درود و سلام ہوں اس کے(یعنی اللہ پاک کے)رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل اور تمام اصحاب پر ۔

توضیح: بزرگانِ دین کا یہ طریقہ رہاہے رہاہے کہ اپنی کتاب کی ابتداء تین چیزوں سے کرتے ہیں(1)تسمیہ (2)حمد (3) صلوۃ وسلام لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب کی ابتداء میں ان تین چیزوں کا اہتمام کیا۔

سوال :مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ابتداء تسمیہ سے کیوں کی ؟

جواب :کتاب کی ابتداء تسمیہ سے کرنے کی وجوہات بیان کی جاتی ہیں : (1)۔کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی پیروی کرتے ہوئے کہ کتاب اللہ کی ابتداء میں بھی تسمیہ ہے لہٰذا مصنف نے بھی کتاب اللہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنی کتاب کی ابتداء میں تسمیہ کو ذکر کیا ۔ (2)۔رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم نے فرمایا : كُلُّ أَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ أَقْطَعُ (ہر وہ اہم کام کہ جس کی ابتداء بسم اللہ شریف نہ کی گئی ہو تو ادھورا رہ جاتا ہے)اور ایک روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں : كُلُّ أَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِبَسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَهُوَ أَبْتَرُ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، الجزء الأول، ص۳)یعنی ہر وہ اہم کام جس کی ابتداء بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے نہ کی جائے تووہ ناقص اور ادھورا رہ جاتا ہے ۔ اس سے برکت کم ہوجاتی ہے ، تو جس اہم کام کی تسمیہ کے بغیر ابتداء کی جائے تو اگرچہ وہ حسی طور پہ مکمل ہوجاتا ہے لیکن معنوی اعتبار سے وہ ادھورا ہی رہ جاتا ہے ،لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے بھی حصولِ برکت و تکمیلِ کتاب کی نیت سے ابتداء بالتسمیہ کی۔ (3)۔سلف و صالحین کے طریقہ کار پر چلتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی تسمیہ سے ابتداء کی کہ یہی سلف و صالحین کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کی ابتداء تسمیہ سے کرتے ہیں ۔ (4)۔کتاب کی ابتداء میں اللہ تعالی کے نام سے برکت لینے کی نیت سے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ابتداء

تسمیہ سے کی ۔ (5)۔شیطان کے وسوسوں کو دور کرتے ہوئے اور اسے بھگانے کیلئے کیونکہ نبی پاک علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا:

إِذْ قَالَ الْعَبْدُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَذُوْبُ الشَّيْطَانُ كَمَا يَذُوْبُ الرَّصَاصُ فِي النَّارِ یعنی جب بندہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو شیطان ایسے پگھلتا ہے جیسے کہ آگ میں سیسہ پگھلتا ہے ۔ (6)۔کفار و مشرکین کے طریقہ کار کی مخالفت کرتے ہوئے کہ وہ کسی کام کی ابتداء اپنے باطل خداؤں کے ناموں سے کرتے ہیں تو مصنف علیہ الرحمہ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی کتاب کی ابتداء خدائے حقیقی وحدہ لا شریک کے نام سے ۔ (7)کتاب میں تسمیہ لکھنے کی فضیلت کو حاصل کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ابتداء تسمیہ سے کی ،حدیث پاک میں ہے کہ : جس نے عمدہ انداز میں اللہ پاک کی عظمت کی خاطر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھتا تو اللہ تعالی اس کو بخش دیتا ہے ۔ (8)۔اللہ تعالی کے انعامات کا شکر بجا لاتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ابتداء تسمیہ سے کی ۔(9)۔ اللہ تبارک و تعالی کے ذکر کی نیت سے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ابتداء تسمیہ سے کی ۔

بِسْمِ اللّٰہِ کی باء: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں حرف جر باء یاتواستعانت کیلئے ہے یاپھر مصاحبت کیلئے یعنی میں اللہ تعالی کے نام سے مدد طلب کرنے اور برکت حاصل کرتے ہوں لکھ رہاہوں، نیز یہ حرفِ جر باء فعل محذوف کا متعلق ہے یہ اصل میں یوں ہے: بِسْمِ اللهِ اَكْتُبُ اسی طرح ہر اس فعل کو مقدر ماناجائے کہ جس کی ابتداء میں تسمیہ پڑھی جارہی ہے مثلاًپڑھنے سے پہلے تسمیہ پڑھی جارہی ہے تواَقْرَأُ فعل مقدر نکالیں گے اور فعل بِسْمِ اللهِ کے بعد مقدر ماناجائے گانہ کہ بِسْمِ اللهِ سے پہلے کیونکہ اگر بِسْمِ اللهِ سے پہلے فعل کو مقدر مانتے ہیں تواس صورت میں ابتداء بالتسمیہ نہ ہوگی جو کہ مقصود ہے توفعل کوبِسْمِ اللهِ سے پہلے مقدر ماننے کی وجہ سے مقصود میں خلل واقع ہوگا۔

اِسْم کی اصل: اسم کی اصل میں کوفیوں اور بصریوں کا اختلاف ہے،بصریوں کے نزدیک اسم ناقص ہے یہ اصل میں سِمْوٌ تھا بمعنی بلندی اور اسم بھی اپنے مسمّٰی کیلئے رفعت وبلندی ہوتاہے اور کوفیوں کے نزدیک اسم مثال ہے اوراس کی اصل ہے: وَسْمٌ بمعنی علامت ونشانی اوراسم بھی اپنے مسمّٰی کیلئے علامت ہوتاہے یہ بات کمزور ہے کیونکہ فعل بھی تواپنے معنی پر علامت ہوتاہے۔

اَللّٰہ: یہ ایسی ذات کا عَلَم ہے کہ جو تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع ہے،امام اعظم علیہ الرحمہ نے اس عَلَم کو اسمِ اعظم قرار دیاہے،اکثر عارفین کا یہ کہناہے کہ صاحبِ مقام کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں۔

الرحمن الرحیم: بعض کے نزدیک رَحْمٰن اور رَحِیْم دونوں متحد المعنی ہیں یعنی بمعنی ذُوْ الرَّحْمَۃِ (رحمت والا) اور بعض کے نزدیک دونوں مختلف المعنی ہیں، چنانچہ علامہ زمخشری کے نزدیک رَحْمٰن زیادہ بلیغ ہے کہ اس کے معنی ہیں مطلق مہربان، دنیاو آخرت میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں، اسی طرح انسان، حیوان، اور مؤمن و کافر میں سے کسی ایک کے ساتھ اس کا اختصاص نہیں بلکہ سب کو عام ہے برخلاف رَحِیْم کے اس کے معنی ہیں مؤمنین پر آخرت میں مہربانی فرمانے والا۔ نیز رَحْمٰن کا غیرِ خدا پر شرعاً اطلاق درست نہیں برخلاف رَحِیْم کے کہ اس کا غیرِ خدا پر اطلاق درست ہے۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے تسمیہ کے بعد حمد کو کیوں لائے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ نے تسمیہ کے بعد حمدِ باری تعالی سے اپنی کتاب کی ابتداء کی: (1)۔ کتاب اللہ کی پیروی کرتے ہوئے کہ کتاب اللہ کی ابتداء میں بھی اولاً تسمیہ ہے اور ثانیاً حمد باری تعالی ہے تو مصنف علیہ الرحمہ نے بھی حصولِ برکت کیلئے قرآن مجید کی پیروی ہے۔ (2)۔ حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے کہ حدیث پاک میں ہے: كُلُّ أَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِحَمْدٍ فَهُوَ أَقْطَعُ (ہر وہ اہم کام کہ جس کی ابتداء حمد سے نہ کئی ہو تو وہ ادھورا رہ جاتا ہے) (3)۔ سلف صالحین کے طریقہ پر چلتے ہوئے کہ وہ اپنی کتاب کی کتاب میں اولاً تسمیہ اور ثانیاً حمد ذکر کرتے ہیں۔ (4)۔ اللہ تعالی نے مصنف علیہ الرحمہ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ان کے زوال سے بچنے کیلئے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ابتداء تسمیہ کے بعد حمدِ باری تعالی سے کہ شکر مزید نعمتوں کے حصول کا سبب ہے اور شکر سے زوالِ نعمت سے امن نصیب ہوتا ہے۔ (5)۔ جو فضائل حمد باری تعالی کے وارد ہوئے ہیں ان کے حصول کیلئے صاحبِ کتاب نے کتاب کی ابتداء حمد سے کی۔

حمد: حمد کہتے ہیں: زبان سے کسی کی اختیاری خوبی پر تعظیم کی خاطر تعریف کرنا چاہے وہ تعریف کسی نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو اور شکر کہتے ہیں زبان و جوارح وغیرہ سے کسی نعمت کے مقابلے میں تعریف کرنے کو۔ حمد و شکر کی تعریف سے ان کے مابین دو طرح کا فرق واضح ہوتا ہے: (1)۔ حمد صرف زبان سے ہوتی ہے جبکہ شکر زبان، دیگر اعضاء اور افعال سے ہوتا ہے۔ (2)۔ شکر کا متعلق نعمت ہوتی ہے جبکہ حمد کا متعلق نعمت و غیرِ نعمت دونوں ہیں۔

سوال: ایک حدیث میں تسمیہ سے ابتداء کی ترغیب ہے اور دوسری میں حمدِ باری تعالی سے ابتداء کی ترغیب ہے اور ابتداء صرف ایک ہی چیز سے ہوتی ہے تو ان دو طرح احادیث پر عمل کرنا کیسے ممکن ہو گا؟

جواب: ابتداء کی دو قسمیں ہیں: (1)۔ ابتدائے حقیقی (2)۔ ابتدائے اضافی

ابتدائے حقیقی وہ کہ جو مقصود و غیر مقصود سب پر مقدم ہو اور ابتدائے اضافی وہ کہ جو مقصود پر مقدم ہو اور غیرِ مقصود سے مؤخر ہو، حدیثِ تسمیہ ابتدائے حقیقی پر محمول ہے اور حدیثِ تحمید ابتدائے اضافی پر محمول ہے۔

رَب العَالَمِیْنَ کا اعراب: اس پر رفع، نصب اور جر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں:(1)۔ رفع اس لئے کہ اسے مبتدا محذوف کی خبر ہوگی یعنی یہ یوں ہوگا: هُوَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ(2)۔ نصب اس لئے کہ یہ اَعْنِیْ فعل مقدر کا مفعول ہوگا یعنی یہ یوں ہوگا: اَعْنِیْ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ(3)۔ جر اس لئے کہ یہ لفظ اللہ اسمِ جلالت کی صفت ہوگا۔

رَبّ: رب کا لغوی معنی ہے: پرورش کرنے والا اور اصطلاح میں رب اس کو کہتے ہیں کہ جو موجود ہو باقی رہنے والا اور فنا نہ ہو، لفظِ رب غیر اللہ کیلئے بغیر اضافت کے بولنا جائز نہیں ہاں اضافت کر کے بول سکتے ہیں جیسے: رَبُّ الدَّارِ ، رَبُّ الْمَالِ

العالمین: یہ عَالَم کی جمع ہے عالَم اسمِ آلہ ہے بمعنی جس کے ذریعہ جانا جائے، اللہ تعالی کے علاوہ ہر چیز کو عالَم کہا جاتا ہے۔

والعاقبة للمتقین: عاقبت کہتے ہیں کسی چیز کے انجام کو، یہاں مراد خَیْرُ الْعَاقِبَةِ یعنی پرہیزگاروں کیلئے بہترین انجام ہے، مُتَّقِیْنَ یہ جمع ہے مُتَّقِیْ کی یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے، تقوٰی کہتے ہیں اپنے کو ان کاموں سے بچانے کو جن کے کرنے یا نہ کرنے سے بندہ سزا کا مستحق ہوتا ہے، تقوٰی کے سات درجات ہیں جن میں سے اعلیٰ درجہ ایمان بالغیب اور نماز قائم کرنا اور اللہ پاک کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنا ہے۔

صلوٰۃ: صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں، اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہو تو رحمت مراد ہوگی اور اگر فرشتوں کی طرف ہو تو استغفار (مغفرت طلب کرنا) مراد ہوگا اور مؤمنوں کی طرف ہو تو صلوٰۃ سے مراد دعاء ہوگی اور جانوروں، پرندوں کی طرف نسبت ہو تو صلوٰۃ سے مراد تسبیح ہوگی۔

رسول: رسول کے لغوی معنی ہیں: بھیجا ہوا، اور رسول کے اصطلاحی معنی ہیں: وہ مرد کہ جسے اللہ تعالی نے شریعت کے احکام پہنچانے کیلئے مخلوق کی طرف بھیجا ہو اور اس کے ساتھ نئی کتاب ہو، نیز نبی اس بشر کو کہتے ہیں کہ جس کی طرف وحی بھیجی گئی ہو چاہے اس پر کتاب نازل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

آل: آل اصل میں فَعْلٌ کے وزن پر اَوْلٌ تھا، واو کو الف سے بدلا تو یہ آل ہو گیا، بعض نے کہا کہ یہ اصل میں اَھْلٌ تھا کیونکہ اس کی تصغیر اُھَیْلٌ آتی ہے اور تصغیر چیز کو عموماً اصل کی طرف لوٹاتی ہے اَھْلٌ سے آل اس طرح بنا کہ ہاء کو ہمزہ سے بدلا اور پھر ہمزہ کو الف سے تو آل ہو گیا، آلِ نبی سے مراد وہ ہیں کہ جن پر زکوٰۃ حرام ہے اور وہ بنو ہاشم ہیں، بعض نے کہا کہ آل سے مراد وہ لوگ

ہیں کہ جو تقوی میں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع و مطیع ہیں جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آلُ مُحَمَّدٍ کُلُّ تَقِيٍّ یعنی ہر متقی آلِ محمد ﷺ ہے۔

اصحاب: اصحاب یا توصَحْبٌ کی جمع ہے یاصَحِبٌ کی یا پھر صَاحِب کی، صحابی وہ خوش نصیب حضرات کہ جنھوں نے ایمان کے ساتھ نبی پاک ﷺ کی صحبت پائی ہو اور ایمان کی حالت میں ہی وفات پائی ہو۔ صحابہ و آل کا ذکر مصنف علیہ الرحمہ نے روافض و خوارج کا رد کرنے کیلئے کیا کیونکہ خوارج آلِ رسول کے دشمن اور روافض اصحابِ رسول کے دشمن ہیں۔

اجمعین: اَجْمَعِیْنَ، اَجْمَعُ کی جمع ہے، اَجْمَعُ تاکید معنوی کے الفاظِ مخصوصہ میں سے ہے، یعنی تمام صحابہ پر، تاکید اس لئے لائے کیونکہ روافض بعض صحابہ کو صلوۃ کے ساتھ خاص کرتے ہیں جبکہ دیگر پر صلوۃ نہیں بھیجتے تو اس وجہ سے تاکید لا کر مصنف علیہ الرحمہ نے ان کا رد کرتے ہوئے تمام صحابہ کو صلوۃ میں شامل کیا۔

أَمَّا بَعْدُ: فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَضْبُوْطٌ فِي النَّحْوِ جَمَعْتُ فِيْهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰی تَرْتِيْبِ الْكَافِيَةِ مُبَوِّباً وَمُفَصِّلاً بِعِبَارَةٍ وَاضِحَةٍ مَعَ إِيْرَادِ الْأَمْثِلَةِ فِي جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْأَدِلَّةِ وَالْعِلَلِ لِئَلَّا يُشَوِّشَ ذِهْنُ الْمُبْتَدِي عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمَّيْتُهُ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ رَجَاءً أَنْ يَّهْدِيَ اللهُ تَعَالٰی بِهِ الطَّالِبِيْنَ وَرَتَّبْتُهُ عَلٰی مُقَدِّمَةٍ وَثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ.

ترجمہ: بہر حال (حمد و صلوۃ کے) بعد: یہ (کتاب) مختصر اور منضبط ہے نحو میں، میں نے اس (مختصر کتاب) میں نحو کی اہم چیزوں کو کافیہ کی ترتیب پر جمع کیا ہے ابواب بندی اور فصل بندی کرتے ہوئے واضح عبارت کے ساتھ، اس (مختصر کتاب) کے تمام مسائل میں مثالوں کو بیان کرنے کے ساتھ، دلیلوں اور علتوں کے درپے ہوئے بغیر، تاکہ مبتدی (طالب علم) کا ذہن مسائل کو سمجھنے میں تشویش میں مبتلا نہ ہو، اور میں نے اس (مختصر کتاب) کا نام ہدایۃ النحو رکھا یہ امید کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ طلباء کو ہدایت دے اور میں نے اس (مختصر کتاب) کی ترتیب ایک مقدمہ اور تین اقسام پر رکھی، جاننے والے غالب بادشاہ کی توفیق سے۔

أَمَّا بَعْدُ: کلمہ اَمَّا حرفِ شرط ہے جو کہ شرط کے معنی کو متضمن ہے یعنی: مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ الْبَسْمَلَةِ وَالْحَمْدَلَةِ وَالصَّلٰوةِ فَهٰذَا (جب کوئی چیز بسملہ وحمد وصلوۃ کے بعد ہو گی تو وہ یہ ہو گی) جملہ شرطیہ کو حذف کر کے اَمَّا کو اس کے قائم مقام کر دیا اور چونکہ اَمَّا شرط کے معنی کو متضمن ہے لہٰذا اسکے بعد فاء کا آنا لازم ہے، کبھی اَمَّا مختصر کلام کی تفصیل بیان

کرنے کیلئے آتا ہے اور کبھی استیناف کیلئے آتا ہے کہ اس سے قبل کوئی اجمال نہیں ہوتا کہ جس کی یہ تفصیل کرے اور کتابوں کے شروع میں جو اَمَّا ہوتا ہے وہ استیناف کا ہوتا ہے۔

مَضْبُوْطٌ: یہ کتابِ ہذا کی دوسری صفت ہے یعنی یہ علمِ نحو کی کتاب مختصر حشو و تطویل سے محفوظ ہے۔

علی ترتیب الکافیۃ: ترتیب کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو بنانا، جبکہ اصطلاح میں ترتیب کہتے ہیں: جَعْلُ کُلِّ شَیْءٍ فِیْ مَرْتَبَتِہٖ یعنی ہر چیز کو درجہ پر رکھنا۔ ہدایۃ النحو شیخ ابنِ حاجب کی علمِ نحو میں مشہور و معروف کتاب کافیہ کی ترتیب پر ہے۔

مُبَوِّباً وَ مُفَصِّلاً: یعنی کتابِ ہذا میں ابواب بندی اور فصل بندی کا خاص خیال رکھا گیا ہے تا کہ قاری الجھن کا شکار نہ ہو۔

بِعِبَارَۃٍ وَاضِحَۃٍ: مصنف علیہ الرحمہ نے جب کہا کہ میری یہ کتاب کافیہ کی ترتیب پر ہے تو اس سے وہم ہوا کہ کافیہ میں چونکہ عبارت پیچیدہ ہے تو لہٰذا اس کتاب کی عبارت بھی پیچیدہ ہوگی تو مصنف علیہ الرحمہ نے اس وہم کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی کتاب کی عبارت واضح ہے نہ کہ پیچیدہ ہے کہ جس کے معنی دشواری سے سمجھ میں آئیں۔

مَعَ اِیْرَادِ الْاَمْثِلَۃِ: یعنی اس کتاب میں قواعد کے ساتھ ساتھ ان کی وضاحت کیلئے مثالوں کو ذکر کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، امثلہ یہ مثال کی جمع ہے مثال اس کو کہتے ہیں کہ: جسے قاعدہ کی وضاحت کیلئے ذکر کیا جائے اور شاہد وہ ہوتا ہے کہ جسے قاعدہ کو ثابت کرنے کیلئے ذکر کیا جائے۔

فی جمیع مسائلھا: مسائل سے مراد قواعد ہیں اور تمام قواعد کی امثلہ لانے سے مراد اکثر قواعد کی امثلہ لانا ہے کیونکہ بعض قواعد کی مثالیں مصنف علیہ الرحمہ نے ذکر نہیں کی، چونکہ مصنف نے اکثر قواعد میں امثلہ ذکر کی ہیں اور اکثر کل کے حکم میں ہوتا ہے۔

من غیر تعرض للادلۃ والعلل: کسی کام کے درپے ہونے کو تعرض کہتے ہیں، اور اَدِلَّۃٌ، دَلِیْلٌ کی جمع ہے دلیل کا لغوی معنی ہے: راہ دکھانا، جبکہ اصطلاح میں دلیل کہتے ہیں: مَا یَلْزَمُ مِنَ الْعِلْمِ بِہِ الْعِلْمُ بِشَیْءٍ آخَرَ یعنی جس کے جاننے دوسری چیز کا جاننا لازم آئے، اور عِلَل، عِلَّۃٌ کی جمع ہے علت کا لغوی معنی ہے: مؤثر (اثر پیدا کرنے والا) جبکہ اصطلاح میں علت کہتے ہیں: مَا یَتَوَقَّفُ عَلَیْہِ وُجُوْدُ الشَّیْءِ یعنی جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو۔

لئلا یشوش ذھن المبتدی: تشویش کا لغوی معنی ہے پریشان میں مبتلاء کرنا، اور مبتدی کے لغوی معنی ہیں: کسی کام کا آغاز کرنے والا، اور اصطلاح میں مبتدی وہ ہوتا ہے کہ جو کسی چیز کے جزاول کو شروع کرے یہ ارادہ رکھتے ہوئے کہ بقیہ اجزاء کو

بھی حاصل کرے گا، مصنف علیہ الرحمہ نے اگر ابتداءً قواعد بیان کرتے پھر ان قواعد کے دلائل اور عِلَل کو بیان کرتے تو اس سے نفسِ مسئلہ کے سمجھنے میں دشواری لاحق ہوتی جبکہ اصلِ مقصود نفسِ مسئلہ کا سمجھنا تھا تو چونکہ دلائل وعِلَل کا ذکر پریشانی کے اضافی کا موجب تو لہٰذا مصنف ان کے ذکر کے درپے ہی نہ ہوئے۔

وسمیتہ بھدایۃ النحو الخ: مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی اس مختصر کتاب کا نام ہدایۃ النحو رکھا اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان فرمائی کہ میں نے کتابِ ہذا کا نام ہدایۃ النحو اس امید پر رکھا کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ طلباء کو ہدایت دے۔

رتبتہ علی مقدمۃ وثلاثۃ اقسام: اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ اپنی کتاب کی ترتیب کو بیان فرمارہے ہیں کہ میں نے اس کتاب کی ترتیب ایک مقدمہ اور تین اقسام پر رکھی ہے، مقدمہ میں ان ضروری چیزوں کا ذکر کیا جائے گا جن کا ابتداء میں ہونا ضروری ہے اور قسمِ اول اسم کی ابحاث کے بارے میں ہے اور قسمِ ثانی فعل کی ابحاث کے بارے میں ہے اور قسمِ ثالث حرف کی ابحاث کے بارے میں ہے۔

بتوفیق الملک العزیز العلام: چونکہ تصنیف وتالیف اہم واعظم امور میں سے ہے لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے اللہ تعالی سے مدد طلب کی، اور یہ بیان فرمایا کہ سب رب تعالی کی توفیق سے ہوگا، توفیق کہتے ہیں: بندے کا ایسے اسباب کو اختیار کرنا کہ جو اس کے حق میں بہتر ہوں، اور مَلِك یعنی بادشاہ اور عَزِیْز یعنی وہ غالب کہ جو کبھی مغلوب نہ ہو اور عَلَّام یعنی جاننے والا۔

خطبۃ الکتاب سے معلوم ہونے والی باتیں:

(1)۔ یہ کتابِ مختصر ومنضبط علمِ نحو کی کتاب ہے۔

(2)۔ اس کتاب کی ترتیب علمِ نحو کی مشہور ومعروف کتاب کافیہ کی ترتیب پر ہے۔

(3)۔ یہ کتاب بغیر ابواب بندی اور فصل بندی کے نہیں بلکہ اس کتاب کو مصنف نے باب بندی اور فصل بندی کا اہتمام کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

(4)۔ اس کتاب کی عبارت مشکل وپیچیدہ نہیں بلکہ اس کتاب میں واضح عبارت کے ساتھ مسائلِ نحویہ کو بیان کیا گیا ہے۔

(5)۔ مصنف علیہ الرحمہ نے تمام مسائل میں قواعد کے ساتھ ان کی امثلہ کو بھی بیان کیا ہے تاکہ قاعدہ سمجھنے میں آسانی ہو

(6)۔ اس مختصر کتاب میں فقط مسائل نحویہ کو بیان کیا گیا ہے ان کی دلیلوں اور وجوہات سے صرفِ نظر کیا گیا تاکہ دلائل و وجوہات میں الجھ کر مبتدی طالب علم ابتدائی اہم باتوں سے ہی نہ رہ جائے۔

(7)۔اس کتابِ مختصر کا نام مصنف علیہ الرحمہ نے ہدایۃالنحو رکھااور یہ امید کرتے ہوئے رکھا کہ باری تعالیٰ عزوجل اس کتاب کو طلباء کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔(8)۔اس کتاب کی ترتیب ایک مقدمہ اور تین اقسام پر ہے۔

متن : أَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِي الْمَبَادِي الَّتِي يَجِبُ تَقْدِيْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا فَفِيْهَا فُصُوْلٌ ثَلَاثَةٌ.

ترجمہ: بہر حال مقدمہ تو(یہ مقدمہ)مبادیات کے بارے میں ہے(مبادیات وہ چیزیں) کہ جن کا مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے مسائل کے ان(مبادیات)پر موقوف ہونے کہ وجہ سے،تو مقدمہ میں تین فصلیں ہیں۔

توضیح: جیساکہ پیچھے یہ بات گزر چکی کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ترتیب ایک مقدمہ اور تین اقسام پر رکھی ہے، تو اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اپنی کتاب کے مقدمہ کی ابتداء کر رہے ہیں، مقدمہ میں ان بنیادی باتوں کو ذکر کیا جائے گا کہ جن کا ابتداء میں ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مقدمہ میں تین فصلیں ہیں، پہلی فصل میں علمِ نحو کی تعریف، غرض اور موضوع بیان کیا، دوسری فصل میں کلمہ کی تعریف اور کلمہ کے تین اقسام میں منحصر ہونے کی وجہ، اسم فعل حرف کی تعریف مع علامات نیز ان کی وجہ تسمیہ کو بیان کیا جبکہ تیسری فصل میں کلام کی تعریف، اسناد کی تعریف، اور کلام کن کلمات سے بنتا ہے ان تمام باتوں کو بیان فرمایا۔

مقدمہ: یہ مقدمۃالجیش سے ماخوذ ہے، مقدمۃالجیش اس جنگی لشکر کو کہتے ہیں جو دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے پیش پیش ہو، مقدمہ کی دو قسمیں ہیں:(1)۔مقدمۃالعلم: جس پر اس علم کو شروع کرنا موقوف ہو، مقدمۃالعلم کا اطلاق مخصوص چیزوں پر ہوتا ہے جیسے اس علم کی تعریف، اس کی غرض وغایت اور موضوع وغیرہ(2)۔مقدمۃالکتاب: کلام کا وہ حصہ کہ جو مقاصد کی ابتداء میں ذکر کیا جائے، یہاں مقدمہ سے مراد وہ معانی ہیں کہ جن پر شروع کرنا موقوف ہے۔

فصول: فصول، فصل کی جمع ہے، فصل کا لغوی معنی ہے: کاٹنا، جبکہ اصطلاح میں فصل کہتے ہیں: اَلْحَاجِزُ بَيْنَ الْحُكْمَيْنِ جو دو حکموں کے مابین آڑ ہو۔

متن: فصل: اَلنَّحْوُ: عِلْمٌ بِأُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا أَحْوَالُ أَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلَاثِ مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ ، وَ كَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ، وَالْغَرَضُ مِنْهُ: صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَأِ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ. وَمَوْضُوْعَهٗ :اَلْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ

ترجمہ: فصل: نحوایسے اصول کاعلم ہے کہ جن کے ذریعہ تین کلموں کے آخر کے احوال کو معرب و مبنی ہونے کی حیثیت سے جاناجاتاہے،اوران کے بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی کیفیت کو(جاناجاتاہے)،اوراس سے غرض: ذہن کو عربی کلام میں غلطی سے بچاناہےاوراس کاموضوع کلمہ وکلام ہے۔

توضیح:

النحو: نحو کا لغوی معنی ارادہ کرنا، طریقہ، جانب، مثل، مقدار، نوع اور قسم وغیرہ ہے جبکہ اصطلاح میں نحو ایسے اصول کا علم جن کے ذریعہ معرب و مبنی ہونے کی حیثیت سے تین کلموں (اسم، فعل، حرف) کے آخر کے احوال کو جانا جائے اور اسم فعل حرف میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی کیفیت کو جانا جائے۔

باصول: اصول، اصل کی جمع ہے اصل کا لغوی معنی ہے: مَایُبْتَنٰی عَلَیْہِ غَیْرُہٗ جس پر اس کے علاوہ کی بنیاد رکھی جائے، قاعدہ، قانون اور ضابطہ اصل کے مترادف ہیں۔

الغرض منہ: غرض کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے فاعل سے کوئی فعل صادر ہو جیسے نحو سیکھنا ایک فعل ہے تو نحو سیکھنے والے سے نحو سیکھنے کے صادر ہونے کی وجہ کو غرض کہیں گے، اور نحو سیکھنے کی غرض عربی کلام میں لفظی غلطی سے بچنا ہے، جیسے فاعل کو مرفوع، مفعول کو منصوب اور مضاف الیہ کو مجرور پڑھنا یہ سب معلومات علمِ نحو سے حاصل ہوتی ہے.

موضوعہ: کسی بھی علم میں جس چیز کے عوارضِ ذاتیہ یعنی حالات بیان کیے جاتے ہیں اسے اس علم کا موضوع کہا جاتا ہے، مثلاً علمِ طب میں بدنِ انسانی کے حالات سے بحث ہوتی ہے تو علمِ طب کا موضوع بدنِ انسانی ہے اسی طرح علمِ نحو میں چونکہ کلمہ و کلام کے حالات کے متعلق بحث ہوتی ہے تو علمِ نحو کا موضوع کلمہ وکلام ہے۔

سوال: کیاایک علم کے دو موضوع ہو سکتے ہیں؟

جواب: ایک علم کے متعدد موضوع ہوناجائزہے جبکہ وہ متعدد موضوع ایسی بات میں مشترک ہوں کہ جس کالحاظ ان تمام میں کیاجائے جس پر موضوع کااطلاق ہوتاہے، جیساکہ اصولِ فقہ چار ہیں: (1) کتاب اللہ (2) حدیثِ رسول (3) اجماع (4) قیاس اور یہ علمِ اصولِ فقہ کے موضوع ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے دلیلِ شرعی ہونے اور حکمِ شرعی ثابت کرنے میں مشترک ہے، اس مسئلہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ موضوع حقیقتاً بذاتہ ایک ہی ہوتاہے لیکن انواعِ موضوع متعدد ہوا کرتی ہیں کلمہ و کلام علمِ نحو کے دو موضوع ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایسا لفظ ہونے میں مشترک ہے جو معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو یعنی حقیقتاً علمِ نحو کا موضوع ایسالفظ ہے کہ جو معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو لیکن اس موضوع کی دو انواع ہیں ایک کلمہ اور دوسرا کلام۔

متن: فصل: اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِي ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ ۔اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ ،لِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ لَا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ ،أَوْ تَدُلُّ عَلَى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ ،أَوْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهِ وَهُوَ الْاِسْمُ ۔

ترجمہ: فصل: کلمہ ایسا لفظ ہے کہ جسے مفرد معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو،اور وہ تین اقسام میں منحصر (یعنی تقسیم ہوتا) ہے،اسم اور فعل اور حرف، کیونکہ وہ یا تو بذاتِ خود اپنے معنی پر دلالت نہیں کرے گا اور وہ حرف ہے یا بذاتِ خود اپنے معنی پر دلالت کرے گا اور اس کا معنی تین زمانوں میں سے ایک کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور وہ فعل ہے یا بذاتِ خود اپنے معنی پر دلالت کرے گا اور اس کا معنی اس کے ساتھ (یعنی تین زمانوں میں سے ایک کے ساتھ) ملا ہوا نہ ہوگا اور وہ اسم ہے۔

توضیح: علمِ نحو کا موضوع کلمہ و کلام ہے تو اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کلمہ کی ابحاث کی ابتداء کر رہے ہیں، یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ علمِ نحو کا موضوع کلمہ و کلام دونوں ہیں تو کلمہ کو کلام پر مقدم کیوں کیا گیا،اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ کو کلام سے اس لئے مقدم کیا کہ کلمہ، کلام کا جُز ہوتا اور جز، کل پر مقدم ہوتا ہے۔

کلمہ کی تعریف: ایسا لفظ جسے اکیلے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو، کلمہ تین اقسام میں منحصر ہے:

(۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف

کلمہ کی اقسامِ ثلاثہ وجہ حصر کی صورت میں: کلمہ یا تو معنی پر بذاتِ خود دلالت نہیں کرے گا تو وہ حرف ہے یا کلمہ معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے گا اور اس کلمہ کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا ہو گا تو وہ فعل ہے یا کلمہ معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے گا اور اس کلمہ کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو گا تو وہ اسم ہے۔

الکلمۃ: کلمہ و کلام دونوں کَلْمٌ سے مشتق ہیں کَلْمٌ کا معنی ہے زخمی کرنا جس طرح زخم سے درد حاصل ہوتا ہے اسی طرح کلمہ و کلام کے بعض معانی دل میں اثر کرتے ہیں، الکلمۃ کا الف لام یا تو جنسی ہے کہ کلمہ کے تمام افراد کو شامل ہے یا الف لام عہد خارجی کا ہے کلمہ سے وہ کلمہ مراد ہے جو نحویوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے، اور الکلمۃ میں تاء وحدت کیلئے ہے۔

لفظ: لفظ کا لغوی معنی ہے: پھینکنا، جبکہ اصطلاح میں لفظ کہتے ہیں: مَا يَتَلَفَّظُ بِهِ الْإِنْسَانُ یعنی جس کا انسان تلفظ کرے۔

وُضِعَ: وضع کا لغوی معنی ہے: ایک شیٔ کو دوسری شیٔ کی جگہ پہ رکھنا، جبکہ اصطلاح میں وضع کہتے ہیں: کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ جب پہلی چیز کا اطلاق کیا جائے یا اسے محسوس کیا جائے تو اس سے دوسری چیز سمجھی جائے۔

معنی: معنی یا مَفْعَلُ کے وزن پر بمعنی مَفْعُوْل اسمِ مکان ہے یا مَفْعَلُ کے وزن پر بمعنی مَفْعُوْل مصدر میمی ہے، یا پھر معنی کی اصل مَعْنُوْیٌ ہے اسمِ مفعول کے صیغہ پر، واو کو یاء سے بدلا گیا تو یہ مَعْنُیْیٌ ہو گیا، پھر نون کی ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو یہ مَعْنِیْیٌ ہو گیا اور پھر نون کی کسرہ کو فتحہ سے بدلا تو یہ مَعْنًی ہو گیا۔ معنی اسے کہتے ہیں: جو لفظ سے مراد لیا جائے یا سمجھا جائے۔

متن: فَحَدُّ الْاِسْمِ: كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا غَيْرَ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ أَعْنِيْ: اَلْمَاضِيَ وَ الْحَالَ وَالْاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ وَعَلَامَتُهٗ صِحَّةُ الْإِخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ: زَيْدٌ قَائِمٌ، وَالْإِضَافَةُ نَحْوُ: غُلَامُ زَيْدٍ وَدُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ وَالْجَرِّ وَالتَّنْوِيْنِ نَحْوُ بِزَيْدٍ وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَ النِّدَاءُ فَإِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْاِسْمِ، وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ عَنْهُ أَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْماً عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلاً أَوْ مَفْعُوْلاً أَوْ مُبْتَدَأً وَيُسَمّٰى اِسْماً لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وَسْماً عَلَى الْمَعْنٰى۔

ترجمه: پس اسم کی تعریف: ایسا کلمہ جو معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے (اس حال میں وہ معنی) تین زمانوں یعنی ماضی، حال اور مستقبل میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے: رَجُلٌ اور عِلْمٌ، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے بارے میں خبر دینا درست ہے جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہے) اور اضافت جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ (زید کا غلام) اور لامِ تعریف کا داخل ہونا جیسے: اَلرَّجُلُ (خاص مرد) اور جر اور تنوین جیسے: بِزَيْدٍ، اور تثنیہ اور جمع اور نعت (صفت) اور تصغیر اور نداء پس بے شک یہ سب اسم کے خاصے ہیں، اور اس کے بارے میں خبر دینے کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہے اس کے فاعل یا مفعول یا مبتداء ہونے کی وجہ سے اور اسم کو اسم کہا جاتا ہے اس کے اپنی قسیموں پر بلند ہونے کی وجہ سے نہ کہ اس کے اپنے معنی پر علامت ہونے کی وجہ سے۔

توضیح: فحد الاسم: ایسا کلمہ جو معنی پر بذاتِ خود دلالت کرتا ہے اور تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہوتا، جیسے: رَجُلٌ، عِلْمٌ **تین زمانے:** (۱) ماضی (۲) حال (۳) مستقبل

اسم کے خواص: خواص، یہ خاصہ کی جمع ہے، خاصہ کہتے ہیں: خَاصَّةُ الشَّيْءِ مَا يُوْجَدُ فِيْهِ وَلَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهٖ کسی چیز کا خاصہ وہ ہوتا ہے کہ جو صرف اسی چیز میں پایا جائے اس کے علاوہ میں نہ پایا جائے۔ اسم کے خواص یہ ہیں:

(1)۔ اس کے بارے میں خبر دینا درست ہوتا ہے جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ (2)۔ مضاف ہونا جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ (3)۔ لام تعریف کا داخل ہونا جیسے: اَلرَّجُلُ (4)۔ جر کا ہونا جیسے: بِزَيْدٍ (5)۔ تنوین کا داخل ہونا جیسے: بِزَيْدٍ (6)۔ تثنیہ ہونا (7) جمع ہونا (8) صفت ہونا (9) تصغیر ہونا (10) منادی ہونا

یہ اسم کے وہ خواص ہیں کہ جنہیں صاحبِ ہدایۃ النحو نے تحریر فرمایا اسم کے مزید خواص یہ ہیں: (11)۔ تائے تانیث متحرکہ کا داخل ہونا (12)۔ یائے نسبتی کا آنا (13)۔ فاعل ہونا (14)۔ مفعول ہونا (15)۔ موصوف ہونا

(16)۔ذوالحال ہونا (17)۔تمیز ہونا (18)۔مکبرہ ہونا (19)۔منسوب ہونا (20)۔مستثنی ہونا
(21)۔مستثنی منہ ہونا (22)۔منصرف ہونا (23)۔غیر منصرف ہونا (24)۔نکرہ ہونا (25)۔معرفہ ہونا
(26)۔مذکر ہونا (27)۔مؤنث ہونا (ازبشیر الناجیہ، جلد اول، ص93، مطبوعہ: شبیر برادرز لاہور)

صحة الاخبار عنه: اس کے بارے میں خبر دینا درست ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسم محکوم علیہ (یعنی مسند الیہ) ہوتا ہے فاعل، مفعول یا مبتداء ہونے کی وجہ سے، مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے فعل مسند الیہ نہیں ہوتا۔

یسمی اسما لسموہ: اس عبارت سے ایک تو مصنف علیہ الرحمہ اسم کی وجہ تسمیہ بیان فرمارہے ہیں کہ اسم کو اسم اپنی قسیموں (فعل و حرف) پر بلند و بالا ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے نہ کہ معنی پر علامت و نشانی ہونے کی بناء اسم کو اسم کہا جاتا ہے، اور دوسرا یہ کہ اسم کی اصل سِمْوٌ ہے جیسا کہ بصری نحاۃ کا موقف ہے نہ کہ اسم کی اصل وَسْمٌ ہے جیسا کہ کوفی نحاۃ کا موقف ہے، معلوم ہوا کہ اسم کی اصل کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ کا مختار مذہب بصریوں والا ہے۔

متن: وَحَدُّ الْفِعْلِ: كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى كَضَرَبَ، يَضْرِبُ، اِضْرِبْ وَعَلَامَتُهٗ أَنْ يَصِحَّ الْإِخْبَارُ بِهٖ لَا عَنْهُ، وَدُخُوْلُ قَدْ وَالسِّيْنِ وَسَوْفَ وَالْجَزْمِ وَالتَّصْرِيْفُ إِلَى الْمَاضِيْ وَالْمُضَارِعِ وَكَوْنُهٗ أَمْرًا أَوْ نَهْيًا وَاِتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ نَحْوُ: ضَرَبْتُ وَتَاءُ التَّأْنِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ: ضَرَبَتْ وَنُوْنَيِ التَّأْكِيْدِ فَإِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْفِعْلِ وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ بِهٖ أَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهٖ وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاسْمِ أَصْلِهٖ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِأَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً.

ترجمہ: اور فعل کی تعریف: ایسا کلمہ جو معنی پر بذاتِ خود ایسی دلالت کرے جو اس معنی کے زمانے کے ساتھ ملی ہوئی ہو جیسے: ضَرَبَ، يَضْرِبُ، اِضْرِبْ، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا درست ہوتا ہے نہ کہ اس کے بارے میں اور قَدْ، سین اور سَوْفَ کا داخل ہونا اور جزم (کا داخل ہونا) اور ماضی و مضارع کی طرف پھرنا اور اس کا امر و نہی ہونا اور ضمائرِ مرفوعہ بارزہ کا ملنا جیسے: ضَرَبْتُ اور تائے تانیث ساکنہ جیسے: ضَرَبَتْ اور تاکید کے دونون (ثقیلہ و خفیفہ) پس بے شک یہ سب فعل کے خواص ہیں اور اس کے ساتھ خبر دینے کا معنی یہ ہے یہ محکوم بہ ہوتا ہے اور فعل کو فعل اس کی اصل کے نام کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور وہ مصدر ہے کیونکہ مصدر در حقیقت فاعل کا فعل ہوتا ہے۔

توضیح:

صحة الاخبار به کا معنی: اس کے ذریعے خبر دینا درست ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل محکوم بہ ہوتا ہے۔

فعل کی وجہ تسمیہ: فعل کو فعل اس کی اصل کے نام کی وجہ سے کہا جاتا ہے فعل کی اصل مصدر ہے چونکہ مصدر در حقیقت فاعل کا فعل ہوا کرتا ہے اس لیے فعل کو فعل کہا جاتا ہے۔

حرف کی تعریف: ایسا کلمہ جو معنی پر بذاتِ خود دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے علاوہ کے ساتھ مل کر معنی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے: مِنْ (سے)

مِنْ ابتداء کا معنی دیتا ہے اور مِنْ اپنے اس معنی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس چیز کو ذکر کرنے کے بعد کہ ابتداء کہاں سے ہوئی؟ جیسے کہ بصرہ اس مثال میں: سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَةِ إِلَى الْكُوْفَةِ (میں نے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا)

حرف کی علامات: (۱) نہ تو اس کے بارے میں خبر دینا درست ہوتا ہے اور نہ اس کے ذریعہ خبر دینا درست ہوتا ہے۔

(۲) حرف اسم و فعل کی علامات کو قبول نہیں کرتا۔

حرف کے فوائد:

(۱) دو اسموں کے درمیان جوڑ قائم کرنا، جیسے: زَيْدٌ فِي الدَّارِ

(۲) دو فعلوں کے درمیان جوڑ قائم کرنا، جیسے: أُرِيْدُ أَنْ تَضْرِبَ

(۳) اسم اور فعل کے درمیان جوڑ قائم کرنا، جیسے: ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ

(۴) دو جملوں کے درمیان جوڑ قائم کرنا، جیسے: إِنْ جَاءَنِيْ زَيْدٌ أَكْرَمْتُهُ

حرف کی وجہ تسمیہ:

حرف کو حرف اس لیے کہا جاتا ہے کہ حرف کا معنی ہے: طرف (کنارہ) اور چونکہ حرف کلام کے طرف (یعنی کنارہ) میں واقع ہوتا ہے اس طرح کہ حرف مقصود بالذات نہیں ہوتا مسند، مسند الیہ کی طرح اس لیے اسے حرف کہتے ہیں۔

کلام کا بیان

کلام کی تعریف: ایسا لفظ جو اسناد کے ساتھ دو کلموں پر مشتمل ہو۔ کلام کو جملہ بھی کہا جاتا ہے۔

اسناد کی تعریف: دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اس طرح نسبت کرنا کہ مخاطب کو مکمل فائدہ حاصل ہو جس پر سکوت (یعنی خاموش رہنا) درست ہو۔ جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ + قَامَ زَيْدٌ

فائدہ: دو کلموں کے آپس میں ملنے کی چھ صورتیں بنتی ہیں:

(۱) اسم + اسم	(۲) فعل + فعل	(۳) حرف + حرف
(۴) اسم + فعل	(۵) اسم + حرف	(۶) فعل + حرف

واضح ہو کہ ان چھ صورتوں میں سے کلام صرف دو صورتوں میں بنتا ہے:

(1) دو اسموں سے، جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ اسے جملہ اسمیہ کہا جاتا ہے۔

(2) فعل اور اسم سے، جیسے: قَامَ زَيْدٌ اسے جملہ فعلیہ کہا جاتا ہے۔

ان دو صورتوں کے علاوہ بقیہ دیگر صورتوں سے کلام نہیں بنتا کیونکہ مسند اور مسند الیہ ان دو صورتوں کے علاوہ میں اکٹھے نہیں پائے جاتے، اور کلام بننے کیلئے مسند و مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے۔[2]

فإن قيل: قد نوقض بالنداء نحو يا زيد:

اس عبارت سے کلام کے صرف دو ہی صورتوں سے حاصل ہونے والی بات پہ ہونے والے اعتراض کو بیان کیا جارہا ہے

اعتراض یہ ہے کہ:

جملہ مسند اور مسند الیہ سے بنتا ہے۔

مسند اس کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ آپ کسی پر حکم لگائیں۔ مسند کا دوسرا نام محکوم بہ ہے

اور مسند الیہ اس کو کہتے ہیں جس پر آپ حکم لگائیں۔ مسند الیہ کا دوسرا نام محکوم علیہ ہے۔

جیسے: زَيْدٌ حَزِيْنٌ (زید غمگیں ہے)

اس مثال میں زید پر غمگیں ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، تو زَيْدٌ مسند الیہ اور محکوم علیہ ہے۔ جبکہ حَزِيْنٌ مسند اور محکوم بہ ہے کہ اس کے ذریعہ زید پر غمگیں ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

درج ذیل اسماء مسند الیہ بنتے ہیں: (۱) فاعل (۲) نائب الفاعل (۳) مبتداء (۴) افعالِ ناقصہ کا اسم (۵) ماولاَ مشابہ بلیس کا اسم (٦) حروف مشبہ بالفعل کا اسم (۷) لائے نفی جنس کا اسم

فائدہ: واضح ہو کہ مسند الیہ صرف اور صرف اسماء ہی ہوتے ہیں جبکہ مسند افعال و اسماء دنوں ہوتے ہیں۔

درج ذیل کلمات مسند بنتے ہیں: (۱) فعل (۲) اسم فعل (۳) مبتداء کی خبر (۴) افعال ناقصہ کی خبر (۵) ماولاَ مشابہ بلیس کی خبر (٦) حروف مشبہ بالفعل کی خبر [2]

آپ نے کہا کہ کلام صرف دو اسموں یا فعل واسم سے بنتا ہے مگر منادی میں کلام حرف اور اسم سے بنتا ہے جیسے: یَا زَیْدُ یہ کلام ہے جو کہ حرف نداء اور اسم سے حاصل ہو رہا ہے تو آپ کا کلام کے صرف دو ہی صورتوں میں حاصل ہونے والی بات اس طرح کی منادی والی امثلہ سے ٹوٹ رہی ہے۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ:

حروفِ نداء أَدْعُوْ اور أَطْلُبُ فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں اور أَدْعُوْ، أَطْلُبُ یہ فعل ہیں

یعنی منادی والی امثلہ میں کلام در حقیقت فعل اور اسم سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ حرف واسم سے۔

اسم معرب کا بیان

اسم معرب کی تعریف: ہر وہ اسم جسے اپنے علاوہ کے ساتھ ملایا گیا اور وہ مبنی الأصل کے مشابہ نہ ہو۔ جیسے:

قَامَ زَیْدٌ میں زَیْدٌ اسم معرب ہے کیونکہ یہ ترکیب میں واقع ہے یعنی اسے اپنے علاوہ دوسرے کلمہ کے ساتھ ملایا گیا ہے اور یہ مبنی الأصل کے مشابہ بھی نہیں ہے۔

☆اسم معرب کو اسم متمکن بھی کہا جاتا ہے۔

اگر زَیْدٌ ترکیب میں واقع نہ ہو یعنی یہ اپنے علاوہ دوسرے کلمہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو تو یہ معرب نہ ہوگا، کیونکہ معرب ہونے کیلئے اسم کا ترکیب میں واقع ہونا شرط ہے۔

اسی طرح قَامَ ھٰؤُلَاءِ میں ھٰؤُلَاءِ معرب نہیں، کیونکہ اگرچہ یہ ترکیب میں واقع ہے لیکن یہ مبنی الأصل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے معرب نہیں۔

مبنی الأصل تین چیزیں ہیں: (۱) ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) تمام حروف

اسم معرب کا حکم: معرب کا آخر عامل کے بدلنے سے لفظی یا تقدیری طور پر بدلتا رہتا ہے۔ جیسے:

جَاءَنِيْ زَیْدٌ	رَأَیْتُ زَیْدًا	مَرَرْتُ بِزَیْدٍ

ان مثالوں میں لفظ زَیْد معرب ہے اور اس کا آخر ما قبل عامل کے بدلنے سے لفظی طور بدل رہا ہے، اس طرح کہ پہلی مثال میں زید بوجہ فاعل ہونے کے مرفوع ہے اور اس کی حالتِ رفعی ضمہ لفظی کے ساتھ آرہی ہے اور دوسری مثال میں لفظ زید بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے اور اس کی حالت نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ آرہی ہے اور تیسری مثال میں لفظ زید بوجہ حرف جار کا مدخول ہونے کے مجرور ہے اور اس کی حالت جری کسرہ لفظی کے ساتھ آرہی ہے۔

جَاءَنِيْ مُوْسٰی	رَأَیْتُ مُوْسٰی	مَرَرْتُ بِمُوْسٰی

ان مثالوں میں لفظ مُوْسٰی معرب ہے اور اس کا آخر ما قبل عامل کے بدلنے سے تقدیری طور پر بدل رہا ہے۔

کیونکہ لفظ مُوْسٰی اسم مقصور ہے اور اسم مقصور کا اعراب تینوں حالتوں (رفعی، نصبی، جری) میں تقدیری ہوتا ہے۔

اعراب کی تعریف: جس کے ساتھ معرب کا آخر بدلتا ہے اسے اعراب کہتے ہیں ۔ جیسے : ضمہ ، فتحہ ، کسرہ - واو ، الف ، یاء ۔

اعراب کی دو قسمیں ہیں:

(1)**اعراب بالحرکة**: جو اعراب ضمہ فتحہ اور کسرہ کی صورت میں اسے اعراب بالحرکۃ کہتے ہیں ۔

(2)**اعراب بالحرف**: جو اعراب واؤ ، الف اور یاء کی صورت میں اسے اعراب بالحرف کہتے ہیں ۔

اسم کے اعراب تین طرح کے ہیں: (1)رفع (2)نصب (3)جر

عامل کی تعریف: جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر آئے ۔

اسم کا محل اعراب: اسم کا محل اعراب اس کا آخری حرف ہوتا ہے ۔مثال : قَامَ زَیْدٌ

اس مثال میں قَامَ عامل ہے کہ اس کی وجہ سے زَیْدٌ پر رفع آ رہا ہے ۔

اور زَیْدٌ معرب ہے کہ یہ ترکیب میں واقع ہے اور مبنی الأصل کے مشابہ نہیں اور اس کا آخر عامل کی وجہ سے بدل رہا ہے ، زَیْدٌ کے آخر میں آنے والی ضمہ اعراب ہے کہ اس کے ساتھ معرب کا آخر بدلا ہے ۔

اور زَیْدٌ کا آخری حرف دال اس کا محل اعراب ہے ۔

فائدہ: واضح ہو کہ کلامِ عرب میں دو چیزیں معرب ہوتی ہیں: (1)اسم متمکن (2)فعل مضارع

اسم معرب کے اعراب کی صورتیں

اسم معرب کے اعراب کی نو (9) صورتیں ہیں:

پہلی صورت: مفرد منصرف صحیح/قائم مقام صحیح/جمع مکسر منصرف کا اعراب

مفرد منصرف صحیح: مفرد سے مراد جو تثنیہ و جمع نہ ہو، منصرف سے مراد جو غیر منصرف نہ ہو، صحیح سے مراد جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زَیْدٌ

قائم مقام صحیح: اس سے مراد وہ اسم جس کے آخر میں واو یا یاء ما قبل ساکن ہو۔ جیسے دَلْوٌ ، ظَبْيٌ

دَلْوٌ یہ ایسا اسم ہے کہ اس کے آخر میں واو ما قبل ساکن ہے تو یہ قائم مقام صحیح ہے۔

ظَبْيٌ یہ ایسا اسم ہے کہ اس کے آخر میں یاء ما قبل ساکن ہے تو یہ قائم مقام صحیح ہے۔

جمع مکسر منصرف: جمع مکسر سے مراد جو جمع سالم نہ ہو، منصرف سے مراد جو غیر منصرف نہ ہو۔ رِجَالٌ

ان تینوں کی حالت رفع ضمہ سے، حالت نصبی فتحہ سے، حالت جری کسرہ سے آتی ہے۔

مفرد منصرف صحیح کی امثلہ		
حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ زَيْدٌ	رَأَيْتُ زَيْدًا	مَرَرْتُ بِزَيْدٍ
اس مثال زَيْدٌ فاعل بن رہا ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے، اور زَيْدٌ کی حالت رفعی آخری حرف (یعنی دال) کے ضمہ سے آ رہی ہے۔	اس مثال میں زَيْدًا مفعول بن رہا ہے اور مفعول منصوب ہوتا ہے اور زَيْدًا کی حالت نصبی آخری حرف (یعنی دال) کے فتحہ سے آ رہی ہے۔	اس مثال میں زَيْدٍ حرف جار کا مجرور بن رہا ہے اور اس کی حالت جری آخری حرف کے جر سے آ رہی ہے۔

قائم مقام صحیح کی امثلہ		
حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ دَلْوٌ	رَأَيْتُ دَلْوًا	مَرَرْتُ بِدَلْوٍ
جَاءَنِيْ ظَبْيٌ	رَأَيْتُ ظَبْيًا	مَرَرْتُ بِظَبْيٍ

جمع مکسر منصرف کی امثلہ		
حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ رِجَالٌ	رَأَيْتُ رِجَالًا	مَرَرْتُ بِرِجَالٍ

دوسری صورت: جمع مؤنث سالم کا اعراب

جمع مؤنث سالم سے مراد وہ جمع تصحیح جس کے آخر میں الف مع تاء (یعنی تاء کے ساتھ الف) لگا ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ، مُؤْمِنَاتٌ وغیرہ

اس کی حالت رفعی ضمہ سے، حالت نصبی وحالت جری کسرہ سے آتی ہے۔

جمع مؤنث سالم کی امثلہ		
حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
هُنَّ مُسْلِمَاتٌ	رَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ	مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ

اس مثال مُسْلِمَاتٌ خبر بن رہا ہے اور خبر مرفوع ہوتی ہے اور مُسْلِمَاتٌ کی حالت رفعی آخری حرف (یعنی تاء) کے ضمہ سے آرہی ہے۔	اس مثال میں مُسْلِمَاتٍ مفعول بہ رہا ہے اور مفعول بہ منصوب ہوتا ہے اور مُسْلِمَاتٍ کی حالتِ نصبی آخری حرف یعنی تاء کے کسرہ کے ساتھ آرہی ہے۔	اس مثال میں مُسْلِمَاتٍ حرفِ جر کا مدخول بن رہا ہے اور حرفِ جر کا مدخول مجرور ہوتا ہے اور مُسْلِمَاتٍ کی حالتِ جری آخری حرف یعنی تاء کے کسرہ کے ساتھ آرہی ہے۔

تیسری صورت: غیر منصرف کا اعراب

غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب جو دو کے قائم مقام ہو۔ عُمَرُ

اسباب منع صرف نو ہیں: (1) عدل (۲) وصف (۳) تانیث (۴) معرفہ (۵) عجمہ (۶) جمع (۷) ترکیب (۸) وزنِ فعل (۹) الف نون زائدتان

اس کی حالت رفعی ضمہ سے، حالت نصبی و جری فتحہ سے آتی ہے۔

غیر منصرف کی امثلہ

حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ عُمَرُ	رَأَيْتُ عُمَرَ	مَرَرْتُ بِعُمَرَ

چوتھی صورت: اسمائے ستہ کا اعراب

اسمائے ستہ سے درج ذیل چھ اسماء مراد ہیں: (1) أَبٌ (أَبَوٌ: باپ) (2) أَخٌ (أَخَوٌ: بھائی) (3) فَمٌ (فَوٌ: منہ) (4) حَمٌ (حَمَوٌ: شوہر کے واسطہ سے عورت کا رشتہ دار، سسر، دیور) (5) هَنٌ (هَنَوٌ: وہ چیز جس کا ذکر ناپسندیدہ ہو مثلاً مرد یا عورت کی شرم گاہ یا قبیح اوصاف) (6) ذُوْ مَالٍ: (مال والا)

ان کی حالت رفعی واؤ سے، حالت نصبی الف سے، حالت جری یاء سے آتی ہے۔

اسمائے ستہ میں سے أَخٌ کی امثلہ

حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ أَخُوْكَ	رَأَيْتُ أَخَاكَ	مَرَرْتُ بِأَخِيْكَ

نوٹ: واضح ہو کہ اسمائے ستہ کا یہ اعراب اس صورت میں ہو گا کہ (1) جب یہ اسماء مکبرہ ہوں نہ کہ مصغرہ ہوں (2) اور واحد ہوں نہ کہ تثنیہ و جمع ہوں (3) اور یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔

تو اگر یہ اسماء یا تو مضاف ہی نہ ہوں یا مضاف تو ہوں لیکن یائے متکلم کی طرف ہوں تو اس وقت ان کا یہ اعراب نہ ہو گا۔

پانچویں صورت: تثنیہ اور کِلَا، کِلْتَا، اِثْنَانِ، اِثْنَتَانِ کا اعراب

ان کی حالت رفعی الف سے، حالت نصبی و جری یاءما قبل مفتوح سے آتی ہے۔

حالت رفعی کی مثالیں	حالت نصبی کی مثالیں	حالت جری کی مثالیں
جَاءَنِيْ الرَّجُلَانِ	رَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ	مَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ
جَاءَنِيْ كِلَاهُمَا	رَأَيْتُ كِلَيْهِمَا	مَرَرْتُ بِكِلَيْهِمَا
جَاءَنِيْ إِثْنَانِ	رَأَيْتُ إِثْنَيْنِ	مَرَرْتُ بِإِثْنَيْنِ
جَاءَنِيْ إِثْنَتَانِ	رَأَيْتُ إِثْنَتَيْنِ	مَرَرْتُ بِإِثْنَتَيْنِ
ان امثلہ میں الرَّجُلَانِ جو کہ تثنیہ ہے اور كِلَاهُمَا اور اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ فاعل ہیں اپنے ما قبل فعل جَاءَ کیلئے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے اور ان تمام کی حالت رفعی الف سے آ رہی ہے۔	ان امثلہ میں الرَّجُلَيْنِ اور كِلَيْهِمَا اور إِثْنَيْنِ اور اِثْنَتَيْنِ یہ سب مفعول ہیں اپنے ما قبل فعل رَأَيْتُ کیلئے اور مفعول منصوب ہوتا ہے اور ان تمام کی حالت نصبی یاءما قبل مفتوح سے آ رہی ہے۔	ان امثلہ میں الرَّجُلَيْنِ اور كِلَيْهِمَا اور إِثْنَيْنِ اور اِثْنَتَيْنِ یہ سب مجرور ہیں اپنے ما قبل باء حرف جر کیلئے اور ان تمام کی حالت جری یاءما قبل مفتوح سے آ رہی ہے۔

چھٹی صورت: جمع مذکر سالم، أولو، عشرون مع أخواتها کا اعراب

ان کی حالت رفعی واوما قبل مضموم، حالت نصبی و جری یاءما قبل مکسور سے آتی ہے۔

حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ مُسْلِمُوْنَ	رَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ	مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ
جَاءَنِيْ عِشْرُوْنَ	رَأَيْتُ عِشْرِيْنَ	مَرَرْتُ بِعِشْرِيْنَ
جَاءَنِيْ أُوْلُوْ مَالٍ	رَأَيْتُ أُوْلِيْ مَالٍ	مَرَرْتُ بِأُوْلِيْ مَالٍ
ان مثالوں میں مُسْلِمُوْنَ ، عِشْرُوْنَ ، أُوْلُوْ مَالٍ اپنے ما قبل فعل کیلئے فاعل ہیں اور فاعل مرفوع	ان مثالوں میں مُسْلِمِيْنَ ، عِشْرِيْنَ ، أُوْلِيْ مَالٍ اپنے ما قبل فعل کیلئے مفعول بن رہے ہیں اور مفعول منصوب ہوتا ہے، ان تمام کی	ان مثالوں میں مُسْلِمِيْنَ ، عِشْرِيْنَ ، أُوْلِيْ مَالٍ اپنے ما قبل حرف جر کے لیے مجرور ہیں اور ان کی

ہوتا ہے اور تمام کی حالت رفعی واو ما قبل مضموم سے آ رہی ہے۔	حالت نصبی یاء ما قبل مکسور کے ساتھ آ رہی ہے۔	حالتِ جری یاء ما قبل مکسور کے ساتھ آ رہی ہے۔

فائدہ: جان لیجیے کہ نونِ تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور نونِ جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، نیز یہ دونوں نون اضافت کے وقت گر جاتے ہیں۔ جیسے: جَاءَنِيْ غُلَامَا زَيْدٍ جَاءَنِي مُسْلِمُوْ مِصْرَ

ساتویں صورت: اسم مقصور اور مضاف الی الیاء کا اعراب

اسم مقصور کی تعریف: وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو۔ جیسے: عَصَا، مُوْسٰی

مضاف الی الیاء: اس سے مراد ہر وہ اسم جو یائے متکلم کی طرف ہو علاوہ جمع مذکر سالم کے۔

ان کی حالت رفعی ضمہ تقدیری سے، حالت نصبی فتحہ تقدیری سے، حالت جری کسرہ تقدیری سے آتی ہے۔

حالت رفعی کی مثالیں	حالت نصبی کی مثالیں	حالت جری کی مثالیں
جَاءَنِيْ عَصاً	رَأَيْتُ عَصاً	مَرَرْتُ بِعَصاً
جَاءَنِيْ غُلَامِي	رَأَيْتُ غُلَامِي	مَرَرْتُ غُلَامِي

آٹھویں صورت: اسم منقوص کا اعراب

اسم منقوص کی تعریف: وہ اسم کے آخر میں یاء ہو اور اس کا ما قبل مکسور ہو۔ جیسے اَلْقَاضِيْ

اس کی حالت رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ، حالت جری کسرہ تقدیری کے ساتھ آتی ہے۔

حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ الْقَاضِيْ	رَأَيْتُ الْقَاضِيَ	مَرَرْتُ بِالْقَاضِيْ

نویں صورت: جمع مذکر سالم مضاف الی الیاء کا اعراب

وہ جمع مذکر سالم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔

اس کی حالت رفعی واو تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی اور حالت جری یاء لفظی کے ساتھ آتی ہے۔

حالت رفعی کی مثال	حالت نصبی کی مثال	حالت جری کی مثال
جَاءَنِيْ مُسْلِمِيَّ	رَأَيْتُ مُسْلِمِيَّ	مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ

مُسْلِمِيَّ کی اصل:مُسْلِمِيَّ اصل میں مُسْلِمُوْ يَ تھا،واواور یاء جمع ہو گئے جن میں سے پہلا ساکن ہے تو واو کو یاء سے بدلا تو اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو مُسْلِمُيَّ ہو گیا پھر یاء کی مناسبت کی وجہ سے ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو مُسْلِمِيَّ ہو گیا۔

منصرف اور غیر منصرف کا بیان

اسم معرب کی دو قسمیں ہیں:(۱)منصرف (۲)غیر منصرف

منصرف کی تعریف:وہ اسم معرب جس میں نو اسبابِ منع صرف میں سے کوئی دو یا ایک ایسا سبب نہ پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ جیسے:زَيْدٌ منصرف کو اسم متمکن بھی کہا جاتا ہے۔

منصرف کا حکم: منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکات(ضمہ،فتحہ،کسرہ)تنوین کے ساتھ آسکتے ہیں۔

مثالیں: ☆جَاءَنِيْ زَيْدٌ ☆رَأَيْتُ زَيْدًا ☆مَرَرْتُ بِزَيْدٍ

ان مثالوں میں لفظ زید منصرف ہے،تو اس پر تینوں حرکات(ضمہ،فتحہ،کسرہ)تنوین کے ساتھ آرہے ہیں۔

غیر منصرف کی تعریف:وہ اسم معرب جس میں نو اسبابِ منع صرف میں سے کوئی دو سبب یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ جیسے:أَحْمَدُ

نو اسباب منع صرف درج ذیل ہیں:(۱)عدل (۲)وصف (۳)تانیث (۴)معرفہ (۵)عجمہ (۶)جمع (۷)ترکیب (۸)الف نون زائدتان (۹)وزن فعل

غیر منصرف کا حکم: غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے،اور غیر منصرف کی حالتِ جری ہمیشہ فتحہ سے آتی ہے۔

مثالیں:☆جَاءَنِيْ أَحْمَدُ ☆رَأَيْتُ أَحْمَدَ ☆مَرَرْتُ بِأَحْمَدَ

ان مثالوں میں لفظ أحمد غیر منصرف ہے لہٰذا اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آرہے اور اس کی حالت جری فتحہ سے آرہی ہے۔

عدل کی تعریف: کسی اسم کا اپنے اصلی صیغے سے دوسرے صیغے کی طرف پھیرا ہوا ہونا۔ جیسے: ثُلٰثُ(تین تین)ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ سے اور عُمَرُ(نام)عَامِرُ سے پھیرا گیا ہے۔

عدل کی دو قسمیں ہیں:(۱)عدل تحقیقی (۲)عدل تقدیری

عدل تحقیقی کی تعریف:وہ اسم جس کے اپنے اصلی صیغے سے پھرے ہوئے ہونے کی دلیل موجود ہو۔ جیسے:ثُلٰثُ ثُلٰثُ کا معنی ہے(تین تین)،اس سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ ہے،کیونکہ ثُلٰثُ میں معنی کی تکرار ہے اور معنی کی تکرار لفظ کی تکرار پر دلالت کرتی ہے۔اس دلیل سے معلوم ہوا کہ ثُلٰثُ ، ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ سے پھیرا ہوا ہے۔

فائدہ: ایک سے لے کر دس تک کے اعداد جو فُعَالُ یامَفْعَلُ کے وزن پر ہوں توان میں عدل تحقیقی ہو گا۔اور وہ غیر منصرف ہوں گے۔ جیسے:

أُحَادُ / مَوْحَدُ (ایک ایک)	ثُنَاءُ / مَثْنٰی (دو دو)	ثُلٰثُ / مَثْلَثُ (تین تین)	رُبَاعُ / مَرْبَعُ (چار چار)	خُمَاسُ / مَخْمَسُ (پانچ پانچ)
سُدَاسُ / مَسْدَسُ (چھ چھ)	سُبَاعُ / مَسْبَعُ (سات سات)	ثُمَانُ / مَثْمَنُ (آٹھ آٹھ)	تُسَاعُ / مَتْسَعُ (نو نو)	عُشَارُ / مَعْشَرُ (دس دس)

عدل تقدیری کی تعریف: وہ اسم جس کے اپنے اصلی سے پھیرے ہوئے ہونے کی دلیل موجود نہ ہو۔ جیسے عُمَرُ ، زُفَرُ

عُمَرُ اور زُفَرُ یہ دونوں عَامِرٌ اور زَافِرٌ سے پھیرے ہوئے ہیں مگر ان میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ عَامِرٌ اور زَافِرٌ سے پھیرے ہوئے ہیں، مگر چونکہ اہلِ عرب ان کو غیر منصرف استعمال کرتے ہیں اور ان دونوں میں علم ہونے کے علاوہ کوئی اور سبب نہیں پایا جارہا اور ایک سبب سے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوتا تو اسے غیر منصرف کرنے کیلئے اس میں دوسرا سبب عدل فرض کر لیا گیا اور عُمَرُ کو عَامِرٌ اور زُفَرُ کو زَافِرٌ سے پھیرا ہوا مان لیا گیا۔

وصف: وصف کے معنی کسی ایسی ذات پر دلالت کرنا ہے جس میں صفت کے معنی پائے جائیں۔

وصف کے غیر منصرف کا سبب ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اصلِ وضع میں وصف ہو یعنی اس کی وضع ہی وصفی معنی کیلئے ہوئی ہو۔ (وہ اصل میں وصفی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو)، جیسے أَحْمَرُ (سرخ) أَسْوَدُ (کالا)

☆ وصف علمیت کے ساتھ کبھی بھی جمع نہیں ہوتا کیونکہ وصف عموم کا تقاضا کرتا ہے جبکہ علم خاص ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

أَسْوَدُ، أَرْقَمُ غیر منصرف ہیں کیونکہ ان کی اصلِ وضع وصفی معنی کیلئے ہوئی ہے اگرچہ بعد میں یہ دونوں سانپ کے نام ہو گئے ہیں لیکن وصفیت میں اصل ہونے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہیں۔

مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ

اس مثال میں أَرْبَعٍ صفت و وزن فعل ہونے کے باوجود منصرف ہے کیونکہ یہ وصفیت میں اصل نہیں یعنی اس کی اصلِ وضع وصفی معنی کیلئے نہیں ہوئی بلکہ یہ عدد کے مراتب میں سے معین مرتبہ کیلئے وضع کیا گیا ہے جو کہ تین سے اوپر اور چار سے نیچے کا مرتبہ ہے۔

تانیث:

تانیث کی مختلف صورتیں کے احکام درج ذیل ہیں:

(1)**تانیث بالتاء**: وہ تانیث جو علامتِ تانیث تاء لفظی سے حاصل ہو۔

اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ یہ عَلَم ہو۔ جیسے: طَلْحَۃُ

(2)**تانیث معنوی**: مؤنث معنوی اس اسم کو کہتے ہیں جس میں تائے تانیث لفظاً نہ ہو چاہے تائے تانیث مقدر ہو جیسے أَرْضٌ کہ اس میں تائے تانیث مقدر ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر أُرَيْضَةٌ آتی ہے جس میں تائے تانیث لفظی ہوتی ہے، یا وہ مؤنث حقیقی کا عَلَم ہو جیسے هِنْدُ یا اس کا چوتھا حرف تائے تانیث کے قائم مقام ہو جیسے عَقْرَبُ

تانیث معنوی کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط بھی یہی ہے کہ وہ عَلَم ہو

لیکن تانیث معنوی کے محض عَلَم ہونے سے اس کا غیر منصرف ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

تانیث معنوی عَلَم اگر تین حرفی ہو اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہو اور غیر عجمی ہو تو اس کو غیر منصرف اور منصرف دونوں بنانا جائز ہے۔

غیر منصرف اس لیے کہ اس میں منع صرف کے دو اسباب (۱) تانیث اور (۲) معرفہ پائے جارہے ہیں

اور منصرف اس لیے جب کلمہ اس طرح کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو تو انتہائی خفیف ہوتا ہے تو خفّت کے پیش نظر اس کو منصرف پڑھنا جائز ہوتا ہے جیسے کہ لفظ هِنْدُ اس کو منصرف و غیر منصرف دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں کیونکہ یہ مؤنث معنوی عَلَم ہے اور تین حرفی ہے جس کا درمیانہ حرف ساکن ہے اور یہ غیر عجمی ہے۔

تانیث معنوی کو غیر منصرف پڑھنے کے واجب و ضروری ہونے کی شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) مؤنث معنوی عَلَم تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو جیسے: زَيْنَبُ

(۲) اگر مؤنث معنوی عَلَم تین حرفی ہو تو اس کا درمیانہ حرف متحرک ہو جیسے: سَقَرُ (جہنم کے طبقات میں سے ایک طبقہ کا نام) یا وہ عَلَم عجمی ہو جیسے: مَاہ اور جُور (دو علاقوں کے نام)

(3)**تانیث بالألف المقصورہ والممدودہ**: وہ مونث جس میں علامت تانیث الف مقصورہ یا الف ممدودہ ہو۔

الف مقصورہ: اسم کے آخر میں جس الف کے بعد ہمزہ نہ ہو وہ الف مقصورہ ہے جیسے: حُبْلٰی

الف ممدودہ: اسم کے آخر میں جس الف کے بعد ہمزہ ہو وہ الف ممدودہ ہے جیسے: حَمْرَاءُ

تانیث بالألف المقصورہ اور تانیث بالألف الممدودہ والے اسماء ہمیشہ غیر منصرف ہوتے ہیں اور ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی کوئی شرط نہیں۔ کیونکہ الف (چاہے مقصورہ ہو یا ممدودہ) دو سببوں کے قائم مقام ہیں (1) تانیث اور (2) تانیث کا لازم ہونا۔

معرفہ:

غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے معرفہ کی تمام اقسام میں سے صرف علمیت ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور علمیت کبھی وصف کے ساتھ جمع نہیں ہوتی بلکہ وصف کے علاوہ کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔

عجمہ:

عجمہ سے مراد یہ ہے کہ لغتِ غیر عرب میں اسم کا کسی معنی کیلئے موضوع ہونا۔

عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرائط:

(۱)وہ لفظ لغتِ عجم میں عَلَم ہو۔ (۲)وہ عَلَم تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو جیسے: إِبْرَاهِيْمُ اور اگر وہ عَلَم تین حرفی ہے تو اس کا درمیانہ حرف متحرک ہو۔ جیسے: شَتَرُ (قلعہ کا نام)

لفظ لِجَامُ (لگام) عجمی لفظ ہونے کے باوجود منصرف ہے کیونکہ یہ عَلَم نہیں اور عجمی لفظ کے غیر منصرف ہونے کی پہلی شرط یہ تھی کہ وہ عَلَم ہو اور وہ شرط یہاں مفقود ہے تو شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مشروط بھی نہ پایا جائے گا۔

اسی طرح لفظ نُوْحُ عجمی لفظ ہونے کے باوجود منصرف ہے کیونکہ اس کا درمیانہ حرف ساکن ہے اور اس میں عجمی لفظ کے غیر منصرف ہونے کی دوسری شرط مفقود ہے۔

جمع:

جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ جمع منتہی الجموع کے صیغے پر ہو اور وہ تاء کو قبول نہ کرتا ہو۔

جمع منتہی الجموع کے صیغے کی تعریف:

جس کا پہلا حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو اور اس الف کے بعد ایک حرف مشدد ہو جیسے: دَوَابٌّ

یا الف بعد دو حروف جن میں سے پہلا مکسور ہو جیسے: مَسَاجِدُ

یا الف کے بعد تین حروف ہوں جن میں سے پہلا مکسور اور دوسرا ساکن ہو جیسے: مَصَابِيْحُ

صِيَاقَلَةٌ، فَرَازِنَةٌ: یہ دونوں منصرف ہیں کیونکہ ان دونوں کے آخر میں تاء آرہی ہے۔

جمع منتہی الجموع بھی دو سببوں کے قائم مقام ہے (1) جمع ہونا، (2) اور جمع ہونے کا لازم ہونا اور اس بات کا ممتنع ہونا کہ دوسری مرتبہ اس کی جمع مکسر بنائی جائے گویا کہ جمع منتہی الجموع کو دو مرتبہ جمع بنایا گیا ہوتا ہے۔

ترکیب:

ترکیب کہتے ہیں: دو یا دو سے زیادہ کلموں کا ایک ہو جانا اس طرح کہ اس کا کوئی جزء حرف نہ ہو۔

ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ بغیر اضافت و بغیر اسناد کے عَلَم ہو۔ جیسے بَعْلَبَكٌّ اور مَعْدِيْكَرِبُ

بَعْلَبَكٌّ: یہ ایک شہر کا نام ہے جو ملک شام میں تھا، بَعْل ایک بت کا نام ہے جو اس شہر میں تھا، حضرت سیدنا الیاس علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم اس کی پوجا کرتی تھی، اور بَك بادشاہ کا نام ہے جو اس شہر کا مالک اور بَعْل بت کی پرستش کرتا تھا، تو اس شہر کا نام بت اور بادشاہ کے نام سے مل کر بنا۔

لفظ عَبْدُ اللهِ منصرف ہے کیونکہ یہ عَلَم اضافت کے ساتھ دو کلموں کا ملا کر بنایا گیا ہے۔

شَابَ قَرْنَاهَا یہ ایک عورت کالقب تھا، اس مطلب ہے اس عورت کی دو چوٹیاں سفید ہو گئی، چونکہ اس عورت کی دو چوٹیاں سفید ہو چکی تھی تو اس وجہ سے یہ اس کا نام پڑ گیا۔شَابَ قَرْنَاهَا یہ مبنی ہے کیونکہ اس میں کلمات کا ملنا اسناد کے ساتھ ہے اس طرح کہ شَابَ فعل ماضی کا صیغہ ہے جس کا فاعل قَرْنَاهَا ہے،اور جملہ مبنی کے حکم میں ہوتا ہے۔

الف نون زائدتان:

الف نون زائدا گر اسم محض (جو ایسی ذات پر دلالت نہ کرے جس میں وصفیت ملحوظ ہو) کے آخر میں ہوں تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ عَلم ہو جیسے: عِمْرَانُ ، عُثْمَانُ

لفظ سَعْدَانُ (جڑی بوٹی کا نام) منصرف ہے، کیونکہ یہ عَلم نہیں ہے۔

اگر الف نون زائد صفت (وہ اسم جو ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جس میں وصفیت ملحوظ ہو) کے آخر میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو، جیسے: سَکْرَانُ اس کی مؤنث سَکْرَی کے وزن پر آتی ہے۔

لفظ نَدْمَانٌ منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے: نَدْمَانَةٌ

وزن فعل:

وزن فعل نحویوں کے نزدیک وزنِ فعل کے معنی ہیں اسم کا ایسے وزن پر ہونا جو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہے۔

وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو اور اسم میں فعل سے منقول ہو کر پایا جائے، جیسے: شَمَّرَ اور ضُرِبَ

شَمَّرَ ابتداءً یہ باب تفعیل سے فعل ماضی کا صیغہ تھا، پھر یہ حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام رکھا گیا۔

ضُرِبَ یہ ابتداءً فعل ماضی مجہول کا صیغہ تھا پھر یہ اس شخص کا نام ہو گیا جس پر کثیر مار واقع ہوئی ہو۔

اور اگر وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کے شروع میں حروفِ مضارع (أَتَيْنَ) میں سے کوئی حرف ہو اور اس کے میں آخر میں تاء نہ ہو، جیسے: أَحْمَدُ ، يَشْكر ، تَغلب (یہ تینوں مردوں کے نام ہیں) اور نَرْجِس (نرگس، ایک پھول) یہ سب غیر منصرف کے دو اسباب (۱) علیت اور (۲) وزن فعل کے پائے جانے کے سبب غیر منصرف ہیں۔

يَعْمَلُ منصرف ہے کیونکہ اس کے آخر میں تاء آتی ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں: نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ (کام کاج والی اونٹنی)

اذا نکر صرف

غیر منصرف کے اسباب میں کچھ ایسے ہیں کہ جن میں علیت شرط ہوتی ہے اور کچھ ایسے کہ جن میں علیت شرط نہیں ہوتی وہ اسباب جن میں علیت شرط ہوتی ہے اس طرح وہ اسباب غیر منصرف کا سبب تب ہی بنتے ہیں جبکہ وہ عَلم ہوں ایسے چار اسباب ہیں: (۱) تانیث بالتاء اور تانیث معنوی (۲) عجمہ (۳) ترکیب (۴) وہ اسم کہ جس میں الف نون زائدتان ہوں ان سب کی غیر منصرف میں تاثیر علیت کے ساتھ مشروط ہے۔اور

وہ اسباب جن میں علمیت شرط نہیں ہوتی یعنی وہ علمیت کے بغیر بھی غیر منصرف کا سبب بنتے ہیں ایسے دو اسباب ہیں:

(۱)عدل (۲)وزن فعل ان دونوں کی تاثیر علمیت کے ساتھ مشروط نہیں.

نیز جمع منتہی الجموع، تانیث بالألف المقصورہ والألف الممدودہ کے ساتھ علمیت مؤثر نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود دو سببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں اور وصف کے ساتھ تو علمیت جمع ہی نہیں ہوتی کیونکہ وصف عموم کا تقاضا کرتا ہے جبکہ علمیت خصوص کا تقاضا کرتی ہے اور عموم و خصوص میں تنافی ہے۔

تو غیر منصرف کے جن چار اسباب میں علمیت شرط ہے کہ غیر منصرف کا سبب تب ہی بنتے ہیں جبکہ وہ عَلَم ہوں اور وہ چار اسباب یہ ہیں: (۱)تانیث بالتاء اور تانیث معنوی (۲)عجمہ (۳)ترکیب (۴)وہ اسم کہ جس میں الف نون زائدتان ہوں

اگر مذکورہ چار اسباب عَلَم نہ ہوں تو یہ غیر منصرف کا سبب ہی نہیں بنیں گے

پھر اگر ان اسباب سے علمیت کو زائل (ختم) کر کے انہیں نکرہ بنا دیا جائے تو یہ منصرف ہو جائیں گے کیونکہ نکرہ ہو جانے کے بعد ان میں غیر منصرف کا کوئی سبب باقی نہ رہے گا، علمیت تو نکرہ ہونے کی وجہ سے زائل ہو چکی اور دوسرا سبب جو ان میں تھا وہ علمیت کے بغیر سبب ہی نہیں بنتا تو لہٰذا اسم بغیر کسی سببِ منع صرف کے رہ جائے گا اور بغیر سبب کے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوتا۔

نیز وہ اسباب جن میں علمیت شرط نہیں ہوتی یعنی وہ علمیت کے بغیر بھی غیر منصرف کا سبب بنتے ہیں تو جب وہ اسباب صرف علمیت کے ساتھ جمع ہوا اور اس عَلَم کو نکرہ کر دیا جائے تو وہ اسم منصرف ہو جائے گا کیونکہ علمیت نکرہ کرنے سے زائل ہو جائے گا اور پھر ایک سبب باقی رہے گا اور ایک سبب سے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوتا۔

جیسے اگر کسی اسم میں عدل اور علمیت جمع ہو جائے یا وزن فعل اور علمیت جمع ہو جائے پھر اس اسم کو نکرہ کر دیا جائے تو علمیت ختم ہو جائے اور وہ غیر منصرف ہو جائے۔

غیر منصرف پر کسرہ پڑھنے کی صورتیں:

ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہوتا ہے جب اس کو مضاف کیا جائے یا اس پر الف لام آجائے ہو تو اس پر کسرہ آسکتی ہے۔

جیسے: مَرَرْتُ بِأَحْمَدِكُمْ ، مَرَرْتُ بِالأَحْمَدِ

مرفوعات کا بیان

اسمائے مرفوع آٹھ ہیں: (۱)فاعل (۲)مفعول مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُہٗ(ایسا مفعول جس کا فاعل ذکر نہ کیا گیا یعنی نائب الفاعل) (۳)مبتداء (۴)خبر (۵)حروف مشبہ بالفعل کی خبر (۶)افعالِ ناقصہ کا اسم (۷)مَا و لَا مشابہ بِلَیْسَ کا اسم (۸)لائے نفی جنس کی خبر

فاعل کا بیان

فاعل کی تعریف:

ہر وہ اسم جس سے پہلے ایسا فعل یا صیغہ صفت ہو جس کی اس اسم کی طرف نسبت کی گئی ہو ان معنی پر کہ وہ فعل یا صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہے نہ (ان معنی پر) کہ وہ فعل یا صفت اس اسم پر واقع ہے۔

فاعل کی تعریف کی وضاحت:

(۱)فاعل وہ اسم ہوتا ہے جس سے پہلے فعل یا صفت کا صیغہ (اسم فاعل، اسم مفعول، اسم تفضیل، صفت مشبہ وغیرہ) ہوتا ہے.

(۲)اس فعل یا صیغۂ صفت کی اسناد اپنے مابعد اسم کی طرف ہوتی ہے۔

(۳)فعل یا صیغۂ صفت کی اسناد اپنے مابعد اسم کی طرف ان معانی پر ہوتی ہے کہ وہ فعل یا صیغۂ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

(۴)فعل یا صیغۂ صفت کی اسناد اپنے مابعد اسم کی طرف اس لحاظ سے نہیں ہوتی کہ وہ فعل یا صیغۂ صفت اس اسم پر واقع ہو رہے ہیں۔

قَامَ زَیْدٌ

اس مثال میں زَیْدٌ اسم سے پہلے فعل ہے جس کی نسبت اس اسم کی طرف کی گئی ہے اور قَامَ فعل کی نسبت زَیْدٌ اسم کی طرف اس لحاظ سے ہے کہ قَامَ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہے۔

زَیْدٌ ضَارِبٌ أَبُوْہُ عَمْرواً

اس مثال میں أَبُوْہُ اسم سے پہلے ضَارِبٌ صیغۂ صفت اسم فاعل ہے جس کی نسبت أَبُوْہُ اسم کی طرف کی گئی ہے اور ضَارِبٌ صیغۂ صفت کی نسبت أَبُوْہُ اسم کی طرف اس جہت سے ہے کہ ضَارِبٌ صیغۂ صفت أَبُوْہُ کے ساتھ قائم ہے نہ کہ اس پر واقع ہے۔

مَا ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً

اس مثال میں زَیْدٌ اسم سے پہلے مَا ضَرَبَ فعل ہے جس کی نسبت زَیْدٌ اسم کی طرف اس لحاظ سے کی گئی مَا ضَرَبَ فعل زَیْدٌ اسم کے ساتھ قائم ہے نہ کہ مَا ضَرَبَ فعل زَیْدٌ اسم پر واقع ہے۔

فاعل کی مختلف صورتیں:

ہر فعل چاہے لازم ہو یا متعدی کیلئے فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہوتا ہے

(۱) چاہے فاعل اسم ظاہر ہو جیسے: ذَھَبَ زَیْدٌ اس مثال میں ذَھَبَ فعل ماضی ہے جس کا فاعل زَیْدٌ اسم ظاہر ہے۔

(۲) یا فاعل اسم ضمیر بارز ہو جیسے: ضَرَبْتُ زَیْداً اس مثال میں ضَرَبْتُ فعل ماضی معروف، اس میں تاء ضمیر مرفوع متصل بارز اس کا فاعل اور زَیْداً مفعول ہے۔

(۳) یا فاعل اسم ضمیر مستتر ہو جیسے: زَیْدٌ ذَھَبَ اس مثال میں ذَھَبَ فعل ماضی معروف ہے جس کا فاعل اس میں موجود ھُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے جس کا مرجع لفظ زَیْدٌ ہے۔

اگر فعل متعدی ہو تو اس کا فاعل کی طرح مفعول بہ بھی ہوتا ہے جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً

اس مثال میں ضَرَبَ فعل متعدی ہے اور زَیْدٌ اس کا فاعل ہے اور عَمْرواً اس کا مفعول بہ ہے۔

فعل کے واحد تثنیہ جمع ہونے کے قواعد:

اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد ہوگا چاہے فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ

ضَرَبَ الزَّیْدَانِ اس مثال میں الزَّیْدَانِ فاعل اسم ظاہر ہے لہٰذا فعل تثنیہ نہیں بلکہ واحد لایا گیا ہے۔

ضَرَبَ الزَّیْدُوْنَ اس مثال میں الزَّیْدُوْنَ فاعل اسم ظاہر ہے لہٰذا فعل جمع نہیں بلکہ واحد لایا گیا ہے۔

اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل اس ضمیر کے مرجع کے مطابق ہوگا، اگر ضمیر کا مرجع واحد ہوگا تو صیغۂ فعل بھی واحد لایا جائے گا جیسے: زَیْدٌ ضَرَبَ اس مثال میں ضَرَبَ فعل کا فاعل ھُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے جس کا مرجع لفظ زَیْدٌ ہے جو کہ واحد ہے لہٰذا صیغۂ فعل بھی واحد لایا گیا۔

اور اگر ضمیر کا مرجع تثنیہ ہوگا تو صیغۂ فعل بھی تثنیہ لایا جائے جیسے: الزَّیْدَانِ ضَرَبَا اس مثال ضَرَبَا فعل کا فاعل الف ضمیر مرفوع متصل بارز ہے جس کا مرجع لفظ الزَّیْدَانِ ہے جو کہ تثنیہ ہے لہٰذا صیغۂ فعل بھی تثنیہ لایا گیا۔

اور اگر ضمیر کا مرجع جمع ہوگا تو صیغۂ فعل بھی جمع لایا جائے گا جیسے: الزَّیْدُوْنَ ضَرَبُوْا اس مثال میں ضَرَبُوْا فعل کا فاعل واو ضمیر مرفوع متصل بارز ہے جس کا مرجع لفظ الزَّیْدُوْنَ ہے جو کہ جمع ہے لہٰذا صیغۂ فعل کو بھی جمع لایا گیا۔

فعل کو مذکر و مؤنث لانے کے قواعد:

اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے: قَامَتْ ھِنْدُ

مؤنث حقیقی کی تعریف: وہ مؤنث جس کے مقابلے میں کوئی نر جاندار ہو۔

اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے مابین فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے:

ضَرَبَ الْیَوْمَ هِنْدٌ ، ضَرَبَتِ الْیَوْمَ هِنْدٌ

اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو پھر بھی فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے: طَلَعَ الشَّمْسُ ، طَلَعَتِ الشَّمْسُ

فاعل اسم ضمیر ہو اور اس کا مرجع مؤنث حقیقی یا مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث ہی لایا جائے گا۔ الشَّمْسُ طَلَعَتْ

جمع مکسر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے یعنی اگر فاعل جمع مکسر ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں، جیسے:

قَامَ الرِّجَالُ ، قَامَتِ الرِّجَالُ

فاعل کو مفعول پر مقدم کرنے کے واجب ہونے کی صورت:

جب فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور اور فاعل و مفعول کی تعیین میں شبہ کا خوف ہو تو اس صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے: ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی

اس مثال میں لفظ مُوْسٰی فاعل اور لفظ عِیْسٰی مفعول ہے، اور یہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور ہیں اور اسم مقصور کا اعراب تقدیری ہوتا ہے جس وجہ سے فاعل اور مفعول کی تعیین میں شبہ کا خوف تھا لہٰذا فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہوا۔

مفعول کو فاعل پر مقدم کرنے کے جائز ہونے کی صورت:

فاعل اور مفعول کی تعیین میں شبہ کا خوف نہ ہو تو اس صورت میں مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے جیسے:

أَكَلَ الْكُمَّثْرٰی یَحْیٰی

اس مثال میں لفظ یَحْیٰی فاعل اور لفظ اَلْکُمَّثْرٰی مفعول ہے اور یہاں مفعول کو فاعل پر مقدم کیا گیا ہے، یہاں اگرچہ فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور ہیں لیکن فاعل اور مفعول کی تعیین میں شبہ لازم نہیں آرہا اس وجہ سے کہ یہاں یَحْیٰی کا از قبیل اٰکل اور اَلْکُمَّثْرٰی کا از قبیل مأکول ہونا واضح قرینہ ہے کہ فاعل یَحْیٰی ہے اور مفعول اَلْکُمَّثْرٰی ہے۔

ضَرَبَ عَمْرواً زَیْدٌ

اس مثال میں بھی فاعل و مفعول کی تعیین میں شبہ کا خوف نہیں تھا اس طرح کہ عَمْرواً حالت نصبی میں ہے اور مفعول منصوب ہے اور زَیْدٌ حالت رفعی میں ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے تو عَمْرواً کا منصوب ہونے اس کے مفعول ہونے متعین کر رہا ہے اور زَیْدٌ کا مرفوع ہونا اس کے فاعل ہونے کو متعین کر رہا ہے۔ لہٰذا فاعل و مفعول کی تعیین میں شبہ نہ ہونے کی وجہ مفعول کو فاعل پر مقدم کیا گیا۔

فعل اور فاعل کو حذف کرنے کی صورتیں:

(1) فعل کے محذوف ہونے پر قرینہ کے پائے جانے کی صورت میں فعل کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے پوچھا: مَنْ ضَرَبَ؟ اس کے جواب میں صرف زَیْدٌ بولا جائے اور فعل کو حذف کیا جائے۔ یہاں پر فعل کے محذوف ہونے پر قرینہ وہ سوال ہے جس کے جواب میں حذفِ فعل واقع ہوا۔

(2) اسی طرح قرینہ پائے جانے کی صورت میں فعل اور فاعل دونوں کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے، جیسے کسی نے پوچھا: أَقَامَ زَیْدٌ ؟ تو اس جواب میں صرف نَعَمْ بولا جائے اور فعل اور فاعل دونوں کو حذف کیا جائے اور یہاں پر بھی قرینہ سائل کا سوال ہے جس کے جواب میں حذفِ فعل و فاعل واقع ہوا۔

(3) کبھی فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کی جگہ رکھا جاتا ہے جبکہ فعل مجہول ہو جیسے: ضُرِبَ زَیْدٌ

تنازع فعلان کا بیان

تنازع فعلین کی تعریف: جب دو فعل اپنے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں جھگڑیں اس طرح کہ ان دونوں فعلوں میں سے ہر ایک اس اسم ظاہر میں عمل کرنا چاہے تو اسے تنازع فعلین کہا جاتا ہے ۔

تنازع فعلین کی چار قسمیں ہیں:

(1) دونوں فعل اپنے مابعد اسم ظاہر کو فاعل بنانے میں تنازع کریں جیسے : ضَرَبَنِي وَ أَكْرَمَنِي زَيْدٌ

اس مثال میں دونوں فعل ضَرَبَ اور أَكْرَمَ اپنے ما بعد اسم ظاہر زَيْدٌ کو فاعل بنانے میں تنازع کر رہے ہیں ۔

(2) دونوں فعل اپنے مابعد اسم ظاہر کو مفعول بنانے میں تنازع کریں جیسے : ضَرَبْتُ وَ أَكْرَمْتُ زَيْداً

اس مثال میں ضَرَبْتُ فعل اور أَكْرَمْتُ فعل دونوں اپنے مابعد اسم ظاہر زَيْداً کو مفعول بنانے میں تنازع کر رہے ہیں ۔

(3) پہلا فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہے اور دوسرا فعل اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہے جیسے : ضَرَبَنِي وَ أَكْرَمْتُ زَيْداً

اس مثال میں پہلا فعل ضَرَبَ یہ تقاضا کر رہا کہ مابعد اسم ظاہر زَیْد اس کا فاعل بنے اور دوسرا فعل أَكْرَمْتُ یہ تقاضا کر رہا ہے کہ مابعد اسم ظاہر زَیْد اس کا مفعول بنے ۔

(4) پہلا فعل اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہے اور دوسرا فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہے جیسے : ضَرَبْتُ وَ أَكْرَمَنِي زَيْدٌ

اس مثال میں پہلا فعل ضَرَبْتُ یہ تقاضا کر رہا ہے کہ مابعد اسم ظاہر زَیْد اس کا مفعول بنے اور دوسرا فعل أَكْرَمَ یہ تقاضا کر رہا ہے کہ مابعد اسم ظاہر زَیْد اس کا فاعل بنے ۔

تنازع فعلین کی ان چاروں صورتوں میں جمہور نحاۃ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا بھی جائز اور دوسرے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے ۔

امام فراء نحوی کا موقف: امام فراء نحوی کے نزدیک تنازع فعلین کی پہلی اور تیسری صورت میں دوسرے فعل کا عمل دینا جائز نہیں بلکہ امام فراء نحوی کے نزدیک پہلی اور تیسری صورت میں پہلے فعل کو عمل دینا ضروری ہے ۔

امام فراء نحوی کی دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم ان صورتوں میں دوسرے فعل کو عمل دیتے ہیں تو پہلے فعل کے لئے فاعل کا محذوف ہونا لازم آئے گا یا پھر اگر ہم فاعل کو ذکر کردیں تو اضمار قبل الذکر لازم ہوگا اور یہ دونوں چیزیں جائز نہیں ۔

یہاں تک تو بات تھی کہ کس فعل کو عمل دینا جائز ہے اور کس فعل کو عمل دینا جائز نہیں ،اب بات کرتے ہیں کہ کس فعل کو عمل دینا پسندیدہ ہے ،اس بارے میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔

بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف

بصری نحاۃ کا موقف: بصری نحاۃ دوسرے فعل کے عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں قریب ہونے اور ملے ہوئے ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے۔

کوفی نحاۃ کا موقف: کوفی نحاۃ پہلے فعل کے عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں مقدم و مستحق ہونے رعایت کرتے ہوئے ۔

بصری نحاۃ کے مذہب کی تفصیل

اگر دوسرے فعل کو عمل دیں تو دیکھیں گے کہ پہلا فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہے یا پھر مفعول کا ؟

اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہو تو اس کیلئے فاعل اسم ضمیر کو بنائیں گے جیسے :

ضَرَبَنِيْ وَأَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ

اس مثال میں دوسرے فعل کو عمل دیتے ہوئے اسم ظاہر زَيْدٌ کو اگر دوسرے فعل أَكْرَمَ کیلئے فاعل بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبَ کیلئے هُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر کو فاعل بنائیں گے ۔

ضَرَبَانِيْ وَأَكْرَمَنِيْ الزَّيْدَانِ

اس مثال میں بھی دوسرے فعل عمل دیتے ہوئے الزَّیْدَانِ کو اَکْرَمَ کا فاعل بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبَا کا فاعل الف ضمیر مرفوع متصل بارز بنے گا۔

ضَرَبُوْنِيْ وَاَکْرَمَنِيْ الزَّیْدُوْنَ

اس مثال میں بھی دوسرے فعل کو عمل دیتے ہوئے الزَّیْدُوْنَ کو اَکْرَمَ کا فاعل بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبُوا کا فاعل واو ضمیر مرفوع متصل بارز بنے گا۔

یہ اس صورت کی امثلہ تھی جبکہ دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانے کا تقاضا کر رہے تھے اب وہ امثلہ درج ذیل ہیں کہ جن میں پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور ہم بصری نحاۃ کے مذہب پر دوسرے فعل کو عمل دیں:

ضَرَبَنِيْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا

اس مثال میں دوسرے فعل کو عمل دیتے ہوئے زَیْدًا اسم ظاہر کو اَکْرَمْتُ کا مفعول بہ بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبَ کیلئے فاعل ھُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر کو فاعل بنائیں گے۔

ضَرَبَانِيْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ

اس مثال میں دوسرے فعل کو عمل دیتے ہوئے الزَّیْدَیْنِ کو اَکْرَمْتُ کا مفعول بہ بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبَا کا فاعل الف ضمیر مرفوع متصل بارز کو بنائیں گے۔

ضَرَبُوْنِيْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ

اس مثال میں دوسرے فعل عمل دیتے ہوئے الزَّیْدِیْنَ کو اَکْرَمْتُ کا مفعول بہ بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبُوا کا فاعل واو ضمیر مرفوع متصل بارز کو بنائیں گے۔

اگر دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں پہلا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہ ہوں تو پہلے فعل کے لئے مفعول کو محذوف مانیں گے ۔

ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا

اس مثال میں دوسرے فعل کو عمل دیتے ہوئے اسم ظاہر زَیْدًا کو دوسرے فعل اَکْرَمْتُ کیلئے مفعول بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبْتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے ۔

ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ

اس مثال میں اسم ظاہر الزَّیْدَیْنِ کو دوسرے فعل اَکْرَمْتُ کیلئے مفعول بنائیں تو پہلے ضَرَبْتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے

ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ

اس مثال میں بھی اسم ظاہر الزَّیْدِیْنَ کو دوسرے فعل أَکْرَمْتُ کیلئے مفعول بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبْتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے۔

یہ اس صورت کی امثلہ تھی جبکہ دونوں فعل اسمِ ظاہر کو مفعول بنانے کا تقاضا کر رہے تھے اب اس صورت کی امثلہ درج ذیل ہیں جس میں پہلا فعل مفعول کا اور دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے اور ہم بصری نحاۃ کے مذہب پر دوسرے فعل کو عمل دیتے ہیں:

ضَرَبْتُ وَ أَکْرَمَنِيْ زَیْدٌ

اس مثال میں دوسرے فعل کو عمل دیتے ہوئے اسم ظاہر زَیْدٌ کو اَکْرَمَ کیلئے فاعل بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبْتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے۔

ضَرَبْتُ وَ أَکْرَمَنِيْ الزَّیْدَیْنِ

اس مثال میں بھی اسمِ ظاہر الزَّیْدَیْنِ کو اَکْرَمَ کیلئے فاعل بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبْتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے۔

ضَرَبْتُ وَ أَکْرَمَنِيْ الزَّیْدِیْنَ

اس مثال میں الزَّیْدِیْنَ کو اَکْرَمَ کیلئے فاعل بنائیں تو پہلے فعل ضَرَبْتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے۔

اور اگر دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں پہلا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور وہ فعل افعالِ قلوب میں سے ہو تو پہلے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ افعالِ قلوب کے دو مفعولوں میں سے کسی کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا اور نہ اضمار مفعول قبل الذکر جائز ہوتا ہے ۔ جیسے :

حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقاً وَ حَسِبْتُ زَیْداً مُنْطَلِقًا

اس مثال میں حَسِبَ فعل کا پہلا مفعول یاء ضمیر متکلم اور دوسرا مفعول مُنْطَلِقاً ہے جسے ظاہر لایا گیا اور حَسِبْتُ کا پہلا مفعول زَیْداً اور دوسرا مفعول مُنْطَلِقًا ہے جس میں تنازع فعلین تھا ۔

کوفی نحاۃ کے مذہب کی تفصیل

اگر کوفی نحاۃ کے مذہب کے موافق پہلے فعل کو عمل دیں تو دیکھیں گے کہ دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہے یا مفعول کا ؟

اگر دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہو تو اس کیلئے فاعل اسم ضمیر کو بنائیں گے ۔ جیسے :

ضَرَبَنِيْ وَ أَکْرَمَنِيْ زَیْدٌ

اس مثال میں پہلے فعل کو عمل دیتے ہوئے اسم ظاہر زَیْدٌ کو ضَرَبَ کا فاعل بنائیں تو دوسرے فعل أَکْرَمَ کا فاعل اس میں موجود ھُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر کو بنائیں گے ۔

ضَرَبَنِيْ وَ أَکْرَمَانِيْ الزَّیْدَانِ

اس مثال میں اسمِ ظاہر الزَّیْدَانِ کو پہلے فعل ضَرَبَ کا فاعل بنائیں تو دوسرے فعل أَکْرَمَا کا فاعل اس میں موجود الف ضمیر مرفوع متصل بارز کو بنائیں گے۔

ضَرَبَنِيْ وَأَكْرَمُوْنِيْ الزَّيْدُوْنَ

اس مثال میں اسمِ ظاہر الزَّیْدُوْنَ کو پہلے فعل ضَرَبَ کا فاعل بنائیں تو دوسرے فعل أَکْرَمُوْا کا فاعل واو ضمیر مرفوع متصل بارز کو بنائیں گے۔

یہ اس صورت کی امثلہ تھی جن میں دونوں فعل اسمِ ظاہر کو فاعل بنانے کا تقاضا کر رہے تھے، اب اس صورت کی امثلہ درج ذیل ہیں کہ جن میں پہلا فعل مفعول کا اور دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کر رہا ہو اور ہم کوفی نحاۃ کے مذہب پر پہلے فعل کو عمل دیں۔

ضَرَبْتُ وَأَكْرَمَنِيْ زَيْداً

اس مثال میں پہلے فعل کو عمل دیتے ہیں اسمِ ظاہر زَیْداً کو ضَرَبْتُ فعل کا مفعول بہ بنایا تو دوسرے فعل اَکْرَمَ کا فاعل اس میں موجود ھُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر کو بنائیں گے۔

ضَرَبْتُ وَأَكْرَمَانِيْ الزَّيْدَيْنِ

اس مثال میں الزَّیْدَیْنِ کو ضَرَبْتُ کا مفعول بہ بنایا تو دوسرے فعل اَکْرَمَا کا فاعل الف ضمیر مرفوع متصل بارز کو بنائیں گے

ضَرَبْتُ وَأَكْرَمُوْنِيْ الزَّيْدِيْنَ

اس مثال میں الزَّیْدِیْنَ کو ضَرَبْتُ کا مفعول بہ بنایا تو دوسرے فعل أَکْرَمُوْا کا فاعل واو ضمیر مرفوع متصل بارز کو بنائیں گے اور اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہے اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہیں تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں :

(1) مفعول کو محذوف قرار دینا (2) ضمیر کو مفعول بنانا ، دوسری صورت (یعنی ضمیر کو مفعول بنانا) زیادہ پسندیدہ ہے تاکہ الفاظ معنی کے مطابق ہوں ۔

مفعول کو محذوف ماننے کی امثلہ

ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ زَيْداً

اس مثال میں پہلے فعل کو عمل دیتے ہوئے زَیْداً اسمِ ظاہر کو ضَرَبْتُ کا مفعول بہ بنائیں تو دوسرے فعل أَکْرَمْتُ کا مفعول محذوف مانیں گے۔

ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ

اس مثال الزَّیْدَیْنِ کو پہلے فعل ضَرَبْتُ کا مفعول بہ بنائیں تو دوسرے فعل أَکْرَمْتُ کیلئے مفعول محذوف مانیں گے۔

ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ

اس مثال میں الزَّيۡدِيۡنَ کو پہلے فعل ضَرَبۡتُ کا مفعول بہ بنائیں تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے مفعول محذوف مانیں گے۔

یہ اس صورت کی امثلہ تھی جبکہ دونوں فعل مفعول کا تقاضا کر رہے تھے اب اس صورت کی امثلہ درج ذیل ہیں کہ جب پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور ہم کوفی نحاۃ کے مذہب پر پہلے فعل کو عمل دیتے ہیں:

ضَرَبَنِيۡ وَ أَكۡرَمۡتُ زَيۡدٌ

اس مثال میں پہلے فعل کو عمل دیتے ہوئے اسمِ ظاہر زَيۡدٌ کو ضَرَبَ کا فاعل بنایا تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے۔

ضَرَبَنِيۡ وَ أَكۡرَمۡتُ الزَّيۡدَانِ

اس مثال میں الزَّيۡدَانِ اسمِ ظاہر کو ضَرَبَ کا فاعل بنایا تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے۔

ضَرَبَنِيۡ وَ أَكۡرَمۡتُ الزَّيۡدُوۡنَ

اس مثال میں الزَّيۡدُوۡنَ اسمِ ظاہر کو ضَرَبَ کا فاعل بنایا تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے۔

ضمیر کو مفعول بنانے کی امثلہ

ضَرَبۡتُ وَ أَكۡرَمۡتُهٗ زَيۡداً

اس مثال میں کوفی نحاۃ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے پہلے فعل کو عمل دیا اور زَيۡداً اسمِ ظاہر کو ضَرَبۡتُ کا مفعول بنایا تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے ہاء ضمیر منصوب متصل کو مفعول بنایا۔

ضَرَبۡتُ وَ أَكۡرَمۡتُهُمَا الزَّيۡدَيۡنِ

اس مثال میں الزَّيۡدَيۡنِ اسمِ ظاہر کو ضَرَبۡتُ کا مفعول بنایا تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے هُمَا ضمیر منصوب متصل کو مفعول بنایا۔

ضَرَبۡتُ وَ أَكۡرَمۡتُهُمۡ الزَّيۡدِيۡنَ

اس مثال میں الزَّيۡدِيۡنِ اسمِ ظاہر کو ضَرَبۡتُ کا مفعول بنایا تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے هُمۡ ضمیر منصوب متصل کو مفعول بنایا۔

یہ اس صورت کی امثلہ تھی جبکہ دونوں فعل مفعول کا تقاضا کر رہے تھے اب اس صورت کی امثلہ درج ذیل ہیں کہ جس میں پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور ہم کوفی نحاۃ کے مذہب پر پہلے فعل کو عمل دیتے ہیں:

ضَرَبَنِيۡ وَ أَكۡرَمۡتُهٗ زَيۡدٌ

اس مثال میں پہلے فعل کو عمل دیتے ہوئے زَيۡدٌ اسمِ ظاہر کو ضَرَبَ کا فاعل بنایا تو دوسرے فعل أَكۡرَمۡتُ کیلئے مفعول ہاء ضمیر منصوب متصل کو بنایا۔

ضَرَبَنِيْ وَ أَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ

اس مثال میں زَیْدٌ اسمِ ظاہر کو ضَرَبَ کا فاعل بنایا تو دوسرے فعل أَكْرَمْتُ کیلئے مفعول هُمَا ضمیر منصوب متصل کو بنایا۔

ضَرَبَنِيْ وَ أَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ

اس مثال میں زَیْدٌ اسمِ ظاہر کو ضَرَبَ کا فاعل بنایا تو دوسرے فعل أَكْرَمْتُ کیلئے مفعول هُمْ ضمیر منصوب متصل کو بنایا۔

کوفی نحاۃ کے مذہب پر پہلے فعل کو عمل دینے کی صورت میں دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کر رہا ہو اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے ہوں تو مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہوتا ہے ۔ کیونکہ افعالِ قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کو حذف کرنا جائز نہیں ، اور نہ ضمیر کو مفعول بنا سکتے ہیں لٰہذا اسم ظاہر کو مفعول بنانا واجب ہے ۔

حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقاً

اس مثال میں دو فعل (1) حَسِبَنِيْ اور (2) حَسِبْتُهُمَا ، مُنْطَلِقاً اسمِ ظاہر کو اپنا مفعول بنانے میں تنازع کر رہے تھے، اور ہم نے کوفی نحاۃ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے پہلے فعل کو عمل دیا (یعنی مُنْطَلِقاً اسمِ ظاہر کو حَسِبَنِيْ کا مفعول بنایا) اور دوسرے فعل کیلئے مفعول (مُنْطَلِقَيْنِ) کو ظاہر کیا۔

واضح ہو کہ یہاں پر اظہارِ مفعول ہوا ہے نہ کہ حذفِ مفعول اور اضمار مفعول، کیونکہ حذفِ مفعول اور اضمارِ مفعول کی صورت میں خرابی لازم آتی ہے وہ اس طرح کہ :

اگر ہم دوسرے فعل کیلئے مفعول کو محذوف مانتے ہوئے یوں کہیں: حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقاً تو افعالِ قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

اسی طرح اگر ہم دوسرے فعل کیلئے مفعول کو ضمیر لائیں تو یا تو مفرد کی ضمیر لائیں گے یا پھر تثنیہ کی، اگر مفرد کی ضمیر مفعول کو مفعول بناتے ہوئے یوں کہیں: حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا إِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقاً تو یہ خرابی لازم آئے گی حَسِبْتُ کا دوسرا مفعول (یعنی إِيَّاهُ) حَسِبْتُ کے پہلے مفعول (یعنی هُمَا) کے مطابق نہ ہوگا اور یہ بھی جائز نہیں۔

اور اگر ہم تثنیہ کی ضمیر کو مفعول بناتے ہوئے یوں کہیں: حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا إِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقاً تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ مفرد لفظ (مُنْطَلِقاً) کی طرف تثنیہ کی ضمیر (إِيَّاهُمَا) کا لوٹنا لازم آئے گا اور یہ بھی جائز نہیں۔

لٰہذا جب حذفِ مفعول اور اضمارِ مفعول دونوں ہی جائز نہیں رہے تو اظہارِ مفعول واجب ہوا۔

مفعول مالم یسم فاعله

ہر وہ مفعول جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور اس مفعول کو فاعل کی جگہ پہ رکھا گیا ہو ۔ جیسے :

ضُرِبَ زَيْدٌ

مبتداء وخبر کا بیان

مبتداء وخبر کی تعریف: یہ دونوں لفظی عوامل سے خالی اسم ہوتے ہیں ، جن میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اسے مبتداء کہا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے اسے خبر کہا جاتا ہے ۔ جیسے : زَيْدٌ قَائِمٌ

☆مبتداء و خبر کا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ عامل معنوی ابتداء ہے ۔

☆مبتداء کی اصل معرفہ ہونا اور خبر کی اصل نکرہ ہونا ہے ۔

☆نکرہ کی جب صفت لگائی جائے تو اس کا مبتداء واقع ہونا جائز ہوتا ہے ۔ جیسے : وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ {البقرة:221} (بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے)

اس آیت کریمہ میں عَبْدٌ نکرہ کا مبتداء ہونا درست ہے کیونکہ مُّؤْمِنٌ سے اس کی صفت لگائی گئی ہے۔ ترکیب اس طرح ہوگی: وَ حرفِ عطف، عَبْدٌ موصوف، مُّؤْمِنٌ اسمِ فاعل، اس میں هُوَ ضمیر مرفوع متصل فاعل، اسمِ فاعل اپنے فاعل سے مل کر صفت، عَبْدٌ موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتداء، خَيْرٌ اسمِ تفضیل، هُوَ ضمیر مرفوع متصل فاعل، مِنْ حرفِ جار، مُّشْرِكٍ مجرور، جار مجرور مل کر ظرفِ لغو، خَيْرٌ اسمِ تفضیل اپنے فاعل اور ظرفِ لغو سے مل کر خبر اور مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

☆نکرہ کسی وجہ سے خاص ہو جائے تو وہ مبتداء بن سکتا ہے ۔

أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَاَةٌ (گھر میں مرد ہے یا عورت؟)

تخصیص کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ مبتداء کیلئے خبر کے ثبوت کا علم ہو جیسے مذکورہ بالا مثال میں رَجُلٌ مبتداء اور اِمْرَاَةٌ اس پر معطوف ہے اور فِي الدَّارِ خبر ہے، اور مبتداء کیلئے خبر کے ثبوت کا علم حاصل ہے اس طرح کہ متکلم یہ جانتا ہے کہ گھر میں یا تو مرد ہے یا عورت ہے اسی وجہ سے تو متکلم ان میں سے ایک کو معین کرنے کے بارے میں سوال کر رہا ہے۔

ترکیب: الف برائے استفہام، رَجُلٌ معطوف علیہ، اَمْ حرفِ عطف، اِمْرَاَةٌ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتداء، فِي حرفِ جار، الدَّارِ مجرور، جار مجرور مل کر ظرفِ مستقر ہوا، ثَابِتٌ اسمِ فاعل، اس میں هُوَ ضمیر مرفوع متصل فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل اور ظرفِ مستقر سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ (کوئی بھی تم سے بہتر نہیں)

تخصیص کی صورتوں میں سے ایک صورت تعمیم بھی ہے، تعمیم یعنی کسی نکرہ کو عام کر دینا، جیسے مذکورہ بالا مثال میں اَحَدٌ نکرہ مبتداء واقع ہو رہا ہے کیونکہ یہ عام ہے۔ ترکیب اس طرح ہوگی:

مَا حرفِ نفی،اَحَدٌ مبتداء، خَیْرٌ اسمِ تفضیل،اس میں ھوَضمیر مرفوع متصل فاعل،مِنْحرفِ جار کاف ضمیر مجرور متصل مجرور،جار مجرور مل کر ظرفِ لغو،خَیْرٌ اسمِ تفضیل اپنے فاعل اور ظرفِ لغو سے مل کر خبر،اور اَحَدٌ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

شَرٌّ اَھَرَّ ذَا نَابٍ (شر نے کتے کو بھونکایا)

تخصیص کی صورتوں میں ایک صورت توصیف بھی ہے یعنی نکرہ کی صفت لگانا،جیسے اس مثال میں شَرٌّ نکرہ مبتداء واقع ہورہا ہے جس کی صفت مقدرہ عَظِیْمٌ ہے جس کی وجہ سے نکرہ خاص ہورہا ہے۔(یہ عبارت اصل میں یوں تھی:شَرٌّ عَظِیْمٌ اَھَرَّ ذَا نَابٍ بڑے شر نے کتے کو بھونکایا)،ترکیب اس طرح ہوگی:

شَرٌّ موصوف،عَظِیْمٌ صفتِ مقدرہ،موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتداء،اَھَرَّ فعل،اس میں موجود ھوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل، ذَا ، مضاف، نَابٍ مضاف الیہ،مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ،اَھَرَّ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر،مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

فِي الدَّارِ رَجُلٌ

تخصیص کی صورتوں میں سے ایک صورت تقدیم بھی ہے یعنی مبتداء نکرہ کی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا،جیسے اس مثال میں رَجُلٌ مبتدائے نکرہ ہے اور اس کی خبر فِي الدَّارِ اس پر مقدم ہے۔

سَلَامٌ عَلَيْکَ

تخصیص کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ مبتداء کی متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے نکرہ خاص ہو جائے جیسے مذکورہ بالا مثال میں سَلَامٌ مبتدائے نکرہ متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے خاص ہو رہا ہے کیونکہ یہ اصل میں یوں تھا:

سَلَّمْتُ سَلَاماً عَلَيْکَ

تو سلام کی اضافت متکلم کی طرف ہے جس کی وجہ سے نکرہ خاص ہو رہا۔

☆اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ ہو تو معرفہ کو مبتداء بنائیں گے اور نکرہ کو خبر بنائیں گے ۔

☆اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو جسے چاہیں مبتداء بنائیں اور جسے چاہیں خبر بنائیں اس شرط کہ ساتھ کہ جسے مبتداء بنائیں گے اسے مقدم کریں گے ۔ جیسے : اَللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰهُنَا . اِلٰهُنَا اَللّٰهُ تَعَالٰى

☆خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے : زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ

اور کبھی خبر جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے : زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ

اور کبھی خبر جملہ شرطیہ ہوتی ہے جیسے : زَیْدٌ اِنْ جَاءَنِیْ فَاَکْرَمْتُہٗ
اور کبھی خبر جملہ ظرفیہ ہوتی ہے جیسے : زَیْدٌ خَلْفَکَ (اس مثال میں زَیْدٌ مبتداء اور خَلْفَ مضاف اور کاف ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول محذوف کیلئے، مَوْجُوْدٌ اسم مفعول، اس میں ھُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر نائب الفاعل، اسم مفعول اپنے نائب الفاعل اور مفعول فیہ سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، زَیْدٌ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا، تو اس مثال میں مبتداء کی خبر واقع ہو رہی ہے)

☆ظرف اکثر نحاۃ کے نزدیک جملہ کے متعلق ہوتا ہے ،مثال کے طور: زَیْدٌ فِی الدَّارِ میں فِی الدَّارِ ظرف اِسْتَقَرَّ جملہ کے متعلق ہوگا اور عبارت یوں ہوگی: زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ

☆خبر جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے کہ جو مبتداء کی طرف لوٹتی ہے ،اس ضمیر کو قرینہ پائے جانے کے وقت حذف کرنا جائز ہوتا ہے ۔ جیسے: اَلسَّمْنُ مَنْوَانِ بِدِرْھَمٍ (گھی کے دو مَن ایک درہم کے بدلے) میں مَنْوَانِ کے بعد مِنْہُ محذوف ہے اور یہاں ضمیر کے محذوف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ گھی کا بیچنے والا گھی کے دام ہی بتائے گا نہ کہ گندم کے دام بتائے گا اس وجہ سے ضمیر عائد کو حذف کیا گیا، اسی طرح اَلْبُرُّ اَلْکُرُّ بِسِتِّیْنَ دِرْھَماً (گندم کا ایک کُر ساٹھ درہم کے بدلے) میں اَلْکُرُّ کے بعد مِنْہُ محذوف ہے اور یہاں بھی ضمیر عائد کے محذوف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ گندم کا بیچنے والا گندم کے دام ہی بتائے گا نہ کہ کسی اور چیز کے اس وجہ سے ضمیر عائد کو حذف کیا گیا۔

اَلْکُرُّ اور مَنْوَانِ کی وضاحت: اَلْکُرُّ ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں بارہ وَسَق گیہوں آتے ہیں اور ایک وَسَق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا اور مُد کو ہی مَنْ کہتے ہیں (جس کی تثنیہ ہے مَنْوَانِ)۔[3]

مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ :ایک وَسَق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً چار کلو گرام کا ہے۔[4]

☆کبھی خبر مبتداء سے پہلے بھی آجاتی ہے ۔ جیسے : فِی الدَّارِ زَیْدٌ

☆ایک مبتداء کی ایک سے زائد خبریں بھی آ سکتی ہیں ۔ جیسے : زَیْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ (اس مثال زَیْدٌ مبتداء کی تین خبریں لائی گئی ہیں خبرِ اول: عَالِمٌ خبر ثانی: فَاضِلٌ خبرِ ثالث: عَاقِلٌ)

مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف: ایسا صفت کا صیغہ کا جو حرفِ نفی یا حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو اس شرط کے ساتھ کہ وہ صیغۂ صفت اسم ظاہر کو رفع دے ۔ مَا قَائِمٌ الزَّیْدَانِ ، أَ قَائِمٌ الزَّیْدَانِ

---

[3] بشیر الناجیہ شرح کافیہ، اول، ص 352

[4] بزرگوں کے عقیدے، ص 42، مطبوعہ: شبیر برادرز

مَا قَائِمَانِ الزَّیْدَانِ : یہ مثال مبتداء کی قسم ثانی کی نہیں، کیونکہ اس میں صیغۂ (قَائِمَانِ) اسمِ ظاہر (الزَّیْدَانِ) کو رفع نہیں دے رہابلکہ ضمیر مستتر کو رفع دے رہاہے اور اگر صیغۂ صفت اسمِ ظاہر کو رفع دیتا تو صیغۂ صفت تثنیہ نہ ہوتا کیونکہ فاعل اسمِ ظاہر ہو تو صیغۂ صفت ہمیشہ واحد آتاہے اگرچہ اسمِ ظاہر تثنیہ و جمع ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا جب صیغۂ صفت مبتداء کی قسمِ ثانی میں سے نہیں تو ترکیب میں خبر مقدم واقع ہوگا اور اسمِ ظاہر مبتداء مؤخر ہوگا۔

حروف مشبہ بالفعل کی خبر

☆حروف مشبہ بالفعل (اِنَّ ، أَنَّ ، كَأَنَّ ، لٰكِنَّ ، لَيْتَ ، لَعَلَّ)مبتداء و خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور مبتداء حروف مشبہ بالفعل کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو حروف مشبہ بالفعل کی خبر کہتے ہیں ۔

☆حروف مشبہ بالفعل کی خبر حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے ۔

☆حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مفرد و جملہ ، معرفہ و نکرہ ہونے میں مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے ۔

☆حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا مگر جبکہ خبر ظرف ہو تو حروفِ مشبہ بالفعل کی خبر کوان اسم پر مقدم کر سکتے ہیں جیسے : اِنَّ فِي الدَّارِ زَیْدٌ ((ظروف میں وسعت کی گنجائش کی وجہ سے،اس طرح کہ ہر حَدَث (یعنی معنی) کیلئے کسی وقت یا جگہ کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ حَدَث (یعنی معنی) واقع ہو لہٰذا ظرف (وقت یا جگہ) معنی کیلئے ایسے ہے کہ جیسے عورت کیلئے قریبی محرم شخص کہ اس عورت قریبی محرم شخص کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا جائز ہے لیکن قریبی غیر محرم کے سامنے عورت یوں بے پردہ ہو کر نہیں آسکتی، توحَدَث کیلئے ظرف بھی قریبی محرم کی طرح ہے))

افعالِ ناقصہ کا اسم

☆افعالِ ناقصہ کا اسم بھی مرفوعات میں سے ہے ، افعالِ ناقصہ یہ ہیں : كَانَ ، صَارَ ، أَصْبَحَ ، أَمْسٰى ، أَضْحٰى ، ظَلَّ ، بَاتَ ، رَاحَ ، أُضَ ، عَادَ ، غَدَا ، مَا زَالَ ، مَا بَرِحَ ، مَا فَتِئَ ، مَا انْفَكَّ ، مَا دَامَ ، لَيْسَ

☆افعالِ ناقصہ بھی مبتداء وخبر پر داخل ہوتے ہیں ، مبتداء کو رفع دیتے ہیں اور مبتداء کو افعالِ ناقصہ کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو افعالِ ناقصہ کی خبر کہاجاتا ہے ۔

☆افعالِ ناقصہ کا اسم افعالِ ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے ۔ جیسے : كَانَ زَیْدٌ قَائِماً

☆تمام افعال ناقصہ کی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرسکتے ہیں جیسے:کَانَ قَائِماً زَیْدٌ
اور پہلے نو افعالِ ناقصہ (کَانَ تا آضَ)میں بذاتِ خود افعال ناقصہ پر بھی ان کی خبروں کو مقدم کرسکتے ہیں ۔ جیسے : قَائِماً کَانَ زَیْدٌ

محشی ہدایۃ النحو علامہ عبدالواحد حنفی عطاری مدنی مد ظلہ العالی نے فرمایا کہ شاید نو کا عدد کاتب کی غلطی ہو کیونکہ افعالِ ناقصہ کی خبروں کو بذاتِ خود گیارہ افعالِ ناقصہ (کَانَ تا غَدَا)پر مقدم کرسکتے ہیں ۔

☆جن افعالِ ناقصہ کے شروع میں مَا ہے ان افعالِ ناقصہ پر ان کی خبروں کو مقدم نہیں کرسکتے ، نیز فعل ناقص لَیْسَ پر اس کی خبر کے مقدم کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف ہے ۔

مَاولَامشابہ بلیس کا اسم

مَا و لَا مشابہ بلیس کا اسم مَا اور لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے : مَا زَیْدٌ قَائِماً ، لَا رَجُلٌ أَفْضَلَ مِنْكَ .

لَا نکرہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے جبکہ مَا نکرہ و معرفہ دونوں پر داخل ہوتا ہے ۔

لائے نفی جنس کی خبر

لائے نفی جنس کی خبر لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے : لَا رَجُلَ قَائِمٌ

المقصد الثاني في المنصوبات

اسمائے منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں :(۱) مفعول مطلق (۲) مفعول بہ (۳)مفعول فیہ(۴) مفعول لہ(۵)مفعول معہ(۶)حال(۷)تمیز (۸) مستثنی (۹)حروف مشبہ بالفعل کا اسم(۱۰)افعالِ ناقصہ کی خبر (۱۱) لائے نفی جنس کا منصوب (۱۲)ما و لا مشابہ بلیس کی خبر

مفعول مطلق کا بیان

مفعول مطلق کی تعریف :ایسا مصدر جو ماقبل مذکور فعل کا ہم معنی ہو ۔

مفعول مطلق کی اقسام:مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں :

(1) کبھی مفعول مطلق تاکید کیلئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے : ضَرَبْتُ ضَرْباً (میں نے حقیقۃً مارا)

(2)اور کبھی مفعول مطلق نوعیت کو بیان کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے : جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِي (میں قاری کے بیٹھنے کی طرح بیٹھا)

(3)اور کبھی مفعول مطلق عدد کو بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : جَلَسْتُ جَلْسَةً (میں ایک مرتبہ بیٹھا)، جَلَسْتُ جَلْسَتَيْنِ (میں دو مرتبہ بیٹھا)، جَلَسْتُ جَلْسَاتٍ (میں کئی مرتبہ بیٹھا)

☆کبھی مفعول مطلق مذکور فعل کے لفظ کے علاوہ ہوتا ہے جیسے : قَعَدْتُ جُلُوْساً (میں حقیقۃً بیٹھا)

☆کبھی مفعول مطلق کے فعل کو جوازی طور پر قرینہ پائے جانے کے وقت حذف کیا جاتا ہے ، جیساکہ آپ کا کسی آنے والے سے کہنا : خَيْرَ مَقْدَمٍ (یعنی قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ آپ کاآناخوش آمدید ہے)

☆ مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر سماعاً حذف کیا جاتا ہے جیسے : سَقْياً (یعنی سَقَاكَ اللهُ سَقْياً اللہ تمہیں حقیقۃً سیراب کرے)، شُكْراً (یعنی شَكَرْتُكَ شُكْراً میں نے حقیقۃً آپ کا شکریہ ادا کیا)، حَمْداً (یعنی حَمَدْتُكَ حَمْداً میں نے حقیقۃً تیری تعریف کی)، رَعْياً (یعنی رَعَاكَ اللهُ رَعْياً اللّٰہ تیری حقیقۃً حفاظت کرے)

مفعول به کا بیان

مفعول به :ایسا اسم جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے : ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْراً

☆کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم ہوتا ہے جیسے : ضَرَبَ عَمْراً زَيْدٌ (اس مثال میں عَمْراً مفعول بہ کو زَيْدٌ فاعل پر مقدم کیا گیا ہے)

مفعولِ بہ کے فعل کو حذف کرنے کی صورتیں:

☆کبھی مفعول بہ کے فعل کو قرینہ پائے جانے کے وقت جوازی طور پر حذف کیا جاتا ہے جیسے آپ کا زَيْداً کہنا اس کے جواب میں جو آپ سوال کرے کہ : مَنْ أَضْرِبُ؟(میں کس کو ماروں؟)تو یہ سوال قرینہ بن رہاہے اِضْرِبْ فعل کے محذوف ہونے کا۔

☆مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر چار جگہوں میں حذف کیا جاتا ہے:

(۱) سماعی طور پر (۲)تحذیر (۳)مَا اُضْمِرَ عَامِلُه عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ (۴)منادی

☆سماعی طور پر مفعول بہ کے فعل حذف کیا جاتا ہے جیسے : إِمْرَأً وَنَفْسَهُ اس میں وجوبی طور پر أُتْرُكْ فعل محذوف ہے یعنی أُتْرُكْ إِمْرَأً وَنَفْسَهُ (اس کو اس کے حال پر چھوڑدو)

إِنْتَهُوْا خَيْراً لَّكُمْ اس میں خَيْراً سے پہلے إِيْتُوْا فعل محذوف ہے یعنی إِنْتَهُوْا يَامَعْشَرَ النَّصَارٰى مِنَ التَّثْلِيْثِ وَإِيْتُوْا خَيْراً لَّكُمْ وَهُوَ التَّوْحِيْدُ (اے گروہِ نصاریٰ عقیدۂ تثلیث سے باز آجاؤ اور بھلائی کو اپناؤ جو کہ عقیدۂ توحید ہے)

أَهْلًا وَ سَهْلًا اس مثال میں أَهْلًا سے پہلے أَتَيْتَ فعل وجوبی طور پر محذوف ہے اور سَهْلًا سے پہلے وَطَيْتَ فعل وجوبی طور پر محذوف ہے یعنی أَتَيْتَ أَهْلًا لَا أَجَانِبَ وَطَيْتَ سَهْلًا لَا حُزْنًا (تم قرابت داروں کے پاس آئے نہ اجنبیوں کے پاس اور تم نے نرم زمین والی بستی میں قدم رکھا نہ کہ سخت زمین والی بستی میں) اہلِ عرب اسے مہمان کے آنے پر خوشی کے اظہار کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

تحذیر کا بیان

تحذیر کی تعریف: تحذیر إِتَّقِ فعل مقدر کا معمول ہے اپنے مابعد سے ڈراتے ہوئے جیسے : إِيَّاكَ وَ الأَسَدَ (اس کی اصل : اِتَّقِكَ وَالاَسَدَ تو اپنے کو اور شیر کو بچا یعنی اپنے کو شیر سے اور شیر کو اپنے سے بچا ، اِتَّقِ فعل کو حذف کیا گیا اور كَ ضمیر منصوب متصل کو ضمیر منفصل کردیا تو إِيَّاكَ وَالأَسَدَ ہوگیا) یا تحذیر کی ایک صورت یہ بھی ہے محذر منہ (یعنی جس سے ڈرایا جائے) کو تکرار کے ساتھ ذکر کیا جائے ۔ اَلطَّرِيْقَ اَلطَّرِيْقَ (یہاں بھی محذر منہ سے پہلے إِتَّقِ فعل مقدر ہے)

ما أضمر عامله على شريطة التفسير

ما أضمر عامله على شريطة التفسير : ہر وہ اسم جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو ، اور وہ فعل اس اسم پر عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اپنی ضمیر یا اپنے متعلق پر عمل کرنے کی وجہ سے ، اس حیثیت سے کہ اگر اس فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ فعل یا اس کا مناسب اس اسم کو ضرور نصب دے ۔ جیسے : زَيْداً ضَرَبْتُهُ (اس مثال میں زَيْداً اسم ہے جو کہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ اصل میں ضَرَبْتُ زَيْداً ضَرَبْتُهُ تھا پھر ضَرَبْتُ فعل کو حذف کیا گیا کیونکہ مابعد فعل ضَرَبْتُهُ اس فعل کی تفسیر کر رہا تھا ۔

منادی کا بیان

منادی کی تعریف : منادی ایسا اسم ہے کہ جسے حرف نداء سے لفظی طور پر بلایا گیا ہو ۔ جیسے : يَا عَبْدَ اللهِ (اے عبداللہ یعنی میں عبداللہ کو بلاتا ہوں) حروف نداء أَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں ۔ حروف نداء پانچ ہیں : (1) يَا (2) أَيَا (3) هَيَا (4) أَيْ (5) ہمزہ مفتوحہ (أَ)

کبھی حرف نداء کو لفظی طور پر حذف کیا جاتا ہے جیسے : يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا یہاں پر يُوْسُفُ سے پہلے یَا حرفِ نداء محذوف ہے یعنی یہ اصل میں یوں تھا: یَا يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (اے یوسف! تم اس بات سے در گزر کرو)

منادی کے اعراب کی صورتیں:

(1)منادی مفرد معرفہ : منادی کے مفرد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ منادی مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو اور معرفہ یعنی نکرہ نہ ہو، منادی مفرد معرفہ ہو تو علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے : یَا زَيْدُ (مبنی بر ضم)، یَا زَيْدَانِ (مبنی بر الف)، یَا زَيْدُوْنَ (مبنی بر واو)

علاماتِ رفع تین ہیں : (1)ضمہ (2)الف (3)واو

(2)منادی لامِ استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے جیسے : یَا لَزَيْدٍ

(3)منادی الف استغاثہ کی وجہ سے مفتوح ہوتا ہے جیسے : یَا زَيْدَاهُ

(4)منادی مضاف یا مشابہ مضاف یا نکرہ غیر معینہ ہو تو منصوب ہوگا ۔ منادی مضاف کی مثال : یَا عَبْدَ اللهِ

منادی مشابہ مضاف کی مثال : یَا طَالِعاً جَبَلاً (اے پہاڑ پر چڑھنے والے)

منادی نکرہ غیر معینہ کی مثال : یَا رَجُلاً خُذْ بِيَدِيْ (اے کوئی مرد میرا ہاتھ پکڑ)

☆منادی معرف باللام ہو تو یوں کہا جائے گا : یَا أَيُّهَا الرَّجُلُ + یَا أَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ

ترخیم منادی کا بیان

ترخیم منادی کی تعریف :ایسا منادی جس کے آخر میں تخفیف کے پیش نظر حذف واقع ہو جیسے کسی نام مالک ہو تو اس کو (یَا مَالُ) کہہ کر پکارنا یا جس کا نام منصور ہو اس کو (یَا مَنْصُ) کہہ کر پکارنا یا جس کا نام عثمان ہو اس کو (یَا عُثْمَا) کہہ کر پکارنا ۔

ترخیم منادی کا حکم :ترخیم منادی جائز ہوتی ہے ۔

منادی مرخم :ایسا منادی جس میں ترخیم کی گئی ہو ۔

منادی مرخم کا اعراب :منادی مرخم کے آخر میں دو اعراب پڑھنا جائز ہے (1)ضمہ (2)حرکتِ اصلیہ

جیسے کسی نام حارث ہو اور ہم ترخیم کرکے اسے بلائیں تو یَا حَارُ + یَا حَارِ دونوں اعراب کے ساتھ بلا سکتے ہیں۔

مندوب :جس پر یَا/وَا کے ذریعہ دکھ کا اظہار کیا جائے جیسے کہا جائے کہ : یَا زَيْدَاهُ/وَا زَيْدَاهُ

☆ یَا حروف نداء میں سے ہے اور کبھی یہ مندوب میں استعمال ہوتا ہے اور وَا صرف مندوب کے ساتھ خاص ہوتا ہے ، جبکہ یَا منادی اور مندوب دونوں کیلئے مشترکہ طور پر استعمال ہوتا ہے ۔

مندوب کا حکم :مندوب کا حکم معرب و مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے ۔

مفعول فیہ کا بیان

مفعول فیہ کی تعریف :ایسا اسم (یعنی وقت یا جگہ)جس میں فاعل کا فعل واقع ہو ،مفعول فیہ کو ظرف بھی کھا جاتا ہے ۔

ظروف زمان کی اقسام :ظروف زمان کی دو قسمیں ہیں:(1)مبہم (2)محدود

ظرف زمان مبہم :ایسا وقت کہ جس کی کوئی خاص حدنہ ہو ۔ جیساکہ دَهْرٌ (زمانہ)حِيْنَ (جب)

ظرف زمان محدود :ایسا وقت جس کی کوئی خاص حد ہو ۔ جیسے : يَوْمٌ، لَيْلَةٌ ، شَهْرٌ ، سَنَةٌ

☆ظروف زمان چاہے مبہم ہوں یا محدود سب حرفِ جر فِي کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے :

ظرف زمان مبہم کی مثال :صُمْتُ دَهْراً (میں نے زمانۂ دراز تک روزے رکھے)

ظرف زمان محدود کی مثال :سَافَرْتُ شَهْراً (میں نے ایک ماہ کا سفر کیا)

ظروف مکان کی اقسام:ظروف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں : (1)مبہم (2)محدود

ظرف مکان مبہم :ایسی جگہ جس کی کوئی خاص حد نہ ہو ۔ جیسے : أَمَامَ (سامنے)خَلْفَ (پیچھے)

ظرف مکان محدود :ایسی جگہ جس کی کوئی خاص حد ہو ۔ جیسے : دَارٌ (گھر)سُوْقٌ (بازار)

☆ظروف مکان مبہم بھی حرفِ جر فِي کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں ۔ جیسے : جَلَسْتُ خَلْفَكَ (میں آپ کے پیچھے بیٹھا) جَلَسْتُ أَمَامَكَ (میں آپ کے سامنے بیٹھا)

☆ظروف مکان محدود میں حرفِ جر فِي کے مقدر ہونے سے منصوب نہیں ہوتا بلکہ اس میں حرفِ جر فِي کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے ۔ جیسے : جَلَسْتُ فِي الدَّارِ + جَلَسْتُ فِي السُّوْقِ + جَلَسْتُ فِي المَسْجِدِ

مفعول لہ کا بیان

مفعول لہ کی تعریف :وہ اسم جس کی وجہ سے ماقبل مذکور فعل واقع ہو ۔

☆مفعول لہ حرفِ جر لام کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جیسے : ضَرَبْتُ تَأْدِيباً (یعنی ضَرَبْتُ لِلتَّأْدِيبِ میں نے اسے ادب سکھانے کیلئے مارا)قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً(یعنی قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ لِلْجُبْنِ میں جنگ سے بیٹھ گیا بزدلی کی وجہ سے)

☆امام زجاج کے نزدیک مفعول لہ در حقیقت مفعول مطلق ہوتا ہے یعنی ضَرَبْتُ تَأْدِيباً جملے کی اصل ان کے نزدیک أَدَّبْتُهُ تَأْدِيباً ہے اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْناً جملے کی اصل جَبُنْتُ جُبْناً ہے ۔

مفعول معہ کا بیان

مفعول معہ کی تعریف :ایسا اسم کہ جو ایسی واؤ کے بعد ذکر کیا جائے جو مَعَ کے معنی میں ہو فعل کے معمول کی مصاحبت (ہمراہی)اختیار کرتے ہوئے ۔ جیسے : جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ (سردی آئی جبوں کے ساتھ) جِئْتُ أَنَا وَزَيْداً (میں آیا زید کے ساتھ)

☆فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں : (1)نصب اور(2)رفع جیسے : جِئْتُ أَنَا وَزَيْداً اس مثال میں جِئْتُ فعل لفظی ہےاور زَيْداً کا تاء ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنا بھی جائز ہے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل پر جوازِ عطف کیلئے اس کی ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی جاتی ہے جو کہ یہاں لائی گئی ہے لہٰذا ضمیر مرفوع متصل پر زَيْداً کا عطف کرنا جائز ہے تواب اس مثال میں زَيْداً کو مفعول معہ ہونے کی بناء پر منصوب پڑھنا بھی جائز اور ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرتے ہوئے زَيْد کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے جیسے : جِئْتُ أَنَا وَزَيْدٌ ، نیز اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگی ۔ جیسے : جِئْتُ وَزَيْداً اس مثال میں جِئْتُ فعل لفظی ہے لیکن زَيْداً کا تاء ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنا جائز نہیں کیونکہ ضمیر مرفوع متصل پر جوازِ عطف کیلئے اس کی ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری ہے جو کہ یہاں نہیں لائی گئی لہٰذا عطف جائز نہ ہوا اور جب عطف جائز نہیں تو زَيْداً کو صرف مفعول معہ ہونے کی بناء پر منصوب ہی پڑھیں گے۔

☆فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہوگا جیسے : مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو ،اس مثال میں حَصَلَ فعل معنوی ہے جو کہ مَا کے بعد محذوف ہے یعنی:مَا حَصَلَ لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو اور اس مثال میں عَمْرٍو کا زَيْدٍ پر عطف کرنا بھی جائز ہے تو لہٰذا فعل معنوی ہونے اور عطف جائز ہونے کی صورت میں چونکہ عطف ہی متعین ہوتا ہے تو عَمْرٍو کا زَيْدٍ پر عطف کریں اور اس کو مفعول معہ نہیں بنا سکتے۔

ترکیب یوں ہوگی: مَا مبتداء، حَصَلَ فعل محذوف، اس میں ھُوَ ضمیر مرفوع متصل فاعل، لام جار، زَيْدٍ معطوف علیہ، واو حرفِ عطف اور عَمْرٍو معطوف، زَيْدٍ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر لام حرفِ جار کیلئے مجرور، جار مجرور مل کر ظرفِ مستقر ہوا فعلِ محذوف کا، حَصَلَ فعل محذوف اپنے فاعل اور ظرفِ مستقر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مَا مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

نیز فعل معنوی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگی جیسے : مَالَكَ وَ زَيْداً اس مثال میں بھی حَصَلَ فعل معنوی ہے جو کہ مَا کے بعد محذوف ہے یعنی: مَا حَصَلَ لَكَ وَ زَيْداً اور اس مثال میں زَيْداً کا کاف ضمیر مجرور متصل پر عطف کرنا جائز نہیں کیونکہ ضمیر مجرور متصل پر جوازِ عطف کیلئے حرفِ جر کا اعادہ ضروری ہوتا ہے یعنی اگر یوں ہوتا: مَا حَصَلَ لَكَ وَ لِزَيْدٍ تو زَيْدٍ کا کاف ضمیر مجرور متصل پر عطف جائز ہوتا، لیکن مثالِ مذکور مَا حَصَلَ لَكَ وَ زَيْداً میں چونکہ عطف جائز نہیں لہٰذا زَيْداً کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھیں گے۔

اسی طرح مَا شَأْنُكَ وَ عَمْرواً مثال میں فعل معنوی ہے اور عَمْرواً کا کاف ضمیر مجرور متصل پر عطف جائز نہیں لہٰذا عَمْرواً کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھیں گے۔

حال کا بیان

حال کی تعریف: حال ایسا لفظ ہے کہ جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی ہیئت کو بیان کرنے پر دلالت کرتا ہے ۔ جیسے : جَاءَنِي زَيْدٌ رَاكِباً (اس مثال میں رَاكِباً حال زَيْدٌ فاعل کی آنے کی ہیئت کو بیان کر رہا ہے کہ میرے پاس زید سوار ہونے کی حالت میں آیا) ضَرَبْتُ زَيْداً مَشْدُوْداً (اس مثال میں مَشْدُوْداً حال زَيْداً مفعول بہ کے مضروب ہونے کی ہیئت کو بیان کر رہا ہے کہ میں زید کو بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں مارا) لَقِيْتُ عَمْرواً رَاكِبَيْنِ (اس مثال میں رَاكِبَيْنِ حال فاعل و مفعول بہ دونوں کے ملنے کی ہیئت کو بیان کر رہا ہے کہ میں عمرو سے ملا اس حال کہ دونوں سوار تھے)

☆جس فاعل کی ہیئت کو بیان کیا جائے کبھی وہ فاعل معنوی بھی ہوتا ہے جیسے : زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِماً (اس مثال میں قَائِماً جس فاعل کا حال بن رہا ہے وہ لفظوں میں موجود نہیں بلکہ معنوی ہے یہ اصل میں یوں ہے: زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِماً اس میں قَائِماً ، اِسْتَقَرَّ فعل میں موجود ضمیر مستتر سے حال بن رہا ہے)

☆اسی طرح جس مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کیا جائے کبھی وہ معنوی ہوتا ہے جیسے : هٰذَا زَيْدٌ قَائِماً اس مثال زَيْدٌ ذوالحال واقع ہو رہا ہے جو کہ فعل محذوف أُشِيْرُ کا مفعول بہ ہے یعنی یہ اصل میں یوں ہے: أُشِيْرُ زَيْداً قَائِماً

☆حال کا عامل فعل یا معنی فعل ہوتا ہے ، حال کا عامل معنی فعل ہونے کی مثال : هٰذَا زَيْدٌ قَائِماً (اس مثال میں هٰذَا اسم اشارہ أُنَبِّهُ یا أُشِيْرُ کے معنی میں ہے اور یہی معنی فعل قَائِماً حال کا عامل بن رہا ہے)

☆حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے جبکہ ذو الحال اکثر معرفہ ہوتا ہے ۔

☆اگر ذو الحال نکرہ ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے جیسے : جَاءَنِي رَاكِباً رَجُلٌ اس مثال میں رَجُلٌ ذوالحال نکرہ ہے لہٰذا رَاكِباً حال کو ذوالحال پر مقدم کیا۔اور ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال اس لئے مقدم کیا جاتا ہے تاکہ ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت سے مشتبہ ہونا لازم نہ آئے جیسے: رَاَيْتُ رَجُلاً رَاكِباً اس مثال میں رَجُلاً ذوالحال نکرہ ہے اور حال ذوالحال پر مقدم نہیں ہے لہٰذا یہ اشتباہ لازم آرہا ہے کہ رَجُلاً موصوف ہے اور رَاكِباً اس کی صفت ہے۔

☆حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے : جَاءَنِي زَيْدٌ وَغُلَامُهٗ رَاكِبٌ (میرے پاس زید اس حال میں آیا کہ اس کا غلام سوار ہے)اس مثال میں غُلَامُهٗ رَاكِبٌ جملہ اسمیہ خبریہ زَيْدٌ ذوالحال کا حال واقع ہورہا ہے جَاءَنِي زَيْدٌ يَرْكَبُ غُلَامُهٗ اس مثال میں يَرْكَبُ غُلَامُهٗ جملہ فعلیہ خبریہ زَيْدٌ ذوالحال کا حال واقع ہورہا ہے۔

☆کبھی حال کے عامل کو قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جیساکہ مسافر کو کہا جاتا ہے : سَالِماً غَانِماً یعنی تَرْجِع سَالِماً غَانِماً (تو سلامتی والا اور فائدہ اٹھانے والا ہوکر لوٹ)اس مثال میں سَالِماً غَانِماً حال کا فعلِ عامل تَرْجِع محذوف ہے۔

تمییز کا بیان

تمییز کی تعریف :ایسا نکرہ جسے مقدار(عدد ، وزن ، کیل ، پیائش وغیرہ)کے بعد ذکر کیا جائے کہ جس میں ابہام ہو اور وہ نکرہ اس ابہام کو دور کردے ۔ جیسے : عِنْدِی عِشْرُوْنَ دِرْهَماً (اس مثال میں عِشْرُوْنَ عدد میں ابہام تھا کہ بیس کونسی چیز ہے دِرْهَماً تمییز نے اس ابہام کو دور کیا کہ بیس سے بیس درہم مراد ہیں)

مقدار:مقدار سے مراد جس سے کسی چیز کا اندازہ معلوم ہو اور جس سے کسی چیز کا اندازہ معلوم ہوتا ہے وہ پانچ چیزیں ہیں:(1) عدد یعنی شمار(2)وزن یعنی تول(3) کیل یعنی پیمانہ(4) مسَاحَت یعنی پیمائش(5)مِقیاس یعنی جس کے ذریعہ کسی چیز کا اندازہ اٹکل سے کیا جائے۔(بشیر الناجیہ شرح الکافیہ، حصہ 2، ص379-380)

قَفِيْزَانِ بُرًّا(گندم کے دو قفیز):اس مثال میں قفیز کیل(ناپ کا پیمانہ)میں ابہام تھا کہ کس چیز کے دو قفیز؟بُرًّا تمییز نے اس ابہام کو دور کیا کہ گندم کے دو قفیز مراد ہیں۔قفیز آٹھ مُکُوک کا ہوتا ہے اور ایک مُکُوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے یعنی ایک قفیز بارہ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً چار کلو گرام کا ہوتا ہے۔

مَنْوَانِ سَمْناً (گھی کے دو من):اس مثال میں مَن جو کہ وزن ہے اس میں ابہام تھا کہ کس چیز کے دو مَن؟سَمْناً تمیز نے اس ابہام کو دور کیا کہ گھی کے دو مَن مراد ہیں۔مَن کی مقدار مبتدا و خبر کی فصل میں بیان ہو چکی ہے۔

جَرِیْبَانِ قُطْناً (روئی کے دو جریب):اس مثال میں جَرِیْب جو کہ مِسَاحت یعنی پیائش ہے اس میں ابہام تھا جسے قُطْناً تمیز نے دور کیا۔جَرِیْب ایک پیمانہ ہے جو دس قفیز کا ہوتا ہے،جَرِیْب کی مقدار انگریزی گز سے 35 گز طول اور 35 گز عرض ہے[5]۔

عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زُبْداً (کھجور پر اسی کی مثل مکھن ہے):اس مثال میں ابہام تھا کہ کھجور پر اسی کی مثل کیا چیز ہے؟زُبْداً تمیز نے اس ابہام کو دور کیا۔یہ مقیاس کی مثال ہے کہ کھجور پر موجود مکھن کا اندازہ اٹکل سے کیا جارہا ہے۔

☆کبھی تمیز مقدار کے علاوہ سے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے : ھٰذَا خَاتَمُ حَدِیْداً اس مثال میں خَاتَمُ (انگوٹھی)میں ابہام تھا کہ کس چیز کی انگوٹھی سونے کی یا چاندی کی یا پھر لوہے وغیرہ کی حَدِیْداً تمیز نے اس ابہام کو دور کیا کہ لوہے کی انگوٹھی مراد ہے،اور انگوٹھی کوئی مقدار نہیں تو یہاں تمیز غیر مقدار سے ابہام کو دور کر رہی ہے۔یہ تمیز جو غیر مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اکثر مجرور ہوتی ہے۔

☆کبھی تمیز جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کیلئے جیسے : طَابَ زَیْدٌ علمًا اس مثال میں زید طرف اچھے ہونے کی نسبت کی گئی ہے تو اس نسبت میں ابہام تھا کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے علمًا تمیز نے اس ابہام کو دور کیا کہ زید ازروئے علم کے اچھا ہے۔

مستثنی کا بیان

مستثنی کی تعریف :ایسا لفظ جو کلماتِ استثاء کے بعد ذکر کیا جائے تاکہ یہ جانا جائے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب نہیں جو اس کے ماقبل کی طرف منسوب ہے ۔

مستثنی کی اقسام:مستثنی کی دو قسمیں ہیں : (1)مستثنی متصل (2)مستثنی منقطع

مستثنی متصل :جسے کلماتِ استثاء کے ذریعہ متعدد سے نکالا جائے جیسے : جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَیْداً اس مثال زَیْداً کو اَلْقَوْمُ متعدد سے نکالا گیا ہے تو یہ مستثنی متصل ہے۔

مستثنی منقطع :جو کلماتِ استثناء کے بعد مذکور ہو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو مستثنی منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے جیسے : جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا حِمَاراً اس مثال میں حِمَاراً کو اَلْقَوْمُ متعدد سے نہیں نکالا گیا کیونکہ گدھا قوم میں داخل ہی نہیں۔

کلام کی اقسام:کلام دو طرح کا ہوتا ہے:(1)کلامِ موجب (2)کلامِ غیر موجب

---

[5] فتاوی رضویہ،ج10،ص 239

کلام موجب: جس کلام میں نفی، نہی یا استفہام نہ اسے کلامِ موجَب کہتے ہیں۔

کلامِ غیر موجب: جس کلام میں نفی، نہی یا استفہام ہو اسے کلامِ غیر موجب کہتے ہیں۔[6]

مستثنی کے اعراب کی صورتیں

مستثنی کا اعراب چار قسم کا ہوتا ہے :

(1)مستثنی منصوب ہوتا ہے اور اس کے منصوب ہونے کی چار صورتیں ہیں :

(۱) مستثنی متصل کلامِ موجب میں إِلَّا کے بعد واقع ہو ۔ جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْداً اس مثال میں زَيْداً مستثنی متصل کلامِ موجب میں إِلَّا کے بعد واقع ہے لٰہذا مستثنی منصوب ہے۔

(۲)مستثنی منقطع ہو ۔جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا حِمَاراً اس مثال میں حِمَاراً مستثنی منقطع ہے لٰہذا مستثنی منصوب ہوگا

۔

(۳)مستثنی ، مستثنی منہ پر مقدم ہو ۔ جیسے: مَا جَاءَنِي إِلَّا زَيْداً اَحَدٌ اس مثال میں زَيْداً مستثنی اَحَدٌ مستثنی منہ سے پہلے واقع ہو رہا ہے لٰہذا مستثنی منصوب ہوگا۔

(۴)مستثنی خَلَا اور عَدَا کے بعد اکثر کے نزدیک ، جبکہ مَاخَلا ، مَاعَدَا ، لَيْسَ اور لَا يَكُونُ کے بعد سب کے نزدیک مستثنی منصوب ہوتا ہے ۔ جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْداً . جَاءَنِي الْقَوْمُ عَدَا زَيْداً وغیرہ

(2)مستثنی کلامِ غیر موجب میں إِلَّا کے بعد واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور ہو تو اس کو دو طرح سے پڑھ سکتے ہیں: (۱)منصوب (۲)ما قبل سے بدل

جیسے: مَا جَاءَنِي اَحَدٌ إِلَّا زَيْداً / مَا جَاءَنِي اَحَدٌ إِلَّا زَيْدٌ اس مثال میں زَيْد مستثنی کلامِ غیر موجَب میں إِلَّا کے بعد واقع ہوا ہے اور مستثنی منہ مذکور ہے تو اب مستثنی کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں، اسی طرح مستثنی زَيْد کو اَحَدٌ مستثنی منہ سے بدل بناتے ہوئے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(3)مستثنی مفرغ (جس کا مستثنی منہ مذکور نہ ہو) کلامِ غیر موجب میں إِلَّا کے بعد واقع ہو تو اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا:

اس صورت میں مستثنی کا اعراب مستثنی منہ محذوف کے مطابق ہوگا تو اگر محذوف مستثنی منہ مرفوع ہے تو مستثنی بھی مرفوع ہوگا اور اگر محذوف مستثنی منہ منصوب یا مجرور ہو تو مستثنی بھی منصوب یا مجرور ہوگا۔ جیسے:

---

[6] خلاصۃ النحو، حصہ اول، ص 85

مَا جَاءَنِي إِلَّا زَيْدٌ : اس مثال میں زَيْدٌ مستثنی کلامِ غیر موجب میں إِلَّا کے بعد واقع ہوا ہے اور مستثنی منہ مذکور نہیں ہے لہٰذا مستثنی کا اعراب مستثنی منہ محذوف کے مطابق ہو گا اور یہ اصل میں یوں ہے: مَا جَاءَنِي (اَحَدٌ) إِلَّا زَيْدٌ تو اس میں مستثنی منہ محذوف مرفوع ہے لہٰذا مستثنی بھی مرفوع ہو گا۔

مَا رَاَيْتُ إِلَّا زَيْداً : اس مثال میں بھی زَيْداً مستثنی کلامِ غیر موجب میں إِلَّا کے بعد واقع ہوا ہے اور مستثنی منہ مذکور نہیں لہٰذا مستثنی کا اعراب مستثنی منہ محذوف کے مطابق ہو گا اور یہ اصل میں یوں ہے: مَا رَاَيْتُ (اَحَداً) إِلَّا زَيْداً تو اس میں مستثنی منہ محذوف منصوب ہے لہٰذا مستثنی بھی منصوب ہو گا۔

مَا مَرَرْتُ إِلَّا بِزَيْدٍ : اس مثال میں بھی بِزَيْدٍ مستثنی کلامِ غیر موجب میں إِلَّا کے بعد واقع ہوا ہے اور مستثنی منہ مذکور نہیں ہے لہٰذا مستثنی کا اعراب مستثنی منہ محذوف کے مطابق ہو گا اور یہ اصل میں یوں ہے: مَا مَرَرْتُ بِاَحَدٍ إِلَّا بِزَيْدٍ تو اس میں مستثنی منہ محذوف مجرور ہے لہٰذا مستثنی بھی مجرور ہو گا۔

(4) غَيْرُ، سِوٰى، سِوَاءَ کے بعد سب کے نزدیک جبکہ حَاشَا کے بعد اکثر کے نزدیک مستثنی مجرور ہوگا: جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ ، جَاءَنِي الْقَوْمُ سِوٰى زَيْدٍ ، جَاءَنِي الْقَوْمُ سِوَاءَ زَيْدٍ ، جَاءَنِي الْقَوْمُ حَاشَا زَيْدٍ

غَيْرُ کا اعراب: غَيْرُ کا اعراب وہی ہو گا جو مستثنی کا إِلَّا کے بعد ہوتا ہے۔

جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ	مستثنی کلامِ موجب میں ہو تو منصوب ہوتا ہے اور یہاں غَيْرُ بھی کلامِ موجب میں ہے لہٰذا منصوب ہو گا۔
جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ حِمَارٍ	مستثنی منقطع ہو تو منصوب ہوتا ہے اور یہاں غَيْرُ بھی مستثنی منقطع کی مثال میں واقع ہے لہٰذا منصوب ہو گا
مَا جَاءَنِي غَيْرَ زَيْدٍ الْقَوْمُ	مستثنی، مستثنی منہ سے پہلے ہو تو منصوب ہوتا ہے لہٰذا یہاں غَيْرُ بھی منصوب ہو گا۔
مَا جَاءَنِي اَحَدٌ غَيْرُ زَيْدٍ مَا جَاءَنِي اَحَدٌ غَيْرَ زَيْدٍ	مستثنی غیر مفرغ کلامِ غیر موجب میں ہے لہٰذا غَيْرُ کو منصوب اور ما قبل سے بدل دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں
مَا جَاءَنِي غَيْرُ زَيْدٍ	مستثنی غیر مفرغ کلامِ غیر موجب میں واقع ہے لہٰذا اعراب عامل کے مطابق رفع ہو گا۔
مَا رَاَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ	مستثنی غیر مفرغ کلامِ غیر موجب میں واقع ہے لہٰذا اعراب عامل کے مطابق نصب ہو گا۔
مَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ	مستثنی غیر مفرغ کلامِ غیر موجب میں واقع ہے لہٰذا اعراب عامل کے مطابق جر ہو گا۔

فائدہ: غَیْرُ کی وضع بمعنی مُغَایِر وصفی معنی کیلئے ہوئی ہے یعنی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا مابعد یعنی مجرور اس کے ماقبل یعنی موصوف کا مُغَایِر ہے اور کبھی غَیْرُ استثناء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے[7] جیسا کہ إِلَّا کی وضع استثناء کے لیے ہوئی ہے اور کبھی یہ وصفی معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے: لَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (یعنی لَا اِلٰهَ غَیْرُ اللّٰهِ اللہ کا سوا کوئی معبود نہیں)

افعالِ ناقصہ کی خبر

افعالِ ناقصہ کی خبر افعالِ ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے ۔

افعالِ ناقصہ کی خبر معرفہ ہونے کے باوجود افعالِ ناقصہ کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے جبکہ مبتداء کی خبر اگر معرفہ ہو تو اسے مبتداء سے مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا ۔

حروفِ مشبہ بالفعل کا اسم

حروفِ مشبہ بالفعل کا اسم حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے ۔

لائے نفی جنس کا منصوب

☆لائے نفی جنس کا منصوب لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہوتا ہے ۔

☆لائے نفی جنس کے بعد مضاف اور مشابہ مضاف آتا ہے جیسے: لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ (اس مثال میں لائے نفی جنس کے بعد غُلَامُ مضاف آرہا ہے) لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَماً فِي الكِيْسِ (اس مثال میں لائے نفی جنس کے بعد عِشْرِيْنَ مشابہ مضاف آرہا ہے)

☆اگر لائے نفی جنس کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ مبنی علی الفتح ہوگا جیسے: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ (اس مثال میں لائے نفی جنس کے بعد رَجُلَ نکرہ مفردہ واقع ہوا ہے جو کہ مبنی علی الفتح ہے)

☆اگر لائے نفی جنس کے بعد معرفہ یا ایسا نکرہ ہو کہ اس نکرہ اور لائے نفی جنس کے مابین فاصلہ ہو تو وہ معرفہ اور نکرہ مرفوع ہوں گے اور دوسرے اسم کے ساتھ لائے نفی جنس کا تکرار ضروری ہوگا جیسے: لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو (اس مثال میں لائے نفی جنس کے بعد زَيْدٌ معرفہ آرہا ہے لہٰذا یہ مرفوع ہوگا اور دوسرے اسم یعنی عَمْرٌو کے ساتھ لَا کا تکرار بھی ہورہا ہے)

کلمہ غَیْرُ جب وصفی معنی میں استعمال ہوگا تو اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل نہ ہوگا جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرُ أَصْحَابِكَ (میرے پاس قوم آئی علاوہ تیرے دوستوں کے) غَیْرُ مرفوع ہوگا الْقَوْمُ کی صفت ہونے کی بناء پر، تو دوست قوم میں داخل نہیں ہوں گے، اور جب یہ استثناء کے معنی میں مستعمل ہوگا تو مستثنی، مستثنی منہ میں داخل ہوگا جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ أَصْحَابِكَ غَیْرَ منصوب ہوگا مستثنی ہونے کی بناء پر، تو دوست قوم میں داخل ہوں گے ۔ 7

لَا فِیْھَا رَجُلٌ وَ لَا اِمْرَاَۃٌ(اس مثال میں لائے نفی جنس کے رَجُلٌ نکرہ واقع ہو رہا ہے اور اس نکرہ اور لائے نفی جنس کے مابین فِیْھَا کا فاصلہ بھی ہے لہٰذا یہ نکرہ مرفوع ہے اور دوسرے اسم یعنی اِمْرَاَۃٌ کے ساتھ لَا کا تکرار بھی ہو رہا ہے)

لا حول ولا قوۃ اِلَّا باللّٰہ کی پانچ اعرابی صورتیں ہوں گی:

(۱)دونوں کو مفتوح پڑھنا جیسے:لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (حَوْلَ اور قُوَّۃَ دونوں مبنی علی الفتح ہیں)

(۲)دونوں کو مرفوع پڑھنا جیسے:لَا حَوْلُ وَ لَا قُوَّۃُ اِلَّا بِاللّٰہِ (حَوْلُ اور قُوَّۃُ دونوں معرب مرفوع ہیں)

(۳)پہلے کو مفتوح اور دوسرے کو منصوب پڑھنا جیسے: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃً اِلَّا بِاللّٰہِ(حَوْلَ مبنی علی الفتح اور قُوَّۃً معرب منصوب ہے) (۴)پہلے کو مفتوح اور دوسرے کو مرفوع پڑھنا جیسے:لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ (حَوْلَ مبنی علی الفتح اور قُوَّۃٌ معرب مرفوع ہے)

(۵)پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو مفتوح پڑھنا جیسے: لَا حَوْلٌ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (حَوْلٌ معرب مرفوع ہے اور قُوَّۃَ مبنی علی الفتح ہے)

فائدہ:لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی طرح ہر وہ اسم جس میں لَا کے ساتھ نکرہ کا تکرار بغیر فاصلے کے ہو تو معطوف اور معطوف علیہ میں مذکورہ بالا پانچ طرح کی اعرابی صورتیں ہوں گی۔

☆لائے نفی جنس کے اسم کو قرینہ پائے جانے کے وقت حذف کیا جاتا ہے جیسے:لَا عَلَیْکَ(تجھ پر کچھ حرج نہیں)اس مثال میں لائے نفی جنس کے اسم کو حذف کیا گیا ہے یہ اصل میں یوں تھا:لَا بَأْسَ عَلَیْکَ یہاں پر حذفِ اسم پر قرینہ لائے نفی جنس کا حرف جر پر داخل ہونا ہے یعنی لائے نفی جنس حرف پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں پر ہو رہا ہے تو اس قرینے سے معلوم ہوگا کہ یہاں اسمِ لَا محذوف ہے۔

مَا وَلَا مشابہ بلیس کی خبر

☆ مَا و لَا مشابہ بلیس کی خبر مَا و لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے:مَا زَیْدٌ قَائِماً(اس مثال میں قَائِماً ، مَا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے لہٰذا یہ مَا خبر ہے)،لَا رَجُلَ حَاضِراً(اس مثال میں حَاضِراً،لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے لہٰذا یہ لَا کی خبر ہے)

☆ مَا وَلَا مشابہ بلیس کا عمل باطل ہونے کی صورتیں:

(۱)خبر اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے:مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ (اس مثال میں مَا کی خبر اِلَّا کے بعد واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے مَا کا عمل باطل ہو گیا اور قَائِمٌ خبر مرفوع ہے)

(۲)خبر ، اسم سے پہلے آ جائے جیسے:مَا قَائِمٌ زَیْدٌ(اس مثال میں قَائِمٌ خبرزَیْدٌاسم سے پہلے واقع ہوئی لہٰذا مَا کا عمل باطل ہوگیا)

(۳)مَا کے بعد إنْ زائد ہو جیسے:مَا إنْ زَیْدٌ قَائِمٌ (اس مثال میں مَا کے بعد إنْ زائدہ ہونے کی وجہ سے مَا کا عمل باطل ہوگیا)

☆مَا و لَا کو عمل دینا یہ اہلِ حجاز کی لغت کے مطابق ہے جبکہ بنو تمیم مَا و لَا کو عمل ہی نہیں دیتے جیسے بنو تمیم کے شاعر کا قول:

وَ مُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهٗ انْتَسِبْ	فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ
اور کتنی ہی شاخ کی طرح پتلی کمر والیاں میں نے ان سے کہا: مائل ہو جاؤ تو اس نے جواب دیا کہ محبت کرنے والے کا قتل کرنا حرام نہیں	
اس شعر میں مَا کی خبر لفظ حَرَامٌ ہے،جو کہ مرفوع ہے لہٰذا مَا عامل نہیں،اگر مَا عامل ہو گا تو لفظ حَرَامٌ خبر ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا۔	

مجرورات کا بیان

اسم مجرور صرف مضاف الیہ ہے ۔

مضاف الیہ کی تعریف:ہر وہ اسم جس کی طرف کسی چیز کو حرفِ جر کے واسطے سے منسوب کیا جائے چاہے حرفِ جر لفظی طور پر ہویا تقدیری طور پر ۔

حرف جر لفظی کے واسطے سے کسی چیز کو منسوب کرنے کی مثال:مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اس مثال میں گزرنے کو زید کی طرف منسوب کیا گیا حرفِ جر باء کے واسطے سے،اوراس کو کہ جس میں حرفِ جر لفظی کے واسطے سے کسی چیز کو منسوب کیا جائے اصطلاح میں جار مجرور سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

حرفِ جر تقدیری کے واسطے سے کسی چیز کو منسوب کرنے کی مثال:غُلَامُ زَیْدٍ اس مثال میں غلام کو زید کی طرف منسوب کیا گیا لیکن یہاں حرفِ جر لفظی نہیں بلکہ تقدیری ہے کہ یہ اصل میں غُلَامٌ لِزَیْدٍ ہے اس کو اصطلاح میں مضاف ، مضاف الیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

☆مضاف کا تنوین اور قائم مقام تنوین (یعنی نونِ تثنیہ و نونِ جمع)سے خالی ہونا ضروری ہے جیسے:غُلَامُ زَیْدٍ ، غُلَامَا زَیْدٍ ، مُسْلِمُو مِصْرَ(ان تمام امثلہ میں مضاف تنوین اور نونِ تثنیہ و نونِ جمع سے خالی ہے)

اضافت کی اقسام

اضافت کی دو قسمیں ہیں : (1)اضافت معنویہ (2)اضافت لفظیہ

اضافت معنویہ : مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو کہ جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو ۔

☆اضافت معنویہ یا تو بمعنی لام ہوگی جیسے : غُلَامُ زَيْدٍ (یہ غُلَامٌ لِزَيْدٍ کے معنی میں ہے)

☆یا پھر بمعنی مِن جیسے : خَاتَمُ فِضَّةٍ (یہ خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ کے معنی میں ہے)

☆یا پھر بمعنی في جیسے : صَلَاةُ اللَّيْلِ (یہ صَلَاةٌ فِي اللَّيْلِ کے معنی میں ہے)

اضافتِ معنویہ کا فائدہ: (1)مضاف کو معرفہ کرنا اگر معرفہ کی طرف اضافت ہو ۔ (2) مضاف کو خاص کو کرنا اگر نکرہ نکرہ کی طرف اضافت ہو ۔

اضافت لفظیہ : مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو ۔

اضافت لفظیہ کا فائدہ : اضافتِ لفظیہ فقط لفظی تخفیف کا فائدہ دیتی ہے ، تعریف و تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی ۔

اضافت کے قواعد

☆اسم صحیح یا قائم مقام صحیح کو یائے متکلم کی طرف مضاف کردیا جائے تو اس کا آخر مکسور ہوگا اور یائے متکلم کو فتح اور سکون دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں ۔ جیسے : غُلَامِيُ اور دَلْوِيَ

☆اگر اسم کے آخر میں الف ہو اور وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کا الف برقرار رہے گا ۔ جیسے : عَصَايَ ، رَحَايَ

برخلاف قبیلہ ہذیل کے ، کیونکہ وہ الف کو یاء سے بدل دیتے ہیں اور یاء کا یاء میں ادماغ کرتے ہیں جیسے : عَصَيَّ ، رَحَيَّ

☆اگر اسم کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو اور وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا اور دوسری یاء کو مفتوح پڑھیں گے تاکہ اجتماعِ ساکنین نہ ہو ۔ جیسے : قَاضِيَّ

☆اگر اسم کے آخر میں واو ماقبل مضموم ہو اور وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو واو کو یاء سے بدلا جائے گا اور یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا ۔ جیسے : مُسْلِمِيَّ

☆اسمائے ستہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو انہیں یوں پڑھا جائے گا : أَخِيْ ، أَبِيْ ، حَمِيْ ، هَنِيْ ، فِيَّ اکثر کے نزدیک ایسے ہی کہا جائے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ فَمِيْ کہیں گے ۔

☆ ذُوْ کبھی ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور شاعر کا قول کہ جس میں ذُوْ کی اضافت اسمِ ضمیر کی طرف کی گئی ہے یہ شاذ ہے:

اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْہٗ	بے شک لوگوں میں فضیلت والوں کو وہی فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔
اس شعر کے آخر میں ذَوُوْہٗ میں ذُوْ کی اضافت ہاء ضمیر کی طرف کی گئی جو کہ شاذ (خلافِ قیاس) ہے ۔	

☆اسمائے ستہ جب مضاف نہ ہوں تو یوں کہیں گے: اَبٌ ، اَخٌ ، حَمٌ ، ھَنٌ ، فَمٌ نیز ذُوْ کبھی اضافت سے جدا ہو کر استعمال نہیں ہوتا۔

توابع کا بیان

ماقبل میں جن اسمائے معربہ کا بیان ہوچکا ان کا اعراب بالاصالت تھا اس طور پر کہ ان پر عامل داخل ہو رہے تھے جن کی وجہ سے وہ مرفوع ، منصوب یا مجرور بن رہے تھے ۔ کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل لفظ کے تابع ہوکر وہی آتا ہے جو ماقبل لفظ کا اعراب ہوتاہے ، اسے تابع کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ماقبل کی اعراب میں پیروی کرتا ہے ۔

تابع کی تعریف : ہر وہ دوسرا لفظ جسے اپنے ماقبل کا اعراب دیا گیا ہو ایک ہی جہت سے ۔

توابع کی اقسام : توابع کی پانچ قسمیں ہیں:(۱)نعت(۲)عطف بالحروف(۳)تاکید (۴)بدل(۵)عطف بیان

نعت کا بیان

نعت کی تعریف : ایسا تابع جو اپنے متبوع یا اپنے متبوع کے متعلق میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرے ۔ نعت کو صفت بھی کہا جاتا ہے ۔

اپنے متبوع میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرنے کی مثال : رَجُلٌ عَالِمٌ (علم والا مرد)

اس مثال میں عَالِمٌ تابع اپنے متبوع رَجُلٌ میں پائے جانے والے معنی علم پر دلالت کر رہا ہے ۔

اپنے متبوع کے متعلق میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرنے کی مثال : رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوْہُ

اس مثال میں عَالِمٌ تابع اپنے متبوع رَجُلٌ کے متعلق أَبُوْہُ میں پائے جانے والے معنی علم پر دلالت کر رہا ہے ۔

صفت کی قسم اول اپنے متبوع کی دس چیزوں میں پیروی کرتی ہے :

(۱)رفع (۲)نصب (۳)جر (۴)تعریف (۵)تنکیر (۶)واحد(۷)تثنیہ(۸)جمع(۹)تذکیر(۱۰)تانیث

صفت کی قسم ثانی پہلی پانچ چیزوں میں اپنے متبوع کی پیروی کرتی ہے : (۱)رفع(۲)نصب(۳)جر(۴)تعریف (۵)تنکیر

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا {النساء :75}اس آیت کریمہ میں الْقَرْيَةِ موصوف مؤنث ہےاور الظَّالِمِ اَهْلُهَا اس کی صفت مذکر ہےاور یہاں موصوف وصفت کے مابین تذکیر وتانیث میں مطابقت ضروری نہیں کیونکہ صفت کی قسمِ ثانی میں صرف پانچ چیزوں میں مطابقت ضروری ہے۔

صفت کے فوائد:

(1) **تخصیص**: اگر موصوف و صفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت لگانے سے موصوف نکرہ محضہ سے نکرہ مخصوصہ بن جاتا ہے جیسے: جَاءَنِي رَجُلٌ عَالِمٌ اس مثال میں رَجُلٌ موصوف نکرہ ہےاوراس کی صفت عَالِمٌ بھی نکرہ ہے تورَجُلٌ نکرہ مخصوصہ ہو گیا۔

(2) **توضیح** : اگر موصوف و صفت دونوں معرفہ ہوں تو صفت موصوف کی توضیح کیلئے ہوا کرتی ہے جیسے: جَاءَنِي زَيْدٌ الْفَاضِلُ اس مثال میں زَيْدٌ موصوف معرفہ ہےاوراس کی صفت الْفَاضِلُ بھی معرفہ ہے جس سے زَيْدٌ موصوف کی توضیح ہوئی۔

(3) **مدح وثناء** : کبھی صفت اپنے موصوف کی تعریف و ثناء بیان کرتی ہے جیسے:
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تسمیہ میں لفظ اَللّٰہ اسم جلالت موصوف ہےاور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس کی دو صفتیں ہیں جو کہ موصوف کی تعریف وثناء بیان کر رہی ہیں۔

(4) **ذم**: کبھی صفت اپنے موصوف کی مذمت(برائی) کرتی ہے جیسے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ تعوذ میں الشَّيْطَانِ موصوف ہےاور الرَّجِيْمِ اس کی صفت ہے جو کہ شیطان کی مذمت بیان کر رہی ہے۔

(5) **تاکید**: کبھی صفت محض تاکید کیلئے لائی جاتی ہے ۔جیسے: نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ {الحاقة : 13} اس آیت کریمہ میں نَفْخَةٌ موصوف ہےاور وَاحِدَةٌ اس کی صفت ہے جو کہ موصوف کی تاکید کیلئے لائی گئی ہے۔

تخصیص وتوضیح کا مطلب

تخصیص :نکرہ میں پائے جانے والے عموم اور ابہام کو کم کرنا تخصیص کہلاتا ہے ۔ جیسے لفظ رَجُلٌ نکرہ ہے اور یہ ہر رجل چاہے صالح یا فاسق و فاجر تمام کو عام ہے ،لیکن جب ہم رَجُلٌ صَالِحٌ کہیں گے تو رَجُلٌ میں جو عموم پایا جا رہا ہے کہ ہر طرح کے مرد کو عام ہے وہ کچھ کم ہوجائے کہ اب یہ فاسق و فاجر مرد کو شامل نہ ہوگا ۔

توضیح: معرفہ میں پائے جانے والے احتمال کو ختم کرنا ۔ جیسے زَیْدٌ معرفہ ہے ،لیکن یہ تاجر زید ، عالم زید ، ڈاکٹر زید وغیرہ سب کا احتمال رکھتا ہے ،لیکن جب ہم اس معرفہ کے ساتھ اس کی صفت لگاتے ہیں تو یہ احتمال ختم ہوجاتا ہے ۔جیسے : زَیْدٌ التَّاجِرُ کہتے ہیں تو اب اس سے عالم زید اور ڈاکٹر زید کا احتمال ختم ہوگیا ۔

☆نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کے ساتھ لائی جاتی ہے جیسے:مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْہٗ عَالِمٌ اس مثال میں رَجُلٍ موصوف نکرہ ہے اور اَبُوْہٗ عَالِمٌ جملہ اسمیہ خبریہ اس کی صفت ہے۔اسی طرح مَرَرْتُ بِرَجُلٍ قَامَ اَبُوْہٗ اس مثال میں رَجُلٍ موصوف نکرہ ہے اور قَامَ اَبُوْہٗ جملہ فعلیہ خبریہ اس کی صفت واقع ہورہاہے۔

☆ضمیریں نہ موصوف بنتی ہیں اور نہ صفت ۔

عطف بالحروف کا بیان

عطف بالحروف :ایسا تابع جس کی طرف اسی چیز کی نسبت کی گئی ہو جس چیز کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو اور یہ تابع و متبوع دونوں اس نسبت سے مقصود ہوں ۔ اسے عطف نسق بھی کہا جاتا ہے ۔

عطف بالحروف کی شرط :عطف بالحروف کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے مابین حروفِ عطف میں سے کوئی حرف ہو جیسے:قَامَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو اس مثال میں عَمْرٌو معطوف کا زَیْدٌ پر عطف ہورہاہے اور معطوف علیہ اور معطوف کے مابین واو حرفِ عطف ہے۔

ضمائر پر عطف کے قاعدے:

(1)ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنا ہو تو ضروری ہے کہ پہلے ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے پھر اس پر عطف جائز ہوگا ، بغیر ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائے اس پر عطف کرنا جائز نہ ہوگا جیسے:ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ اس مثال میں زَیْدٌ کا عطف تاء ضمیر مرفوع متصل پر کرنا جائز ہے کیونکہ تاء ضمیر مرفوع متصل کی اَنَا ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اور جب ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لائی گئی ہو تو اس پر عطف کرنا جائز ہوتا ہے۔

مگر جبکہ ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے مابین فاصلہ ہو تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائے بغیر اس پر عطف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے: ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ اس مثال میں زَیْدٌ کا تاء ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنا جائز ہے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان اَلْیَوْمَ کا فاصلہ ہے۔

(2)ضمیر مجرور متصل پر عطف کرنے کے جائز ہونے کیلئے معطوف کے ساتھ حرف جر کو دوبارہ لانا ضروری ہوتا ہے جیسے:مَرَرْتُ بِکَ وَ بِزَیْدٍ اس مثال میں زَیْدٍ کا کاف ضمیر مجرور متصل پر عطف کرنا جائز ہے کیونکہ زَیْدٍ معطوف کے ساتھ حرفِ جر کو دوبارہ لایا گیا

☆معطوف ، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی

اگر معطوف علیہ کسی چیز کی صفت ہے تو معطوف بھی صفت ہوگا جیسے : جَاءَنِي زَيْدٌ الْعَالِمُ وَ الْبَالِغُ اس مثال میں الْعَالِمُ معطوف علیہ زَيْدٌ موصوف کی صفت ہے لہٰذا الْبَالِغُ معطوف بھی زَيْدٌ کی صفت واقع ہوگا۔

اور اگر معطوف علیہ کسی چیز کی خبر ہے تو معطوف بھی خبر ہوگا جیسے : زَيْدٌ عَاقِلٌ وَ شَاعِرٌ اس مثال میں عَاقِلٌ معطوف علیہ زَيْدٌ مبتداء کی خبر واقع ہورہا ہے لہٰذا شَاعِرٌ معطوف بھی زَيْدٌ کی خبر واقع ہوگا۔

اور اگر معطوف علیہ کسی کا صلہ ہے تو معطوف بھی صلہ ہوگا جیسے : قَامَ الَّذِيْ صَلّٰى وَ صَامَ اس مثال میں صَلّٰى معطوف علیہ الَّذِيْ اسمِ موصول کا صلہ بن رہا ہے لہٰذا صَامَ معطوف بھی الَّذِيْ اسمِ موصول کا صلہ بنے گا۔

اور اگر معطوف علیہ کسی کا حال ہوگا تو معطوف بھی حال ہوگا جیسے : ضُرِبَ زَيْدٌ مَشْدُوْداً وَ قَائِماً اس مثال میں مَشْدُوْداً معطوف علیہ زَيْدٌ ذوالحال کا حال واقع رہا ہے لہٰذا قَائِماً معطوف بھی زَيْدٌ ذوالحال کا حال واقع ہوگا۔

ضابطہ :جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا درست وہاں عطف جائز اور جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا درست نہ ہو وہاں عطف ناجائز ۔

☆دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کرنا ایک ہی حرفِ عطف کے ذریعہ عطف کرنا اس صورت میں جائز ہے کہ جب معطوف علیہ مجرور ہو اور مقدم ہو مرفوع یا منصوب پر اور معطوف بھی اسی طرح مجرور ہو اور مقدم ہو مرفوع یا منصوب پر جیسے : فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَ الْحُجْرَةِ عَمْرٌو اس مثال میں الدَّارِ معطوف علیہ مجرور ہے اور زَيْدٌ مرفوع پر مقدم ہے اسی طرح الْحُجْرَةِ معطوف بھی مجرور ہے اور عَمْرٌو مرفوع پر مقدم ہے لہٰذا الْحُجْرَةِ کا الدَّارِ عطف کرنا اور عَمْرٌو کا زَيْدٌ پر ایک ہی حرفِ عطف کے ذریعہ عطف کرنا جائز ہے۔

یہ موقف جمہور نحاۃ کا ہے جبکہ اس میں دو موقف اور بھی ہیں:(1) امام فراء نحوی کے نزدیک اس طرح عطف کرنا مطلقا جائز ہے (2) امام سیبویہ نحوی کہتے ہیں کہ اس طرح کا عطف بالکل جائز ہی نہیں ۔

تاکید کا بیان

تاکید کی تعریف: ایسا تابع جو متبوع کی پختگی پر دلالت کرے اس میں جس کی متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہے یا اس بات پر دلالت کرے کہ حکم متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کو شامل ہے ۔

تاکید کی اقسام: تاکید کی دو قسمیں ہیں: (1) تاکید لفظی (2) تاکید معنوی

تاکید لفظی: جو لفظِ اول کے تکرار سے حاصل ہو جیسے : جَاءَنِي زَيْدٌ زَيْدٌ اس مثال میں تاکید پہلے لفظ زَيْدٌ متبوع کے تکرار سے حاصل ہورہی ہے، اسی طرح جَاءَ جَاءَ زَيْدٌ اس مثال میں تاکید لفظِ اول جَاءَ متبوع کے تکرار سے حاصل ہورہی ہے۔

تاکید معنوی: جو مخصوص الفاظ سے حاصل ہو ۔

تاکید معنوی کے مخصوص الفاظ: نَفْسٌ ، عَيْنٌ ، كِلَا ، كِلْتَا ، كُلٌّ ، أَجْمَعُ ، أَكْتَعُ ، أَبْتَعُ ، أَبْصَعُ.

تاکید معنوی کے مخصوص الفاظ کا استعمال

نَفْسٌ اور عَيْنٌ: نفس اور عین واحد ، تثنیہ اور جمع سب کی تاکید کیلئے آتے ہیں مؤکد کے مطابق صیغہ اور ضمیر کے بدلنے کے ساتھ جیسے: جَاءَنِي زَيْدٌ نَفْسُهٗ ، جَاءَنِي الزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا ، جَاءَنِي الزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ

جَاءَنِي زَيْدٌ عَيْنُهٗ ، جَاءَنِي الزَّيْدَانِ اَعْيُنُهُمَا ، جَاءَنِي الزَّيْدُوْنَ اَعْيُنُهُمْ

كِلَا اور كِلْتَا: كِلَا اور كِلْتَا صرف تثنیہ کی تاکید کیلئے آتے ہیں جیسے: قَامَ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا ، قَامَتِ الْمَرْاَتَانِ كِلْتَاهُمَا

كُلٌّ: كُلٌّ تثنیہ کے علاوہ واحد اور جمع کی تاکید کیلئے آتا ہے اور اس کے ایک ضمیر ہوتی ہے جو مؤکد کے مطابق بدلتی رہتی ہے جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ ، قَامَتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ

أَجْمَعُ، أَكْتَعُ، أَبْتَعُ، أَبْصَعُ: أَجْمَعُ ، أَكْتَعُ ، أَبْتَعُ ، أَبْصَعُ بھی تثنیہ کے علاوہ واحد اور جمع کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور یہ مؤکد کے مطابق بدلتے رہتے ہیں جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ أَجْمَعُوْنَ ، أَكْتَعُوْنَ ، أَبْتَعُوْنَ ، أَبْصَعُوْنَ + قَامَتِ النِّسَاءُ جُمَعُ ، كُتَعُ ، بُتَعُ ، بُصَعُ

☆ضمیر مرفوع متصل کی نَفْسٌ اور عَيْنٌ کے ساتھ تاکید (معنوی) لانی ہو تو پہلے اس کی ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے گی جیسے : ضَرَبْتَ أَنْتَ نَفْسَكَ

* كُلٌّ اور أَجْمَعُ کے ساتھ صرف اسی کی تاکید لائی جاتی ہے جس کے ایسے اجزاء اور حصے ہوں کہ جن کا حسی یا حکمی طور پر جدا ہونا صحیح ہو ۔ جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ میں قوم کی تاکید كُلٌّ کے ساتھ لائی گئی کیونکہ قوم

کے افراد کا حسی طور پر جدا ہونا صحیح ہے اسی طرح اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ میں الْعَبْدَ کی کُلٌّ کے ساتھ تاکید لائی گئی کیونکہ غلام کے اجزاء کا حکمی طور پر جدا ہونا صحیح ہے۔

☆ أَکْتَعُ، أَبْتَعُ، أَبْصَعُ یہ أَجْمَعُ کے تابع ہوتے ہیں ، ان تینوں کا أَجْمَعُ کے بغیر کوئی معنی نہیں ہوتا ، انہیں نہ تو أَجْمَعُ سے پہلے لانا جائز اور نہ ہی أَجْمَعُ کے بغیر لانا جائز ۔

بدل کا بیان

بدل کی تعریف :ایسا تابع جس کی طرف اسی چیز کی نسبت کی گئی ہو جس چیز کی اس کے ماقبل کی طرف نسبت کی گئی اور نسبت سے مقصود صرف تابع ہو نہ کہ اس کا متبوع ۔

بدل کی اقسام :بدل کی چار قسمیں ہیں : (1)بدلِ کل (2)بدلِ بعض (3)بدلِ اشتمال (4)بدلِ غلط

(1)**بدل کل** :جس کا مدلول متبوع کا مدلول ہو جیسے:جَاءَنِي زَيْدٌ اَخُوْکَ اس مثال میں اَخُوْکَ تابع اسی پر دلالت کر رہا ہے جس پر زَيْدٌ متبوع دلالت کر رہا ہے۔

(2)**بدل بعض** :جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جز ہو جیسے:ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهٗ اس مثال میں رَأْسَهٗ تابع زَيْدٌ متبوع کے مدلول کے جز پر دلالت کر رہا ہے کہ جس ذات پر زید کی دلالت ہے سر اس کا جز ہے۔

(3)**بدل اشتمال** :جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا متعلق ہو جیسے:سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ اس مثال میں ثَوْبُهٗ تابع زَيْدٌ متبوع کے مدلول متعلق ہے کہ جس ذات پر زید کی دلالت ہے کپڑے اس کا متعلق ہیں۔

(4)**بدل غلط** :جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے:جَاءَنِي زَيْدٌ جَعْفَرُ بولنا جعفر تھا غلطی سے زید بولنے کے بعد پھر جعفر بولا تو جعفر بدل غلط ہے کہ اسے غلطی کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

☆بدل اگر نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو تو بدل کی صفت لانا ضروری ہے جیسے:بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ {العلق: 1615}اس آیت کریمہ میں النَّاصِيَةِ مبدل منہ معرفہ ہے اور نَاصِيَةٍ بدل نکرہ ہے لہٰذا نَاصِيَةٍ بدل کی كَاذِبَةٍ اور خَاطِئَةٍ دو صفات لائی گئی ہیں۔

☆جب بدل معرفہ اور مبدل منہ نکرہ ہو یا بدل اور مبدل منہ دونوں نکرہ یا دونوں معرفہ ہو تو بدل کی صفت لانا ضروری نہیں

عطف بیان کا بیان

عطف بیان :ایسا تابع جو صفت نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے ، عطف بیان کسی چیز کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور نام ہوتا ہے جیسے:قَامَ اَبُو حَفْصٍ عُمَرُ اس مثال میں عُمَرُ تابع اَبُو حَفْص متبوع کی وضاحت کر رہا ہے کہ ابو حفص سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور عمر آپ رضی اللہ عنہ کا مشہور نام ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ابو حفص آپ کی کنیت اتنی مشہور نہیں۔

☆عطف بیان کا لفظی طور پر بدل سے التباس (مشتبہ ہونا) لازم نہیں آئے گا کیونکہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے اور مبدل منہ کو تمہیداً ذکر کیا جاتا ہے جبکہ عطف بیان نسبت سے مقصود نہیں ہوتا بلکہ عطف بیان کو متبوع کی وضاحت کیلئے ذکر کیا جاتا ہے

-

<table>
<tr><td>عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوْعاً</td><td>اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ</td></tr>
<tr><td colspan="2">میں بکری بشر کو قتل کرنے والے کا بیٹا ہوں (وہ بکری بشر کہ) جس پر پرندے واقع ہونے انتظار کر رہے ہیں</td></tr>
<tr><td colspan="2">اس شعر میں بِشْرٍ عطف بیان ہے الْبِكْرِيِّ کا،اور یہاں بِشْرٍ کو الْبِكْرِيِّ کا بدل نہیں بنا سکتے،کیونکہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی بدل کا وہی عامل ہوتا ہے جو کہ مبدل منہ کا عامل ہوتا ہے تو اگر ہم بِشْرٍ کو الْبِكْرِيِّ کا بدل بنائیں گے تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ التَّارِكِ صیغۂ صفت جو الْبِكْرِيِّ مبدل منہ کا عامل ہے وہی بِشْرٍ بدل کا بھی عامل ہو اور التَّارِكِ صیغۂ صفت کا بِشْرٍ عامل ہو نادرست نہیں،کیونکہ التَّارِكِ صیغۂ صفت معرف باللام ہے اور صیغۂ صفت معرف باللام کی اضافت معرف باللام کی طرف کرنا تو درست ہے لیکن صیغۂ صفت معرف باللام کی اضافت غیر معرف باللام کی طرف کرنا درست نہیں،تو اگر ہم بِشْرٍ کو الْبِكْرِيِّ کا بدل بناتے ہیں تو صیغۂ صفت معرف باللام کی غیر معرف باللام کی طرف اضافت کرنا لازم آئے گا لہٰذا یہاں بِشْرٍ کو الْبِكْرِيِّ کا بدل نہیں بنا سکتے بلکہ بِشْرٍ الْبِكْرِيِّ کا عطف بیان بنے گا۔
ترکیب اس طرح ہوگی:
اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ:اَنَا ضمیر مرفوع منفصل مبتداء،ابْنُ مضاف،التَّارِكِ صیغۂ صفت مضاف الْبِكْرِيِّ مبین بِشْرٍ عطف بیان، مبین اور عطف بیان مل کر التَّارِكِ صیغۂ صفت مضاف کا مضاف الیہ ہوا،صیغۂ صفت مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ابْنُ مضاف کیلئے مضاف الیہ ہوا،ابْنُ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر اَنَا ضمیر مرفوع منفصل مبتداء کیلئے خبر ہوا،مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔</td></tr>
</table>

الباب الثانی فی الاسم المبنی

اسم مبنی :ایسا اسم جو اپنے غیر کے ساتھ ملے بغیر واقع ہو یا مبنی الاَصل کے مشابہ ہو ۔ جیسے: ا، ب، ت، ث وغیرہ(یہ تمام حروف اپنے غیر کے ساتھ ملے ہوئے نہیں لہٰذا یہ مبنی ہیں)اَحَدٌ ، اِثْنَانِ ، ثَلَاثَۃٌ (یہ اسمائے عدد بھی اپنے غیر کے ساتھ ملے ہوئے نہیں لہٰذا یہ بھی مبنی ہیں)اسی طرح زَیْدٌ جبکہ یہ اپنے غیر کے ساتھ ملے بغیر اکیلا واقع ہو تو یہ سکون پر مبنی بالفعل ہوگا لیکن اس میں معرب ہونے کی قوت ہے کہ یہ اپنے غیر کے ساتھ مل کر معرب ہو جائے گا۔

مبنی الاصل: مبنی الاصل تین ہیں:(1)فعل ماضی (2)امر حاضر معروف (3)تمام حروف

مبنی الأصل سے مشابہت کی صورتیں :

(۱)کوئی اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہونے میں مبنی الاصل کے مشابہ ہو یعنی جس طرح مبنی الاصل حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح کوئی اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج ہو جیسا کہ اسمائے اشارہ و اسمائے موصولات اپنے معنی پر دلالت کرنے مشار الیہ اور صلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۲)کوئی اسم تین حروف سے کم پر مشتمل ہونے میں مبنی الاصل کے مشابہ ہو یعنی جس طرح مبنی الاصل حرف تین حروف سے کم پر مشتمل ہوتا ہے(جیسے:مِنْ ، عَنْ ، فِی وغیرہ)اسی طرح کوئی اسم تین حروف سے کم پر مشتمل ہو جیسے:ذَا اسم اشارہ،مَنْ اسمِ موصول

(۳)کوئی اسم حرف کے معنی کو متضمن ہونے میں مبنی الاصل کے مشابہ ہو جیسے:اَحَدَ عَشَرَ یہ حرفِ عطف واو کے معنی کو متضمن ہے کیونکہ یہ اصل میں اَحَدٌ وَ عَشَرٌ تھا،اسی طرح اسمائے شرط واسمائے استفہام حروفِ شرط و حروفِ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔

مبنی کا حکم :مبنی کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا ۔

مبنی کی حرکات کے نام : ضم ، فتح ، کسر ، اور مبنی کے سکون کو وقف کہتے ہیں ۔

مبنی کی اقسام:مبنی کی آٹھ اقسام ہیں:(۱)اسمائے ضمائر(۲)اسمائے اشارات(۳)اسمائے موصولات (۴) اسمائے افعال(۵)اُصوات (۶)مرکبات (۷)اسمائے کنایات (۸)بعض ظروف

اسمِ ضمیر کا بیان

اسم ضمیر :ایسا اسم جسے متکلم ، مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر لفظی یا معنوی یا حکمی طور پر گزر چکا ہو ۔

ضمیر کی اقسام: ضمیر کی دو قسمیں ہیں: (۱)ضمیر متصل (۲)ضمیر منفصل

ضمیر متصل :جو اکیلی استعمال نہ ہوتی ہو ، ضمیر متصل یا تو مرفوع ہوتی ہے یا منصوب یا پھر مجرور

ضمیر منفصل :جو اکیلی استعمال ہوتی ہو، ضمیر منفصل یا تو مرفوع ہوتی ہے یا پھر منصوب

ضمیر مرفوع متصل :ضَرَبَ ، ضَرَبَا ، ضَرَبُوْا ، ضَرَبَتْ ، ضَرَبَتَا ، ضَرَبْنَ ، ضَرَبْتَ ، ضَرَبْتُمَا ، ضَرَبْتُمْ ، ضَرَبْتِ ، ضَرَبْتُمَا ، ضَرَبْتُنَّ ، ضَرَبْتُ ، ضَرَبْنَا

ضمیر منصوب متصل : ضمیر منصوب متصل کبھی فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے:ضَرَبَهٗ ، ضَرَبَهُمَا ، ضَرَبَهُمْ ، ضَرَبَهَا ، ضَرَبَهُمَا ، ضَرَبَهُنَّ ، ضَرَبَكَ ، ضَرَبَكُمَا ، ضَرَبَكُمْ ، ضَرَبَكِ ، ضَرَبَكُمَا ، ضَرَبَكُنَّ ، ضَرَبَنِي ، ضَرَبَنَا.

اور کبھی ضمیر منصوب متصل حرفِ مشبہ بالفعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے: إِنَّهٗ ، إِنَّهُمَا ، إِنَّهُمْ ، إِنَّهَا ، إِنَّهُمَا ، إِنَّهُنَّ ، إِنَّكَ ، إِنَّكُمَا ، إِنَّكُمْ ، إِنَّكِ ، إِنَّكُمَا ، إِنَّكُنَّ ، إِنَّنِي ، إِنَّنَا.

ضمیر مجرور متصل : ضمیر مجرور متصل کبھی اسم کے ساتھ متصل ہوتی ہے:غُلَامُهٗ ، غُلَامُهُمَا ، غُلَامُهُمْ ، غُلَامُهَا ، غُلَامُهُنَّ ، غُلَامُكَ ، غُلَامُكُمَا ، غُلَامُكُمْ ، غُلَامُكِ ، غُلَامُكُمَا ، غُلَامُكُنَّ ، غُلَامِي ، غُلَامُنَا.

اور کبھی ضمیر مجرور متصل حرفِ جر سے متصل ہوتی ہے: لَهٗ ، لَهُمَا ، لَهُمْ ، لَهَا ، لِهُمَا ، لَهُنَّ ، لَكَ ، لَكُمَا ، لَكُمْ ، لَكَ ، لَكُمَا ، لَكُنَّ ، لِيْ ، لَنَا .

ضمیر مرفوع منفصل :هُوَ ، هُمَا ، هُمْ ، هِيَ ، هُمَا ، هُنَّ ، أَنْتَ ، أَنْتُمَا ، أَنْتُمْ ، أَنْتِ ، أَنْتُمَا ، أَنْتُنَّ ، أَنَا ، نَحْنُ .

ضمیر منصوب منفصل :إِيَّاهٗ ، إِيَّاهُمَا ، إِيَّاهُمْ ، إِيَّاهَا ، إِيَّاهُمَا ، إِيَّاهُنَّ ، إِيَّاكَ ، إِيَّاكُمَا ، إِيَّاكُمْ ، إِيَّاكِ ، إِيَّاكُمَا ، إِيَّاكُنَّ ، إِيَّايَ ، إِيَّانَا

ضمیر مرفوع متصل درج ذیل افعال میں مستتر ہوتی ہے :

فعل ماضی کے ان صیغوں میں :

(۱)صیغہ واحد مذکر غائب : ضَرَبَ(۲)صیغہ واحد مؤنث غائب : ضَرَبَتْ

فعل مضارع کے ان صیغوں میں:

(۱)صیغہ واحد متکلم : أَضْرِبُ (۲)صیغہ جمع متکلم : نَضْرِبُ(۳)صیغہ واحد مذکر حاضر : تَضْرِبُ (۴)صیغہ واحد مذکر غائب : یَضْرِبُ (۵)صیغہ واحد مونث غائب : تَضْرِبُ

صفت (یعنی اسم فاعل ، اسم مفعول ، اسم تفضیل ، صفت مشبہ وغیرہ) کے صیغوں میں مطلقاً ضمیر مرفوع منفصل مستتر ہوتی ہے ۔

☆ضمیر منفصل کو ضمیر متصل لانے کے متعذر ہونے کے وقت لایا جاتا ہے ۔

ضمیر شان اور ضمیر قصہ: کبھی جملہ کے شروع میں ایک ضمیر ہوتی ہے جس کی مابعد جملہ تفسیر بیان کرتا ہے اگر وہ ضمیر مذکر کی ہو تو اسے ضمیر شان اور اگر وہ ضمیر مؤنث کی ہو تو اسے ضمیر قصہ کہا جاتا ہے ۔

ضمیر شان کی مثال : قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ اس آیت کریمہ میں هُوَ ضمیر جملہ کے شروع میں ہے جس کی اللهُ أَحَدٌ مابعد جملہ اسمیہ تفسیر بیان کررہاہے اور یہ ضمیر مذکر کی ہے تو اسے ضمیر شان کہیں گے۔

ضمیر قصہ کی مثال : إِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ اس مثال میں هَا ضمیر جملہ کے شروع میں جس کی زَيْنَبُ قَائِمَةٌ مابعد جملہ اسمیہ تفسیر بیان کررہاہے اور یہ ضمیر مؤنث کی ہے تو اسے ضمیر قصہ کہیں گے۔

ضمیر فصل: جب خبر معرفہ یا اسم تفضیل ہو تو مبتداء و خبر کے مابین ضمیر مرفوع منفصل آتی ہے جو کہ مبتداء کے مطابق ہوا کرتی ہے ، اس ضمیر کو ضمیر فصل کہا جاتا ہے ۔ زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ اس مثال میں خبر معرفہ ہے لہٰذا مبتداء و خبر کے مابین ضمیر مرفوع منفصل ہے اور یہ مبتداء کے مطابق ہے اور اسے اس لیے لایا گیا ہے تاکہ یہ خبر اور صفت کے مابین فرق کرے کہ الْقَائِمُ خبر ہے نہ کہ صفت ہے۔ كَانَ زَيْدٌ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اس مثال میں خبر اسم تفضیل ہے لہٰذا زَيْدٌ مبتداء اور أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو خبر کے مابین هُوَ ضمیر مرفوع متصل ہے جو کہ مبتداء کے مطابق ہے اسے ضمیر فصل کہتے ہیں۔

اسمائے اشارہ کا بیان

اسم اشارہ کی تعریف : جسے مشار الیہ پر دلالت کرنے کیلئے بنایا گیا ہو ۔

اسمائے اشارہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے:

(۱) واحد مذکر کیلئے : ذَا (۲)تثنیہ مذکر کیلئے : ذَانِ ، ذَيْنِ (۳)واحد مؤنث کیلئے : تَا ، تِيْ ، ذِيْ ، تِه ، ذِه ، تِهِي ، ذِهِي (٤)تثنیہ مؤنث کیلئے : تَانِ ، تَيْنِ (۵)جمع مذکر و جمع مؤنث کیلئے : أُوْلَاءِ

☆کبھی اسمائے اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ لاحق ہوا کرتی ہے جیسے : هٰذَا ، هٰذِهِ ، هٰذَانِ ، هٰؤُلَاءِ ۔
☆ اسمائے اشارہ کے آخر میں حرفِ خطاب متصل ہوتا ہے اور حرفِ خطاب بھی پانچ ہیں(كَ ، كُمَا ، كُمْ ، كِ ، كُنَّ)اور اسمائے اشارہ بھی پانچ ہیں تو یہ پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہوجائیں گے ، جوکہ درج ذیل ہیں :

ذَاكَ	ذَانِكَ	تَاكَ	تَانِكَ	أُوْلَائِكَ
ذَاكُمَا	ذَانِكُمَا	تَاكُمَا	تَانِكُمَا	أُوْلَائِكُمَا
ذَاكُمْ	ذَانِكُمْ	تَاكُمْ	تَانِكُمْ	أُوْلَائِكُمْ
ذَاكِ	ذَانِكِ	تَاكِ	تَانِكِ	أُوْلَائِكِ
ذَاكُنَّ	ذَانِكُنَّ	تَاكُنَّ	تَانِكُنَّ	أُوْلَائِكُنَّ

☆اسم اشارہ ذَا قریب چیز کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ، اسم اشارہ ذَالِكَ بعید چیز کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اور اسم اشارہ ذَاكَ متوسط کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے ۔

اسم موصول کا بیان

اسم موصول :ایسا اسم جو اپنے مابعد صلہ سے ملے بغیر کسی جملے کا جزءِ تام بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو ۔

صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے ، صلہ میں ایک عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے کہ جو اسم موصول کی طرف لوٹے ۔

اسمائے موصولہ :(1)واحد مذکر کیلئے : اَلَّذِيْ (2)تثنیہ مذکر کیلئے : اَللَّذَانِ ، اَللَّذَيْنِ(3)جمع مذکر کیلئے : اَلْأُلٰی(4)واحد مؤنث کیلئے : اَلَّتِيْ (5)تثنیہ مؤنث کیلئے : اَللَّتَانِ ، اَللَّتَيْنِ(6)جمع مؤنث کیلئے : اَللَّاتِيْ ، اَللَّوَاتِيْ ، اَللَّاءِ ، اَللَّائِيْ

☆ ذُوْ لغتِ بنی طی میں اَلَّذِي کے معنی میں بھی آتا ہے ، جیساکہ بنی طی کی لغت کے کسی شاعر کا شعر ہے :

فَإِنَّ الْمَاءَ مَاءُ أَبِيْ وَجَدِّيْ	وَبِئْرِيْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَيْتُ
بے شک پانی میرے باپ دادا کا ہے	اور میرا کنواں کہ جسے میں کھودا اور میں نے ہی اس کی چنائی کی
اس شعر میں ذُوْ ، اَلَّذِی کے معنی میں ہے یعنی:اَلَّذِی حَفَرْتُهٗ وَ الَّذِی طَوَيْتُهٗ	

☆جو الف لام اَلَّذِی کے معنی میں ہو اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے ۔ جیسے : جَاءَنِيْ الضَّارِبُ زَيْداً (اس مثال میں الضَّارِبُ میں موجود الف لام بمعنی اَلَّذِی ہے جس کا صلہ ضَارِب اسم فاعل بن رہا ہے) جَاءَنِيْ الْمَضْرُوْبُ غُلَامُهٗ (اس مثال میں الْمَضْرُوْبُ میں موجود الف لام بمعنی اَلَّذِیْ ہے جس کا صلہ مَضْرُوْب اسمِ مفعول بن رہا ہے)

☆اگر عائد مفعول ہو تو اسے الفاظ سے حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے : قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ (یہ اصل میں یوں تھا: قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ ، ضَرَبْتُهٗ صلہ میں ھاء ضمیر منصوب متصل عائد ہے اور عائد یہاں مفعول واقع ہو رہا ہے لہٰذا جوازی طور پر اسے حذف کیا گیا)

☆أَيٌّ اور أَيَّةٌ معرب ہیں مگر جبکہ ان کا صدرِ صلہ محذوف ہو تو اس صورت میں انہیں مبنی بر ضم پڑھنا بھی جائز ہے جیسے: رب تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيّاً { مریم :69} (پھر ہم ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا) اس آیت کریمہ میں أَيٌّ اسمِ موصول کا صدرِ صلہ محذوف ہے یعنی: اَيُّهُمْ هُوَ اَشَدُّ تو یہاں هُوَ صدرِ صلہ محذوف ہے لہٰذا أَيُّ مبنی بر ضم ہے۔

اسمائے افعال کا بیان

اسم فعل کی تعریف: ہر وہ اسم جو فعلِ امر یا فعلِ ماضی کے معنی میں ہو ۔

اسم فعل بمعنی امر کی مثال: رُوَيْدَ زَيْداً (اس مثال میں رُوَيْدَ اسم فعل ہے جوکہ أَمْهِلْ فعل امر حاضر کے معنی میں ہے)

اسم فعل بمعنی ماضی کی مثال: هَيْهَاتَ زَيْدٌ (اس مثال میں هَيْهَاتَ اسم فعل ہے جوکہ بَعُدَ فعل ماضی کے معنی میں ہے)

☆فَعَالِ کے وزن پر ثلاثی مجرد سے اسم فعل بمعنی امر قیاسی طور پہ بنتا ہے ۔ جیسے : نَزَالِ (یہ إِنْزِلْ فعل امر کے معنی میں ہے) تَرَاكِ (یہ أُتْرُكْ فعل امر کے معنی میں ہے)

فَعَالِ کا وزن بطورِ مصدر معرفہ کے بھی آتا ہے جیساکہ فَجَارِ یہ مصدر معرفہ الفُجُوْر کے معنی میں ہے ۔

فَعَالِ کا وزن بطورِ مونث کی صفت کے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے فَسَاقِ یہ فَاسِقَةٌ کے معنی میں ہے جوکہ مؤنث کی صفتِ مذمومہ ہے اسی طرح لَكَاعِ (بیوقوف عورت ، کمینی عورت) یہ لَا كِعَةٌ کے معنی میں ہے جو کہ مؤنث کی صفت ہے۔

فَعَالِ کا وزن مؤنث ذات کے عَلَم کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے قَطَامِ (عورت کا نام) ، غَلَابِ (عورت کا نام) حَضَارِ (ستارے کا نام)

فَعَالِ وزن کے ان تینوں استعمال کا اسمائے افعال سے تعلق نہیں انہیں اسمائے افعال کی بحث میں محض فَعَالِ بمعنی الأمر کی مناسبت وجہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح فَعَالِ بمعنی الأمر مبنی ہوتا ہے اسی طرح یہ تینوں بھی مبنی ہوتے ہیں اور وزن میں بھی ایک جیسے ہیں ۔

اصوات

اصوات: ہر وہ لفظ جس کے ذریعہ کوئی آواز بیان کی جائے جیسے : غَاقِ(یہ کوے کی آواز کو بیان کرنے کیلئے بولا جاتا ہے) یا جس کے ذریعہ کسی جانور کو آواز دی جائے . جیسے : نَخّ (اونٹ کو بٹھانے کیلئے اس طرح کی آواز دی جاتی ہے)

مرکبات کا بیان

مرکبات : ہر وہ اسم جو ایسے دو کلموں کو ملا کر بنایا گیا ہو جن کے مابین کوئی نسبت نہ ہو ۔

اس کی دو صورتیں ہیں :

(1) اگر دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل ہو تو ان دونوں کلموں کو مبنی بر فتح پڑھنا ضروری ہوتا ہے جیسے : أَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک ، علاوہ إِثْنَا عَشَرَ کے کہ یہ معرب ہوتا ہے ۔

(2) اگر دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل نہ ہو تو پہلے کلمہ کو مبنی بر فتح پڑھیں گے اور دوسرے کو غیر منصرف والا اعراب دیں گے ۔ جیسے : بَعْلَبَكُّ .

کنایات

اسمائے کنایات : وہ اسماء جو مبہم (پوشیدہ) عدد یا مبہم بات پر دلالت کرے ۔

مبہم عدد پر دلالت کرنے والے اسمائے کنایہ : یہ دو ہیں:(1) كَمْ (2) كَذَا

مبہم بات پر دلالت کرنے والے اسمائے کنایہ : یہ بھی دو ہیں:(1) كَيْتَ (2) ذَيْتَ

كَمْ کی اقسام: كَمْ کی دو قسمیں ہیں : (1) استفہامیہ (2) خبریہ

كَمْ استفہامیہ : كَمْ استفہامیہ کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے ۔ جیسے : كم رجلا عندك ؟

كَمْ خبریه :کَمْ خبریہ کی تمیز مفرد مجرور اور جمع مجرور دونوں طرح آتی ہے ، کَمْ خبریہ کا معنی کثرت بیان کرنا ہوتا ہے جیسے : کَمْ مَالٍ أَنْفَقْتُهٗ (میں کتنا ہی مال خرچ کیا یعنی میں نے بھت سارا مال خرچ کیا) کَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ (میں کتنے ہی مردوں سے ملا یعنی میں کئی مردوں سے ملا)

☆ کَمْ استفہامیہ اور خبریہ دونوں کی تمیز پر مِن بھی داخل ہوتا ہے ۔

☆ کبھی کَمْ کی تمیز کو قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جیسے : کَمْ مَالُكَ ؟ (تمہارا کتنا مال ہے ؟ یعنی کَمْ دِيْنَاراً مَالُكَ ؟ کتنے دینار تمہارا مال ہے)

كَمْ کا اعراب:

کَمْ چاہے خبریہ ہو یا استفہامیہ دونوں صورتوں میں محلاً منصوب ، محلاً مجرور اور محلاً مرفوع ہوتا ہے ۔

كَمْ کا محلاً منصوب ہونا :جب کَمْ کے بعد ایسا فعل ہو کہ جو اپنی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے کَمْ میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو بلکہ کَمّ میں عمل کر رہا ہو ۔

كَمْ کے محلاً منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) یا تو کَمْ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہوگا : کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتُ ؟ کَمْ غُلَامٍ مَلَكْتُ.

(۲) یا پھر مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے کَمْ محلاً منصوب ہوگا : کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ؟ کَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ.

(۳) یا پھر مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے کم محلاً منصوب ہوگا : کَمْ يَوْماً سِرْتَ ؟ کَمْ يَوْمٍ صُمْتُ.

كَمْ کا محلاً مجرور ہونا :جب کَمْ سے پہلے حرفِ جر یا مضاف ہو تو کَمْ محلاً مجرور ہوگا : بِكَمْ رَجُلاً مررتَ؟ عَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ ،،، غُلَامَ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ ؟ مَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ.

كَمْ کا محلاً مرفوع ہونا :جب کَمْ محلاً منصوب اور محلاً مجرور نہ ہو تو پھر محلاً مرفوع ہوگا اور اس کے محلاً مرفوع ہونے کی دو صورتیں ہیں :

(۱) یا تو کَمْ مبتداء ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہوگا جبکہ کَمْ ظرف نہ ہو ۔ جیسے : کَمْ رَجُلاً أَخُوْكَ ؟ کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ.

(۲) یا پھر کَمْ خبر ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہوگا جبکہ کَمْ ظرف ہو ۔ کَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ ؟ کَمْ شَهْرٍ صَوْمِيْ .

ظروفِ مبنیہ کا بیان

ظروف مبنیہ کئی اقسام پر ہیں :

(1)جو ظروف اضافت سے منقطع کیے گئے ہوں اس طرح کہ ان کا مضاف الیہ محذوف ہو جیساکہ قَبْلُ ، بَعْدُ ، فَوْق ، تَحْت وغیرہ

تو جب ان کا مضاف الیہ محذوف متکلم کے ذہن میں موجود ہو تو یہ مبنی بر ضم ہوں گے اور اگر متکلم کے ذہن میں موجود نہ ہو تو یہ معرب ہوں گے ۔

خلاصہ کلام یوں ہے کہ قَبْلُ ، بَعْدُ ، فَوْق ، تَحْت وغیرہ کی تین صورتیں ہیں:

(۱)مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ مذکور ہو تو یہ معرب ہوں گے ۔

(۲)مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو اگر متکلم کے ذہن میں موجود ہے تو یہ مبنی بر ضم ہوں گے

(۳)مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ مذکور نہ ہو اور نہ ہی متکلم کے ذہن میں موجود ہو تو بھی یہ معرب ہوں گے ۔

مقطوع عن الاضافہ ظروف کو غایات کہا جاتا ہے ۔

(2)حَيْثُ : حَيْثُ غایات کے مشابہ ہوتا ہے اس طرح کہ یہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملہ کی طرف اضافت ایسی ہے کہ جیسے اضافت ہی نہیں ، کیونکہ جملہ کی طرف اضاف درحقیقت مضمونِ جملہ کی طرف اضافت ہوتی ہے اور مضمونِ جملہ مذکور نہیں ہوتا ہے تو گویا کہ حَيْثُ بھی مقطوع عن الاضافہ ہوا کہ یہ مضاف تو ہے لیکن اس کا مضاف الیہ مذکور نہیں اور غایات بھی مضاف تو ہوتے ہیں لیکن ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ مبنی ہوتے ہیں اسی طرح حَيْثُ جو حکمی طور پر مقطوع عن الاضافہ ہے یہ بھی ظروفِ مبنیہ میں سے ہے ۔

حَيْثُ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے : سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (الأعراف:۱۸۲) عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ(عذاب کی طرف) لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

کبھی حَيْثُ مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے : أَمَاتَرٰی حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعاً (کیا تو سہیل نامی ستارے کی جگہ کو نہیں دیکھتا اس کے طلوع ہونے کی حالت میں) اس مثال میں حَيْثُ کی سُهَيْلٍ مفرد کی طرف اضافت ہورہی ہے ۔

لیکن حَیْثُ کے عمومی استعمال کی شرط یہ ہے کہ یہ جملہ کی طرف مضاف ہو جیسے : إِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ(وہاں بیٹھو جہاں زید بیٹھتا ہے)

(3)إِذَا مستقبل کے معنی دیتا ہے اور جب إِذَا ماضی پر داخل ہوگا تو اسے مستقبل کے معنی میں کردے گا جیساکہ : إذا جاء نصر الله و الفتح (النصر:۱)جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔

إِذَا میں شرط کے معنی بھی ہوتے ہیں ،نیزإِذَا کے بعد جملہ اسمیہ کا واقع ہونا بھی درست ہے جیسے : آتِيْكَ إِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ (میں آپ کے آؤں گا جبکہ سورج طلوع ہوگا) ،لیکن زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ إِذَا کے بعد جملہ فعلیہ واقع ہو ۔ آتِيْكَ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ(میں آپ کے پاس آؤں گا جبکہ سورج طلوع ہوگا)

کبھی إِذَا مفاجاۃ(بمعنی اچانک) کے بھی ہوتا ہے اس وقت إِذَا کے بعد جملہ اسمیہ کا واقع ہونا پسندیدہ ہوتا ہے ۔ خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ(میں نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درندہ کھڑا تھا)

(4)إِذْ ماضی کیلئے آتا ہے ، اور اس کے بعد دونوں جملے (اسمیہ و فعلیہ) واقع ہیں جیسے : جِئْتُكَ إِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ، جِئْتُكَ إِذِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ(میں آپ کے پاس آیا جبکہ سورج طلوع ہوا)

(5-6) أَيْنَ ، أَنَّى یہ دونوں مکان کیلئے آتے ہیں ، یہ دونوں استفہام کا معنی بھی دیتے ہیں جیسے : أَيْنَ تَمْشِيْ (آپ کہاں چل رہے ہیں؟) ، أَنَّى تَقْعُدُ (آپ کہاں بیٹھوگے؟) أَيْنَ تَجْلِسْ أَجْلِسْ(جہاں تم بیٹھوگے وہاں میں بیٹھوں گا) أَنَّى تَقُمْ أَقُمْ (جہاں تم کھڑے ہوؤگے وہاں میں ہوؤں گا)

(7)مَتَى زمان کیلئے آتا ہے ، یہ بھی شرط و استفہام دونوں کا معنی دیتا ہے جیسے : مَتَى تَصُمْ أَصُمْ (جب آپ روزہ رکھوگے تب میں رکھوں گا) ، مَتَى تُسَافِرُ (آپ سفر کب کروگے؟)

(8)كَيْفَ حال کے بارے میں سوال کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : كَيْفَ أَنْتَ؟ آپ کس حال میں ہیں ؟

(9)أَيَّانَ زمان کیلئے آتا ہے اور یہ استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے : أَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ (الذاریات:۱۲) قیامت کا دن کب ہوگا۔

(10-11)مُذْ اور مُنْذُ دو معنی میں استعمال ہوتے ہیں:(۱)ابتدائی مدت کو بیان کرنے کے معنی میں آتے ہیں جبکہ مُذْ اور مُنْذُ مَتَى کا جواب بن سکتے ہوں جیسے : مَا رَأَيْتُهُ مُذْ أَوْ مُنْذُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ(میں نے اسے جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا) تو یہ مَتَى کے ذریعہ کیے گئے سوال کا جواب بن سکتا ہے جیسے : مَتَى مَا رَأَيْتَ زَيْداً (تو نے زید کو کب سے نہیں دیکھا؟)

(۲)مکمل مدت کو بیان کرنے کے معنی میں آتے ہیں جبکہ مُذْ اور مُنْذُ کَمْ کا جواب بن سکتے ہوں جیسے :مَارَأَیْتُہُ مُذْ أَوْ مُنْذُ یَوْمَانِ(میں نے اسے دو دن سے نہیں دیکھا) یہ کَمْ کے ذریعہ کئے گئے سوال کا جواب بن سکتا ہے : کَمْ مُدَّۃً مَارَأَیْتَ زَیْداً (کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا؟)

(12-13)لَدٰی اور لَدُنْ یہ دونوں عِنْدَ کے معنی میں ہوتے ہیں مگر ان دونوں اور عِنْدَ میں فرق یہ ہے کہ عِنْدَ ہے استعمال میں چیز کا موجود ہونا شرط نہیں جبکہ ان کے استعمال میں چیز کا موجود ہونا شرط ہے ۔

(14)قَطُّ یہ ماضی منفی کیلئے آتا ہے جیسے : مارَأَیْتُہُ قَطُّ(میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا)

(15)عَوْضُ یہ مستقبل منفی کیلئے آتا ہے جیسے : لَا أَضْرِبُہُ عَوْضُ (میں اسے کبھی نہیں ماروں گا)

قاعدہ نمبر1: جب کوئی ظرفِ معرب جملہ یا لفظِ إِذْ کی طرف مضاف ہو تو اس ظرفِ معرب کو مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے ۔

قاعدہ نمبر2:مِثْلُ یا غَیْرُ ، مَا ، أَنْ یا أَنَّ کے ساتھ ہوں تو مِثْلُ ، غَیْرُ کو مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے ۔

(16)أَمْسِ اہلِ حجاز کے نزدیک یہ بھی ظروفِ مبنیہ میں سے ہے ۔

معرفہ ونکرہ کا بیان

تعریف و تنکیر کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں : (1)معرفہ (2)نکرہ

معرفہ:جو کسی معین(خاص) چیز کیلئے بنایا گیا ہو **نکرہ** :جو کسی غیر معین(غیر خاص) چیز کیلئے بنایا گیا ہو

معرفہ کی اقسام :معرفہ کی چھ قسمیں ہیں : (۱)ضمیر (۲)عَلَم (۳)مبہمات (یعنی اسمائے اشارہ و اسمائے موصولہ) (۴)معرف باللام (۵)مذکورہ معرفہ کی اقسام میں سے کسی ایک کی طرف جو مضاف ہو (۶)معرف بالنداء

عَلَم کی تعریف :جسے یکبارگی ایسی معین چیز کے لیے بنایا گیا ہو جو اس معین چیز کے علاوہ کو شامل نہ ہو ۔

معرفہ کی اقسام میں ترتیب :أعرف المعارف ضمیر متکلم ہے پھر ضمیر مخاطب پھر ضمیر غائب ، پھر عَلم پھر مبہمات (یعنی اسمائے اشارہ و اسمائے موصولہ) پھر معرف باللام پھر معرف بالنداء ، اور مضاف ، مضاف الیہ کی قوت میں ہوتا ہے یعنی وہ بھی اسی طرح کا معرفہ ہوتا ہے جس معرفہ کی طرف وہ مضاف ہوتا ہے ۔

اسمائے عدد کا بیان

اسمائے عدد کی تعریف :وہ اسماء جو اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیے گئے ہوں ۔

اصولِ عدد :اصولِ عدد سے مراد وہ الفاظِ عدد ہیں کہ جن سے تمام اسمائے عدد بنتے ہیں یعنی وہ اسمائے عدد کی اصل ہیں اور باقی اسمائے عدد ان کی فرع ہوتے ہیں ، اصولِ اسمائے عدد بارہ ہیں : وَاحِدٌ ، إِثْنَانِ ، ثَلَاثَةٌ ، أَرْبَعَةٌ ، خَمْسَةٌ ، سِتَّةٌ ، سَبْعَةٌ ، ثَمَانِيَةٌ ، تِسْعَةٌ ، عَشَرَةٌ ، مِئَةٌ ، أَلْفٌ

اسمائے عدد کا استعمال

☆وَاحِدٌ اور إِثْنَانِ قیاس کے مطابق استعمال ہوتے ہیں یعنی معدود مذکر ہو تو اسم عدد بغیر تاء کے ہوگا جیسے : رَجُلٌ وَاحِدٌ ، رَجُلَانِ إِثْنَانِ اور اگر معدود مؤنث ہو تو اسمِ عدد تاء کے ساتھ ہوگا جیسے : إِمْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ ، إِمْرَأَتَانِ إِثْنَتَانِ

* ثَلَاثَةٌ سے عَشَرَةٌ تک اسمائے عدد خلافِ قیاس استعمال ہوتے ہیں یعنی معدود مذکر ہو تو اسمِ عدد تاء کے ساتھ ہوگا جیسے : ثَلَاثَةُ رِجَالٍ ، عَشَرَةُ رِجَالٍ اور اگر معدود مؤنث ہو تو اسمِ عدد بغیر تاء کے ہوگا جیسے : ثَلَاثُ نِسْوَةٍ ، عَشْرُ نِسْوَةٍ

☆ أَحَدَ عَشَرَ اور إِثْنَا عَشَرَ کے دونوں جز (اکائی اور دہائی) قیاس کے مطابق ہوتے ہیں یعنی معدود مذکر کیلئے مذکر ہوتے ہیں جیسے : أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً ، إِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً اور معدود مؤنث کیلئے مؤنث ہوتے ہیں جیسے : إِحْدَىٰ عَشَرَةَ إِمْرَأَةً ، إِثْنَتَا عَشَرَةَ إِمْرَأَةً

☆ ثَلَاثَةَ عَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک کا پہلا جز (اکائی) خلافِ قیاس اور دوسرا جز (دہائی) قیاس کے مطابق ہوتا ہے جیسے : ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً ، تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً (ان مثالوں میں معدود مذکر ہے اور اسمِ عدد کا پہلا جز خلافِ قیاس مؤنث ہے جبکہ دوسرا جز مطابقِ قیاس مذکر ہے) ثَلَاثَ عَشَرَةَ إِمْرَأَةً ، تِسْعَ عَشَرَةَ

إِمْرَأَةً(ان مثالوں میں معدود مؤنث ہے اور اسمِ عدد کا پہلا جز خلافِ قیاس مذکر ہے جبکہ دوسرا جز مطابقِ قیاس مؤنث ہے)

☆دَہائیاں ہمیشہ ایک ہی حال پر رہتی ہیں یعنی مذکر و مؤنث کا فرق کیے بغیر دونوں کیلئے یکساں طور پر ایک ہی استعمال ہوتی ہیں جیسے : عِشْرُوْنَ رَجُلاً ، عِشْرُوْنَ إِمْرَأَةً

☆ أَحَدٌ وَّ عِشْرُوْنَ ، إِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ ، أَحَدٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ ، إِثْنَانِ وَ ثَلٰثُوْنَ ، أَحَدٌ وَّ أَرْبَعُوْنَ ، إِثْنَانِ وَ أَرْبَعُوْنَ ، أَحَدٌ وَّ خَمْسُوْنَ ، إِثْنَانِ وَ خَمْسُوْنَ ، أَحَدٌ وَّ سِتُّوْنَ ، إِثْنَانِ وَ سِتُّوْنَ ، أَحَدٌ وَّ سَبْعُوْنَ ، إِثْنَانِ وَ سَبْعُوْنَ ، أَحَدٌ وَّ ثَمَانُوْنَ ، إِثْنَانِ وَ ثَمَانُوْنَ ، أَحَدٌ وَّ تِسْعُوْنَ ، إِثْنَانِ وَ تِسْعُوْنَ کا استعمال مطابق قیاس ہوگا یعنی معدود مذکر ہو تو پہلا جزء بھی مذکر ہوگا اور دَہائی ایک ہی حال پر رہتی ہے جیسے : أَحَدٌ وَّ عِشْرُوْنَ رَجُلاً ، إِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً اور اگر معدود مؤنث ہو تو پہلا جزء بھی مؤنث ہوگا اور دَہائی ایک ہی حال پر رہے گی جیسے : إِحْدٰی وَ عِشْرُوْنَ إِمْرَأَةً ، إِثْنَتَانِ وَ عِشْرُوْنَ إِمْرَأَةً

☆ ثَلَاثَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ تک ، ثَلَاثَةٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ تک ، ثَلَاثَةٌ وَّ أَرْبَعُوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ أَرْبَعُوْنَ تک ، ثَلَاثَةٌ وَّ خَمْسُوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ خَمْسُوْنَ تک ، ثَلَاثَةٌ وَّ سِتُّوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ سِتُّوْنَ تک ، ثَلَاثَةٌ وَّ سَبْعُوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ سَبْعُوْنَ تک ، ثَلَاثَةٌ وَّ ثَمَانُوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ ثَمَانُوْنَ تک ، ثَلَاثَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ سے تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ تک

اسمائے عدد میں اِکائی خلافِ قیاس استعمال ہوگی اور دَہائیاں ایک ہی حال پر رہیں گی جیسے : ثَلَاثَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ رَجُلاً ، تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ رَجُلاً (ان مثالوں میں معدود مذکر ہے اور اسم عدد کا پہلا جز(اکائی) مؤنث ہے) ثَلَاثٌ وَّ عِشْرُوْنَ إِمْرَأَةً ، تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ إِمْرَأَةً (ان مثالوں میں معدود مؤنث ہے اور اسمِ عدد کا پہلا جز مذکر ہے)

☆ مِائَةٌ ، اَلْفٌ اور ان کا تثنیہ و جمع معدود کی طرف مضاف ہوکر استعمال ہوتے ہیں اور یہ بھی مذکر و مؤنث کا فرق کیے بغیر دونوں کے ایک ہی طرح استعمال ہوتے ہیں جیسے : مِائَةُ رَجُلٍ ، مِائَةُ إِمْرَأَةٍ ، اَلْفُ رَجُلٍ ، اَلْفُ إِمْرَأَةٍ

☆گنتے بولتے وقت ہزار کو سیکڑے پر مقدم کریں گے اور سیکڑے کو اکائیوں پر اور اِکائیوں کو دَہائیوں پر مقدم کریں گے جیسے : عِنْدِيْ أَلْفٌ وَ مِئَةٌ وَ أَحَدٌ وَّ عِشْرُوْنَ رَجُلا(میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں)

اسمائے اعداد کی تمییز

وَاحِدٌ اور إِثْنَانِ کی تمیز نہیں ہوتی ، کیونکہ معدود لفظ کا ذکر کرنا اسمِ عدد کو ذکر کرنے سے مستغنی کردیتا ہے جیسے رَجُلٌ ، رَجُلَانِ بولتے ہیں تو اب وَاحِدٌ اور إِثْنَانِ کہنے کی حاجت نہیں رہتی ۔

ثَلَاثَۃٌ سے عَشَرَۃٌ تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے جیسے : ثَلَاثَۃُ رِجَالٍ ، ثَلَاثُ نِسْوَۃٍ

اگر ثَلَاثَۃٌ سے عَشَرَۃٌ تک کی تمیز لفظ مِائَۃٌ ہو تو تمیز مفرد مجرور ہوگی جیسے : ثَلَاثُ مِائَۃٍ ، تِسْعُ مِائَۃٍ

أَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے : أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً ، إِحْدیٰ عَشَرَۃَ إِمْرَأَۃً ، تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلاً ، تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ إِمْرَأَۃً

مِائَۃٌ ، اَلْفٌ اور ان کا تثنیہ اور اَلْفٌ کے جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے : مِائَۃُ رَجُلٍ ، مِائَۃُ إِمْرَأَۃٍ ، اَلْفُ رَجُلٍ ، اَلْفٌ إِمْرَأَۃٍ

مذکر و مؤنث کا بیان

اسم یا تو مذکر ہوگا یا پھر مؤنث ۔

مونث کی تعریف :جس میں علامتِ تانیث لفظی یا تقدیری طور پر پائی جائے ۔

مذکر کی تعریف :جس میں علامتِ تانیث نہ تو لفظی طور پر ہو اور نہ تقدیری طور پر ۔

علاماتِ تانیث :تانیث کی تین علامتیں ہیں :(۱)گول تاء جیسے : إِمْرَأَۃٌ (۲)الف مقصورہ جیسے : حُبْلیٰ (۳)الف ممدودہ جیسے : حَمْرَاءُ

علامتِ تانیث تقدیری صرف تاء ہوتی ہے جیسے : أَرْضٌ ، دَارٌ میں علامتِ تانیث تاء تقدیری طور پر ہے ، اس کی دلیل یہ ہے کہ أَرْضٌ کی تصغیر أُرَیْضَۃٌ اور دَارٌ کی تصغیر دُوَیْرَۃٌ ہے اور تصغیر چیز کو اس کی اصل کی طرف لوٹاتی ہے ، تو معلوم ہوا کہ أَرْضٌ اور دَارٌ میں اصل کا اعتبار کرتے ہوئے علامتِ تانیث تاء ہے جوکہ مقدرہ ہے ۔

مؤنث کی اقسام:مؤنث کی دو قسمیں ہیں : (1)مؤنث حقیقی (2)مؤنث لفظی

مؤنث حقیقی :جس کے مقابلے میں کسی جاندار کو ذکر کیا گیا ہو ۔ إِمْرَأَۃٌ ، نَاقَۃٌ

مؤنث لفظی :جس کے مقابلے میں کوئی جاندار ذکر نہ کیا گیا ہو ۔ ظُلْمَۃٌ

تثنیہ کا بیان

تثنیہ کہ تعریف : ایسا اسم جس کے آخر میں الف ماقبل مفتوح یا یاء ماقبل مفتوح اور نونِ مکسور ملایا گیا ہو ، تاکہ وہ اس پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اسی کی مثل دوسرا ہے ۔

اسم مقصور سے تثنیہ بنانے کا طریقہ:

اسم مقصور کا الف اگر واو سے بدلا ہوا ہو اور اسم مقصور تین حرفی ہو تو اسم مقصور اپنی اصل کی طرف لوٹے گا جیسے : عَصَا اسم مقصور ہے اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہے اور یہ تین حرفی بھی ہے تو تثنیہ بناتے ہوئے الف مقصورہ واو کی طرف پھر جائے گا جیسے عَصَوَانِ

اگر اسم مقصور کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو یا پھر واو ہی سے بدلا ہوا لیکن اسم مقصور تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو یا پھر اسم مقصور کا الف کسی چیز سے بدلا ہوا نہ ہو تو تثنیہ بناتے وقت اسم مقصور کا الف یاء سے بدل جائے گا ۔

رَحیٰ (چکی) اسم مقصور کا الف مقصورہ یاء سے بدلا ہوا ہے تو تثنیہ بناتے ہوئے الف مقصورہ یاء سے بدل جائے گا جیسے : رَحَیَانِ

مَلْهیٰ(کھیل کا میدان ، تفریح گاہ) اسم مقصور کا الف مقصورہ واو سے بدلا ہوا ہے لیکن چونکہ یہ چار حرفی ہے اس لئے تثنیہ بناتے ہوئے اس کا الف مقصورہ یاء سے بدل جائے گا جیسے : مَلْهَیَانِ

حُبَارَیٰ (سرخاب ، ایک پرندہ) اسم مقصور کا الف مقصورہ کسی سے بدلا ہوا نہیں تو تثنیہ بناتے ہوئے یہ بھی یاء سے بدل جائے گا جیسے : حُبَارَیَانِ ،اسی طرح حُبْلیٰ(حاملہ) اسم مقصورہ کا الف مقصورہ کسی سے بدلا ہوا نہیں تو تثنیہ بناتے ہوئے یہ یاء سے بدل جائے گا جیسے : حُبْلَیَانِ

اسم ممدود سے تثنیہ بناتے کا طریقہ:

اسم ممدود کا ہمزہ اگر اصلیہ ہو تو تثنیہ بناتے ہوئے وہ برقرار رہے گا جیسے : قُرَّاءٌ اسم ممدود کا ہمزہ حروفِ اصلیہ میں سے ہے تو تثنیہ بناتے ہوئے یہ برقرار رہے گا : قُرَّاآنِ

اسم ممدود کا ہمزہ اگر تانیث کیلئے ہو اصلیہ نہ ہو تو تثنیہ بناتے ہوئے واو سے بدل جائے گا جیسے : حَمْرَاءُ اسم ممدود کا ہمزہ علامتِ تانیث ہے تو تثنیہ بناتے ہوئے واو سے بدل جائے گا : حَمْرَاوَانِ

اگر اسم ممدود کا ہمزہ حروف اصلیہ واو یا یاء سے بدلا ہوا ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں:(۱)ہمزہ کو برقرار رکھنا (۲)ہمزہ کو اصل کی طرف پھیرنا

کِسَاءٌ (لباس) اسم ممدود کا ہمزہ واو سے بدلا ہوا ہے کیونکہ یہ اصل میں کِسَاوٌ تھا تو اب تثنیہ بناتے ہیں اس کے ہمزہ کو برقرار رکھنا بھی جائز ہے جیسے : کِسَاءَانِ اور ہمزہ کو واو کی طرف پھیرنا بھی جائز ہے جیسے : کِسَاوَانِ

اسی طرح رِدَاءٌ (چادر) اسم ممدود کا ہمزہ یاء سے بدلا ہوا ہے کیونکہ یہ اصل میں رِدَايٌ تھا ، تو اب تثنیہ بناتے ہوئے ہمزہ کو برقرار رکھنا بھی جائز جیسے : رِدَاءَانِ اور ہمزہ کو یاء کی طرف پھیرنا بھی جائز جیسے : رِدَايَانِ

قاعدہ نمبر1: نونِ تثنیہ کو بوقتِ اضافت گرانا واجب ہوتا ہے جیسے : غُلَامَا زَيْدٍ

قاعدہ نمبر2:اَلْخُصْيَةُ اور اَلْاَلْيَةُ میں خاص طور پر ان کی تثنیہ بناتے ہوئے تائے تانیث کو حذف کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں خصیے اور دونوں سرین ایک دوسرے سے ایسے ملے ہوئے ہیں گویاکہ وہ ایک ہی شئ ہیں ۔

قاعدہ نمبر3:جب ایک تثنیہ کی دوسرے تثنیہ کی طرف اضافت مقصود ہو تو پہلے تثنیہ کو جمع کے لفظ سے تعبیر کیا جائے گا جیسے : فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا (المائدۃ : ۳۸)

جمع کا بیان

جمع کی تعریف :جمع ایسا اسم ہے جو اپنے مفرد کے حروف میں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ مقصودہ افراد پر دلالت کرے ۔

جمع بناتے ہوئے مفرد کے حروف میں تبدیلی دو طرح کی واقع ہوتی ہے:(۱)لفظی تبدیلی(۲)تقدیری تبدیلی

لفظی تبدیلی کی مثال :رَجُلٌ مفرد سے رِجَالٌ جمع بناتے ہوئے لفظی تبدیلی ہوئی کہ الف کا اضافہ ہوا

تقدیری تبدیلی کی مثال :فُلْكٌ یہ واحد و جمع دونوں کیلئے ایسے ہی استعمال ہوتا ہے لیکن جب یہ واحد ہوگا تو قُفْلٌ کے وزن پر ہوگا اور جب یہ جمع تو أُسْدٌ کے وزن پر ہوگا ۔

☆قَوْمٌ اور رَهْطٌ اور اسی طرح دیگر اسمِ جمع اگرافراد پر دلالت کرتی ہیں مگر یہ جمع نہیں، کیونکہ ان کا مفرد نہیں ہوتا۔

جمع کی اقسام:جمع کی دو قسمیں ہیں:(1)جمع مصحح(سالم) (2)جمع مکسر

جمع مصحح:وہ جمع میں واحد کی بناوٹ متغیر نہ ہو۔ **جمع مکسر**:وہ جمع جس میں واحد کی بناوٹ متغیر ہو۔

جمع مصحح کی اقسام:جمع مصحح(سالم)کی دو قسمیں ہیں:(1)جمع مذکر سالم (2)جمع مؤنث سالم

جمع مذکر سالم: جس کے آخر میں واو ما قبل مضموم یا یاء ما قبل مکسور اور نونِ مفتوح ملایا گیا ہو تا کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس سے زیادہ اور بھی ہیں۔ جیسے: مُسْلِمُوْنَ ، مُسْلِمِیْنَ

اسمِ منقوص سے جمع مذکر سالم بنانے کا طریقہ: اسمِ منقوص سے جمع مذکر سالم بناتے ہوئے اسمِ منقوص کا یاء حذف ہو جائے گا جیسے: قَاضِیْ سے قَاضُوْنَ اور دَاعِیْ سے دَاعُوْنَ

اسمِ مقصور سے جمع مذکر سالم بنانے کا طریقہ: اسمِ مقصور سے جمع مذکر سالم بناتے ہوئے اسمِ مقصور کا الف حذف ہو جائے اور الف مقصورہ کا ما قبل مفتوح باقی رہے گا تا کہ وہ محذوف الف مقصورہ پر دلالت کرے۔ جیسے: مُصْطَفٰی سے مُصْطَفَوْنَ

جمع مذکر سالم بنانے کی شرائط: خیال رہے کہ ہر واحد سے جمع مذکر سالم نہیں بنا سکتے یہ جمع صرف مذکر ذی عقل کے عَلَم یا مذکر ذی عقل کی صفت سے بنائی جا سکتی ہے اور مذکر ذی عقل کے عَلَم سے یہ جمع بنانے میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کے آخر میں تاء(ۃ) نہ ہو۔

لٰہذا ھِنْدٌ ، قَلَمٌ ، غُلَامٌ ، ضَارِبَۃٌ ، مُرٌّ اور طَلْحَۃٌ سے جمع مذکر سالم نہیں بنا سکتے، کیونکہ ھِنْدٌ مذکر نہیں قَلَمٌ ذی عقل نہیں غُلَامٌ عَلَم نہیں ضَارِبَۃٌ مذکر کی صفت نہیں اور مُرٌّ مذکر ذی عقل کی صفت نہیں بلکہ غیر ذی عقل کی صفت ہے اور طَلْحَۃٌ کے آخر میں تاء(ۃ) موجود ہے۔

اور مذکر ذی عقل کی صفت سے جمع بنانے میں یہ شرط ہے کہ اس کی مؤنث میں تاء(ۃ) آتی ہو اور وہ مذکر و مؤنث میں مشترک نہ ہو لٰہذا اَحْمَرُ ، سَکْرَانُ ، جَرِیْحٌ ، صَبُوْرٌ اور عَلَّامَۃٌ سے جمع مذکر سالم نہیں بنا سکتے کیونکہ اَحْمَرُ اور سَکْرَانُ کی مؤنث میں تاء(ۃ) نہیں آتی اس لیے کہ ان کی مؤنث حَمْرَاءُ اور سَکْرٰی ہے اور جَرِیْحٌ، صَبُوْرٌ اور عَلَّامَۃٌ مذکر و مؤنث دونوں میں مشترک ہیں۔[8]

* اَرْضٌ ، سَنَۃٌ ، ثُبَۃٌ اور قُلَۃٌ وغیرہ کی جمع اَرْضُوْنَ، سِنُوْنَ، ثُبُوْنَ اور قِلُوْنَ شاذّ (خلافِ قیاس) ہیں۔[9]

جس مفرد سے جمع مذکر سالم بنانے کا ارادہ ہو تو ضروری ہے کہ وہ مفرد ایسے اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر ہو جیسے اَحْمَرُ اس کی مؤنث حَمْرَاءُ کے وزن پر آتی ہے اور نہ ہی وہ مفرد ایسے فَعْلَانُ کے وزن پر جس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن ہو جیسے سَکْرَانُ اس کی مؤنث سَکْرٰی کے وزن پر آتی ہے اور نہ وہ مفرد ایسے فَعِیْلٌ کے وزن پر ہو جو مَفْعُوْلٌ کے معنی میں ہو جیسے جَرِیْحٌ یہ مَجْرُوْحٌ کے معنی میں ہے اور نہ وہ مفرد ایسے فَعُوْلٌ کے وزن پر ہو جو فَاعِلٌ کے معنی میں ہو جیسے صَبُوْرٌ یہ صَابِرٌ کے معنی میں ہے۔

---

[8] خلاصۃ النحو (حصہ اول) ص: 91، 92

[9] خلاصۃ النحو (حصہ اول) ص: 92

☆نونِ جمع مذکر سالم کواضافت کی وجہ سے حذف کرناواجب ہوتا ہے جیسے: مُسْلِمُوْ مِصْرَ

جمع مؤنث سالم: جس کے آخر میں الف اور تاء کولاحق کیا گیاہو جیسے: مُسْلِمَاتٌ

جمع مؤنث سالم بنانے کی شرائط: جمع مؤنث سالم جس اسمِ واحد سے بنائی جائے اس کی دو صورتیں ہوں گی: (۱) یا تو وہ اسم صفت کاصیغہ ہوگا (۲) یا پھر محض اسم ہوگا صفت کاصیغہ نہ ہوگا

اگر وہ اسم صفت کاصیغہ ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر اس صفت کا مذکر ہو تو اس مذکر کی جمع واو اور نون سے آتی ہو جیسے مُسْلِمَةٌ صفت کاصیغہ ہے اور اس کا مذکر بھی ہوتا ہے یعنی مُسْلِمٌ اور اس مذکر کی جمع واواور نون سے آتی ہے جیسے مُسْلِمُوْنَ تواب مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمَاتٌ جمع مؤنث سالم بنا سکتے ہیں۔(۲) اور اگر اس صفت کا مذکر نہ ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسا مؤنث ہو جس کے آخر میں تاء(ۃ) ہو جیسے: حَائِضَةٌ سے حَائِضَاتٌ

اور اگر وہ محض اسم ہو صفت کاصیغہ نہ ہو تو اس سے جمع مؤنث سالم بغیر کسی شرط کے بنتی ہے جیسے: هِنْدٌ سے هِنْدَاتٌ

جمع مکسر کے اوزان: جمع مکسر کے اوزان ثلاثی میں کثیر ہیں جن کی پہچان اہلِ عرب سے سماع پر موقوف ہے جیسے: رِجَالٌ، اَفْرَاسٌ، فُلُوْسٌ وغیرہ اور غیر ثلاثی سے جمع مکسر قیاسی طور فَعَالِلُ اور فَعَالِيْلُ کے وزن پر آتی ہے۔

افراد کے لحاظ سے جمع کی اقسام: افراد کے لحاظ سے جمع کی دو قسمیں ہیں: (1) جمع قلت (2) جمع کثرت

جمع قلت: وہ جمع دس تک یا دس سے کم افراد پر بولی جائے۔

جمع قلت کے اوزان: (1) اَفْعُلٌ (2) اَفْعَالٌ (3) اَفْعِلَةٌ (4) فِعْلَةٌ (5) بغیر الف لام کے جمع مذکر سالم جیسے زَيْدُوْنَ (6) بغیر الف لام کے جمع مؤنث سالم جیسے مُسْلِمَاتٌ

جمع کثرت: وہ جمع جو دس سے زیادہ لاتعداد افراد پر بولی جائے۔ جمع قلت کے اوزان کے علاوہ اوزان جمع کثرت کے ہیں

مصدر کا بیان

مصدر کی تعریف: ایسا اسم جو صرف حدث(معنیٰ) پر دلالت کرتا ہو اور اس سے دیگر افعال بنتے ہوں۔ جیسے: اَلضَّرْبُ، اَلنَّصْرُ

☆ثلاثی مجرد کے ابواب غیر منضبط ہیں جن کی معرفت اہلِ عرب سے سماع پر موقوف ہے، غیر ثلاثی مجرد کے ابواب قیاسی ہیں۔ جیسے: إِفْعَالٌ، إِنْفِعَالٌ، إِسْتِفْعَالٌ وغیرہ

☆مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو اپنے فعل کی طرح عمل کرتا ہے یعنی اگر فعل لازم کا مصدر ہو تو فاعل کو رفع دیتا ہے

جیسے : أَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زَيْدٌ (اس مثال میں قِيَامُ فعلِ لازم کا مصدر ہے اور یہ اپنے فاعل زَيْدٌ کو رفع دے رہا ہے)اور اگر فعل متعدی کا مصدر ہو تو فاعل کو رفع دینے کے ساتھ ساتھ مفعول کو نصب بھی دیتا ہے جیسے : أَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٌ عَمْرواً (اس مثال میں ضَرْبُ فعلِ متعدی مصدر ہے جو کہ اپنے فاعل زَيْدٌ کو رفع دے رہا ہے اور اپنے مفعول عَمْرواً کو نصب دے رہا ہے)

☆مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا یعنی مصدر کے فاعل مصدر پر مقدم نہیں کر سکتے لٰہذا یوں نہیں کہا جائے گا : أَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ ضَرْبُ عَمْرواً اور نہ ہی مصدر کے مفعول کو مصدر پر مقدم کر سکتے ہیں لٰہذا یوں نہیں کہا جائے گا : أَعْجَبَنِيْ عَمْرواً ضَرْبُ زَيْدٌ

☆مصدر کی فاعل یا مفعول بہ کی طرف اضافت کرنا جائز ہوتا ہے ۔

مصدر کے فاعل کی طرف مضاف ہونے کی مثال : کَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرواً

مصدر کے مفعول بہ کی طرف مضاف ہونے کی مثال : کَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ

☆مصدر اگر مفعول مطلق ہو تو ماقبل فعل عامل ہوگا مصدر عمل نہیں کرے جیسے : ضَرَبْتُ ضَرْباً عَمْرواً اس مثال میں عَمْرواً، ضَرَبْتُ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے نہ کہ مصدر کا عامل ہونے کی وجہ ، کیونکہ مصدر مفعول مطلق ہے اور مصدر مفعول مطلق ہو تو ماقبل فعل عامل ہوتا ہے ۔

اسم فاعل بیان

اسم فاعل :ایسا اسم کہ جو فعل سے مشتق ہو تاکہ وہ اس پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل حدوثی معنی کے ساتھ قائم ہو ۔

☆ثلاثی مجرد فعل سے اسم فاعل کا صیغہ فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے : ضَارِبٌ، نَاصِرٌ

☆غیر ثلاثی مجرد فعل سے اسم فاعل کا صیغہ اس فعل کے مضارع کے صیغے پر آتا ہے اس طرح کہ حرفِ مضارع کی جگہ میم مضموم ہوتی ہے اور آخر کا ماقبل مکسور ہوتا ہے جیسے : يُدْخِلُ سے مُدْخِلٌ ، يَسْتَخْرِجُ سے مُسْتَخْرِجٌ

اسمِ فاعل کا عمل:اسمِ فاعل اپنے فعل معروف کی طرح عمل کرتا ہے ۔

اسم فاعل کے عمل کرنے کی شرائط :(1)اسم فاعل حال یا مستقبل کے معنی میں ہو ۔

(2) اسم فاعل سے پہلے مبتداء ، ذو الحال ، اسم موصول ، موصوف ، ہمزہ استفہام یا حرفِ نفی ہو ۔

اسم فاعل سے پہلے مبتداء ہونے کی مثال:زَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوْهُ

اس مثال میں اسم فاعل قَائِمٌ سے پہلے زَیْدٌ مبتداء ہے لٰہذا اسم فاعل عمل کرے گا ، ترکیب اس طرح ہوگی : زَیْدٌ مبتداء ، قَائِمٌ اسم فاعل ، أَبُوْہٗ اسمِ فاعل کا فاعل ، اسمِ فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر زَیْدٌ مبتداء کیلئے خبر ، زَیْدٌ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا ۔

اسمِ فاعل سے پہلے ذوالحال ہونے کی مثال :جَاءَنِيْ زَیْدٌ ضَارِباً أَبُوْہٗ عَمْرواً

اس مثال میں اسم فاعل ضَارِباً سے پہلے زَیْدٌ ذوالحال واقع ہو رہا ہے لٰہذا اسمِ فاعل عمل کرے گا ، ترکیب اس طرح ہوگی :

جَاءَ فعل ، نونِ وقایہ ، یاء ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ، زَیْدٌ ذوالحال ، ضَارِباً اسم فاعل ، أَبُوْہٗ اسمِ فاعل کا فاعل اور عَمْرواً اسمِ فاعل کا مفعول بہ ، ضَارِباً اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر حال ، زَیْدٌ ذوالحال اپنے حال سے مل کر جَاءَ فعل کیلئے فاعل ہوا ، جَاءَ فعل ، اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا ۔

اسمِ فاعل سے پہلے اسم موصول ہونے کی مثال :مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ أَبُوْہٗ عَمْرواً

اس مثال میں ضَارِب اسم فاعل سے پہلے الف لام اسمی بمعنی اسمِ موصول اَلَّذِيْ واقع ہو رہا ہے لٰہذا اسمِ فاعل عمل کرے گا ، ترکیب اس طرح ہوگی : مَرَرْتُ فعل ، تاء ضمیر مرفوع متصل فاعل ، باء حرف جار ، الضَّارِبِ میں الف لام اسمی بمعنی اسمِ موصول اَلَّذِيْ ، ضَارِب اسم فاعل ، أَبُوْہٗ اسمِ فاعل کا فاعل اور عَمْرواً اسمِ فاعل کا مفعول بہ ، ضَارِب اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر صلہ ، الف لام اسمی بمعنی اسمِ موصول اَلَّذِيْ اپنے صلہ سے مل کر باء حرف جار کیلئے مجرور ، جار مجرور مل کر ظرف لغو ، مَرَرْتُ فعل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا ۔

اسمِ فاعل سے پہلے موصوف ہونے کی مثال :عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ أَبُوْہٗ عَمْرواً

اس مثال میں ضَارِبٌ اسم فاعل سے پہلے رَجُلٌ موصوف واقع ہو رہا ہے لٰہذا اسمِ فاعل عمل کرے گا ، ترکیب اس طرح ہوگی :

عِنْدِيْ خبر مقدم ، رَجُلٌ موصوف ، ضَارِبٌ اسم فاعل ، أَبُوْہٗ اسم فاعل کا فاعل ، عَمْرواً اسمِ فاعل کا مفعول بہ ، ضَارِبٌ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل شبہ جملہ اسمیہ ہوکر صفت ، رَجُلٌ موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتداء مؤخر ، مبتداء اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا ۔

اسمِ فاعل سے پہلے ہمزہ استفہام ہونے کی مثال :أَ قَائِمٌ زَیْدٌ

اسمِ فاعل سے پہلے حرفِ نفی ہونے کی مثال :مَا قَائِمٌ زَیْدٌ

☆اگر اسمِ فاعل زمانہ ماضی کے معنی میں ہو تو اسم فاعل کی مفعول کی طرف اضافتِ معنویہ کرنا واجب ہوگا جیسے : زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو أَمْسِ (زید نے عمرو کو گذشتہ کل مارا)

اس مثال میں ضَارِبُ اسمِ فاعل کی عَمْرٍو کی طرف اضافتِ معنویہ کرنا واجب ہے کیونکہ اسمِ فاعل زمانہ ماضی کے معنی میں اور جب اسمِ فاعل زمانہ ماضی کے معنی میں ہو تو اسمِ فاعل عمل نہیں کرتا اور جب اسمِ فاعل عامل نہیں تو اضافتِ لفظیہ نہیں ہوسکتی ، کیونکہ اضافتِ لفظیہ میں صیغۂ صفت (جوکہ عامل ہوتا ہے وہ) اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جب اسمِ فاعل عامل نہیں تو اضافتِ معنویہ کریں گے ۔

☆اسمِ فاعل کے عمل کرنے کی یہ شرائط(کہ اسمِ فاعل زمانہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور اس سے پہلے مذکورہ بالا چیزیں ہوں) اس وقت ہیں کہ جب اسمِ فاعل نکرہ ہو ، اور اگر اسم فاعل معرف باللام ہو تو اسم فاعل بغیر کسی شرط کے عمل کرے گا اور اس وقت یہ تینوں زمانوں کے معنی میں استعمال ہوسکتا ہے ۔ جیسے :

زَيْدٌ الضَّارِبُ أَبُوْهُ عَمْرواً اَلْآنَ(زید کا والد عمرو کو ابھی مار رہا ہے)

زَيْدٌ الضَّارِبُ أَبُوْهُ عَمْرواً غَداً(زید کا والدعمرو کو کل مارے گا)

زَيْدٌ الضَّارِبُ أَبُوْهُ عَمْرواً أَمْسِ(زید کے والد نے گذشتہ کل عمر کو مارا)

ان تینوں مثالوں میں اسمِ فاعل معرف باللام ہے اور بغیر کسی شرط کے عمل کر رہا ہے ۔

اسمِ مفعول کا بیان

اسم مفعول کی تعریف : ایسا اسم کہ جو فعل متعدی سے مشتق ہو تاکہ اس پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے ۔

☆اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے لفظی طور پر جیسے : مَضْرُوْبٌ یا تقدیری طور پر جیسے : مَقُوْلٌ ، مَرْمِيٌّ (یہ اصل میں مَقْوُوْلٌ ، مَرْمُوْيٌ)

☆اسم مفعول کا صیغہ غیر ثلاثی مجرد فعل سے اسمِ فاعل کی طرح ہوتا ہے آخر کے ماقبل کے فتح کے ساتھ جیسے : مُدْخِلٌ سے مُدْخَلٌ ، مُسْتَخْرِجٌ سے مُسْتَخْرَجٌ

☆اسم مفعول اپنے فعل مجہول کی طرح عمل کرتا ہے انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل کی فصل میں گزر چکیں

صفت مشبہ کا بیان

صفت مشبہ کی تعریف :وہ اسم جو فعلِ لازم سے مشتق ہو تاکہ اس پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل ثبوتی معنی کے ساتھ قائم ہے ۔

☆صفتِ مشبہ کا صیغہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے صیغے کے برخلاف ہوتا ہے جس کی پہچان اہلِ عرب سے سماع پر موقوف ہے ۔ جیسے : حَسَنٌ (خوبصورت)، صَعْبٌ(دشوار،مشکل) ، ظَرِیْفٌ (ہوشیار،زیرک)

☆صفتِ مشبہ اپنے فعل لازم کی طرح عمل کرتا ہے زمانے کی شرط کے بغیر ،صفت مشبہ کے عمل کرنے کی شرط صرف یہ ہے کہ صفتِ مشبہ سے پہلے مبتداء ، ذو الحال ، اسم موصول ، موصوف ، ہمزہ استفہام یا حرفِ نفی ہو ۔

صفت مشبہ کی صورتیں

صفتِ مشبہ کی اٹھارہ صورتیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے :

صفت مشبہ کا صیغہ یا الف کے ساتھ ہوگا جیسے اَلْحَسَنُ یا صفت مشبہ کا صیغہ بغیر الف کے ہوگا جیسے حَسَنٌ

پھر ہر ایک صفتِ مشبہ کے صیغے کا معمول یا تو مضاف ہوگا یا پھر معرف باللام ہوگا یا پھر مجرد عن الاضافہ و اللام ہوگا اس طرح یہ چھ صورتیں ہوجائیں گی ، پھر ان چھ صورتوں میں سے ہر ایک میں معمول یا تو مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور ،تو ان چھ کو تین میں ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں حاصل ہوں گی ۔

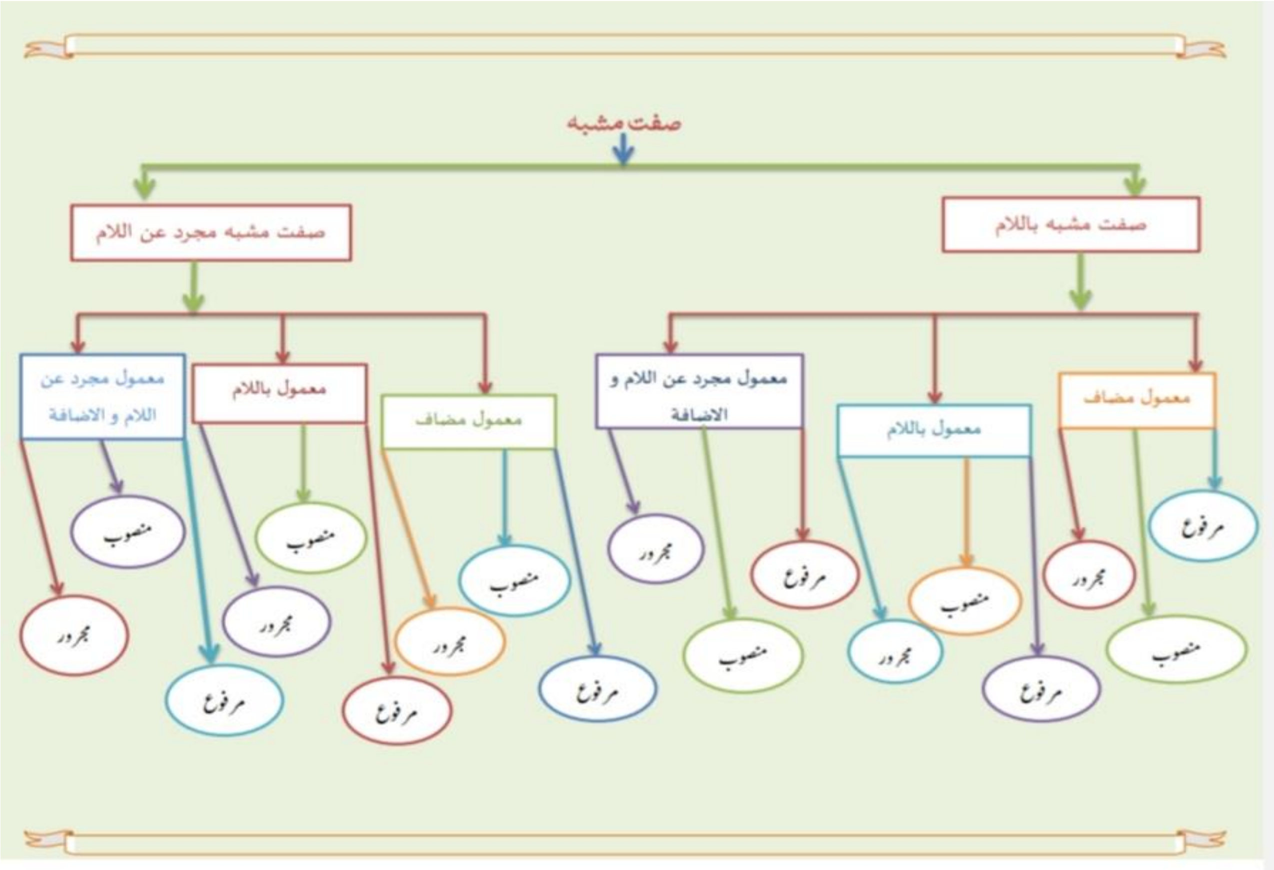

صفت مشبہ کی صورتیں

صفت مشبہ معرف باللام، معمول مضاف		
صورت	مثال	حکم
صفت مشبہ معرف باللام، معمول مضاف، مرفوع	جاءنی زید الحسن وجھُه	احسن
صفت مشبہ معرف باللام، معمول مضاف، منصوب	جاءنی زید الحسن وجھَه	حسن
صفت مشبہ معرف باللام، معمول مضاف، منصوب	جاءنی زید الحسن وجھِه	ممتنع

صفت مشبہ معرف باللام، معمول معرف باللام		
صورت	مثال	حکم
صفت مشبہ معرف باللام، معمول معرف باللام، مرفوع	جاءنی زید الحسن الوجهُ	قبیح
صفت مشبہ معرف باللام، معمول معرف باللام، منصوب	جاءنی زید الحسن الوجهَ	احسن

صفت مشبہ معرف باللام، معمول معرف باللام، مجرور	جاءنی زید الحسن الوجہِ	احسن

صفت مشبہ معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ

صورت	مثال	حکم
صفت مشبہ معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ، مرفوع	جاءنی زید الحسن وجہٌ	قبیح
صفت مشبہ معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ، منصوب	جاءنی زید الحسن وجہاً	احسن
صفت مشبہ معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ، مجرور	جاءنی زید الحسن وجہٍ	ممتنع

صفت مشبہ مجرد عن اللام، معمول مضاف

صورت	مثال	حکم
صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول مضاف، مرفوع	جاءنی زید حسن وجہُہ	احسن
صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول مضاف، منصوب	جاءنی زید حسن وجہَہ	حسن
صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول مضاف، مجرور	جاءنی زید حسن وجہِہ	مختلف فیہ

صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول معرف باللام

صورت	مثال	حکم
صفت غیر معرف باللام، معمول معرف باللام، مرفوع	جاءنی زید حسن الوجہُ	قبیح
صفت غیر معرف باللام، معمول معرف باللام، منصوب	جاءنی زید حسن الوجہَ	احسن
صفت غیر معرف باللام، معمول معرف باللام، مجرور	جاءنی زید حسن الوجہِ	احسن

صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ

صورت	مثال	حکم
صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ، مرفوع	جاءنی زید حسن وجہٌ	قبیح
صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ، منصوب	جاءنی زید حسن وجہاً	احسن
صفت مشبہ غیر معرف باللام، معمول مجرد عن اللام والاضافۃ، مجرور	جاءنی زید حسن وجہٍ	احسن

باعتبارِ حکم کے صفت مشبہ کی صورتوں کی پانچ قسمیں ہیں:

احسن	حسن	قبیح	مختلف فیہ	ممتنع	میزان
9	2	4	1	2	18

وہ صورتیں جن میں ایک ضمیر ہو وہ احسن ہیں اور جن میں دو ضمیریں ہوں وہ حسن ہیں اور جس صورت میں کوئی ضمیر نہ ہو تو وہ قبیح ہے۔

ضابطہ: جب صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہوگا تو صفتِ مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی (لیکن معمول میں ضمیر کا ہو سکتی ہے) اور جب صفت مشبہ کا معمول منصوب یا مجرور ہوگا تو صفتِ مشبہ میں ماقبل موصوف کے مطابق ضمیر ہوگی۔

اسم تفضیل کا بیان

اسم تفضیل کی تعریف: وہ اسم جو فعل سے مشتق ہو تاکہ وہ موصوف کے اپنے علاوہ سے زیادہ ہونے پر دلالت کرے ۔

☆اسم تفضیل کا صیغہ اس ثلاثی مجرد فعل سے بنتا ہے جس میں رنگ اور عیب کا معنی نہ ہو ۔

☆اگر غیر ثلاثی مجرد فعل یا وہ ثلاثی مجرد فعل سے جس میں رنگ یا عیب کا معنی ہو اس سے اسم تفضیل کا معنی لینا ہو تو پہلے ثلاثی مجرد سے أَفْعَلُ کا صیغہ بناتے ہیں تاکہ وہ مبالغہ ، شدت اور کثرت پر دلالت کرے پھر اس صیغے کے بعد اس غیر ثلاثی مجرد فعل کے مصدر کو بطورِ تمیز منصوب ذکر کیا جاتا ہے ۔ جیسے : غیر ثلاثی مجرد فعل إِسْتَخْرَجَ سے اسم تفضیل کا معنی لینا ہو تو پہلے أَشَدُّ کا صیغہ لاکر پھر إِسْتَخْرَجَ فعل کے مصدر کو منصوب ذکر کریں گے جیسے : أَشَدُّ إِسْتِخْرَاجاً

اسی طرح وہ ثلاثی مجرد فعل جس میں رنگ یا عیب کا معنی ہو جیسے حَمِرَ (سرخ ہونا) اور عَرِجَ (لنگڑا ہونا) اس سے اسم تفضیل کا معنی لینا ہو تو یوں لیں گے : أَقْوٰی حُمْرَةً، أَقْبَحُ عَرَجاً

☆قیاس یہ ہے کہ اسم تفضیل فاعلی معنی کی زیادتی کیلئے آئے کبھی اسم تفضیل مفعولی معنی کی زیادتی کیلئے آتا ہے جیسے : أَعْذَرُ (زیادہ معذور) أَشْغَلُ (زیادہ مصروف) أَشْهَرُ (زیادہ مشہور)

اسم تفضیل کا استعمال: اسم تفضیل تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ استعمال ہوتا ہے:

(1) مضاف ہوکر جیسے : زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ (2) الف لام کے ساتھ جیسے : زَيْدٌ الأَفْضَلُ

(3) مِنْ کے ساتھ جیسے : زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

☆اسم تفضیل جب مضاف ہوکر استعمال ہو تو اسم تفضیل کو مفرد یا موصوف کے مطابق لانا دونوں جائز ہے جیسے: زَیْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ ، اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اس میں مثال موصوف اَلزَّیْدَانِ تثنیہ ہے اور اسم تفضیل مضاف ہو کر استعمال ہو رہا ہے اور اسم تفضیل کو مفرد لا یا گیا ہے اور یہاں پر اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق تثنیہ بھی لا سکتے ہیں جیسے: اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلَا الْقَوْمِ اسی طرح اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اس مثال میں موصوف اَلزَّیْدُوْنَ جمع ہے اور اسم تفضیل مضاف ہو کر استعمال ہو رہا ہے اور اسم تفضیل کو مفرد لا یا گیا ہے نیز یہاں پر اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق جمع بھی لا سکتے ہیں جیسے: اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُوا الْقَوْمِ

☆اسم تفضیل جب الف لام کے ساتھ استعمال ہو تو اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا ضروری ہے جیسے: زَیْدٌ الاَفْضَلُ (اس مثال میں اسم تفضیل الف کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے اور اسم تفضیل ما قبل موصوف زَیْدٌ کے مطابق ہے اس طرح کہ زَیْدٌ ما قبل موصوف واحد مذکر ہے تو اسم تفضیل بھی واحد مذکر ہے) اَلزَّیْدَانِ الْاَفْضَلَانِ (اس مثال میں اسم تفضیل کا ما قبل موصوف اَلزَّیْدَانِ تثنیہ مذکر ہے تو اسم تفضیل بھی اس کی مطابقت میں تثنیہ مذکر ہے) اَلزَّیْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ (اس مثال میں اسم تفضیل کا ما قبل موصوف اَلزَّیْدُوْنَ جمع مذکر ہے تو اسم تفضیل بھی اس کی مطابقت میں جمع مذکر ہے)

☆اسم تفضیل جب مِنْ کے ساتھ استعمال ہو تو اسم تفضیل کا ہمیشہ مفرد مذکر ہونا ضروری ہے جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ، اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ، اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ، هِنْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ، اَلْهِنْدَانِ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو ، اَلْهِنْدَاتُ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (ان تمام مثالوں میں اسم تفضیل مِنْ کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے اور اسم تفضیل تمام امثلہ میں مفرد مذکر ہے چاہے موصوف مذکر ہو یا مؤنث اسی طرح موصوف مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع الغرض اسم تفضیل سب کیلئے مفرد مذکر آ رہا ہے)

☆اسم تفضیل کا فاعل اسم تفضیل کے استعمال کی تینوں صورتوں میں اسم ضمیر ہوتا ہے، اسم تفضیل اسی اسم ضمیر میں عمل کرتا ہے اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں۔ اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی چند شرائط ہیں جو کہ کتبِ نحو میں مذکور ہیں اور وہ شرائط اس مثال میں پائی جاتی ہیں: مَا رَاَیْتُ رَجُلاً اَحْسَنَ فِي عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْهُ فِي عَیْنِ زَیْدٍ (میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ جس کی آنکھ میں سرمہ اس سے زیادہ خوبصورت ہو جو سرمہ زید کی آنکھ میں ہے) چونکہ اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی شرائط اس مثال میں پائی جاتی ہیں لہٰذا اس میں اسم تفضیل اَحْسَنَ کا فاعل الْکُحْلُ اسم ظاہر ہے۔

القسم الثانی فی الفعل

فعل کی تعریف :ایسا کلمہ کہ جو بذاتِ خود اپنے معنی پر ایسی دلالت کرے کہ جو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو ۔

فعل کی اقسام :فعل کی تین اقسام ہیں : (۱)فعل ماضی (۲)فعل مضارع (۳)فعل امر

فعل ماضی کا بیان

فعل ماضی :ایسا فعل جو آپ کے زمانے سے پہلے والے زمانے پر دلالت کرے ۔ (یعنی جو زمانۂ حال سے پہلے والے زمانہ پر دلالت کرے)

فعل ماضی کا مبنی ہونا

فعل ماضی یا تو مبنی بر فتح ہو گی یا مبنی بر ضم یا مبنی بر سکون:

ماضی مبنی برفتح:جب فعل ماضی کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل متحرک نہ ہو اور نہ واو ضمیر مرفوع متصل ہو تو ماضی مبنی برفتح ہوگی (یعنی اس کا لام کلمہ پر فتح پر مبنی ہوگا) جیسے : ضَرَبَ ، ضَرَبَا ، ضَرَبَتْ ، ضَرَبَتَا ماضی کے ان صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل متحرک نہیں اور نہ ہی واو ہے لہٰذا ماضی کا لام کلمہ (یعنی باء) مبنی علی الفتح ہے ۔

ماضی مبنی برسکون:جب ماضی کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک ہو تو ماضی مبنی بر سکون ہوگی (یعنی اس کا لام کلمہ سکون پر مبنی ہوگا)جیسے : ضَرَبْنَ ، ضَرَبْتَ ، ضَرَبْتُمَا ، ضَرَبْتُمْ ، ضَرَبْتِ ، ضَرَبْتُنَّ ، ضَرَبْتُ ، ضَرَبْنَا ماضی کے ان صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل متحرک ہے لہٰذا ماضی کا لام کلمہ (یعنی باء) مبنی بر سکون ہے

ماضی مبنی برضم: جب ماضی واو ضمیر مرفوع متصل کے ساتھ ہو تو مبنی بر ضم ہوگی (یعنی اس کا لام کلمہ ضمہ پر مبنی ہوگا)جیسے : ضَرَبُوْا ماضی کے اس صیغے میں واو ضمیر مرفوع متصل ہے لہٰذا ماضی کا لام کلمہ (یعنی باء)مبنی علی الضم ہے۔

فعل مضارع کا بیان

فعل مضارع:وہ فعل جو اپنے شروع میں حروفِ اَتین میں سے کسی ایک کے ساتھ اسم کے لفظی یا معنوی طور پر مشابہ ہو ۔

فعل مضارع کا اسم کے مشابہ ہونا

فعل مضارع کی اسم کے ساتھ مشابہت دو طرح کی ہے:(1)لفظی مشابہت (2)معنوی مشابہت

فعل مضارع کی اسم کے ساتھ لفظی مشابہت درج ذیل چیزوں میں ہے:

(۱)فعل مضارع کی اسم کے ساتھ مشابہت حرکات و سکنات میں متفق ہونے میں ہوتی ہے ۔ جیسے : یَضْرِبُ یہ ضَارِبٌ سے ، یَسْتَخْرِجُ یہ مُسْتَخْرِجٌ سے حرکات و سکنات میں ملتا جلتا ہے ۔

(۲)فعل مضارع اور اسم دونوں کے شروع میں لامِ تاکید داخل ہونے میں فعل مضارع کی اسم کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے یعنی جس طرح اسم کے شروع میں لامِ تاکید داخل ہوا کرتا ہے جیسے : إِنَّ زَيْداً لَقَائِمٌ (بے شک زید ضرور کھڑا ہے)

اسی طرح فعل مضارع کے شروع میں بھی لامِ تاکید داخل ہوتا ہے جیسے : إِنَّ زَيْداً لَيَقُوْمُ (بے شک زید ضرور کھڑا ہے)

(۳)حروف کی تعداد میں برابر ہونے کے اعتبار سے بھی فعل مضارع ، اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے جیسے : ضَارِبٌ میں چار حروف ہیں اور یَضْرِبُ میں بھی چار حروف ہیں ۔

فعل مضارع کی اسم کے ساتھ معنوی مشابہت: جس طرح اسم فاعل حال و مستقبل دونوں زمانوں کا معنی دیتا ہے اسی طرح فعل مضارع بھی حال و مستقبل دونوں زمانوں کا معنی دیتا ہے ۔

فعل مضارع کو مضارع کہنے کی وجہ : فعل مضارع اسم فاعل کے لفظی اور معنوی طور پر مشابہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اسے مضارع کہتے ہیں کیونکہ مضارع کا معنی ہے : مشابہت رکھنے والا ۔

سین ، سَوْفَ اور لامِ مفتوحہ کا مضارع پر دخول : سین اور سَوْفَ فعل مضارع پر داخل ہو کر اسے مستقبل کے معنی کے ساتھ خاص کردیتے ہیں جیسے : سَيَضْرِبُ (عنقریب وہ مارے گا) اسی طرح سَوْفَ يَضْرِبُ

لامِ مفتوحہ فعل مضارع کو حال کے ساتھ خاص کرتا ہے جیسے : لَيَضْرِبُ (وہ مار رہا ہے)

حروف مضارع کا مفتوح اور مضموم ہونا: جس فعل مضارع کی ماضی چار حرفی ہو تو اس کے حروفِ مضارع مضموم ہوں گے جیسے : يُكْرِمُ ، يُدَحْرِجُ

جس فعل مضارع کی ماضی چار حرفی نہ ہو بلکہ تین حرفی یا پانچ حرفی یا چھ حرفی ہو تو اس میں حروفِ مضارع مفتوح ہوں گے جیسے : يَضْرِبُ ، يَجْتَنِبُ ، يَسْتَخْرِجُ

فعل مضارع کا معرب ہونا

فعل میں اصل مبنی ہونا ہے اس کے باوجود فعل مضارع معرب ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم کے مشابہ ہوتا ہے اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے تو فعل مضارع بھی اسم کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے معرب ہوتا ہے ۔

نیز فعل مضارع تب معرب ہوتا ہے جبکہ اس کے ساتھ نونِ تاکید اور نونِ جمع مؤنث نہ ہو ،اگر فعلِ مضارع کے ساتھ نونِ تاکید یانونِ جمع مؤنث ہوگا تواس وقت مضارع مبنی ہوگا۔

فعل مضارع کا اعراب تین طرح کا ہوتاہے:

(1)رفع(2)نصب(3)جر

حالتِ رفعی کی مثال	حالتِ نصبی کی مثال	حالتِ جزمی کی مثال
يَضْرِبُ	لَنْ يَضْرِبَ	لَمْ يَضْرِبْ

فعل مضارع کے اعراب کی صورتیں

فعل مضارع کے اعراب کی چار صورتیں ہیں:

(1) **فعل مضارع مفرد صحیح:** فعل مضارع کے مفرد ہونے سے مراد یہ ہے کہ مضارع تثنیہ وجمع نہ ہواور فعل مضارع کے صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ مضارع کے آخر میں کوئی حرفِ علت نہ ہو۔اس کی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ ، حالتِ نصبی فتحہ کے ساتھ ، حالتِ جزمی سکون کے ساتھ آتی ہے۔

یہ اعراب فعل مضارع مفرد صحیح کا ہوتا ہے علاوہ مخاطبہ (یعنی صیغہ واحد مؤنث حاضر) کے ۔

حالتِ رفعی کی مثال	حالتِ نصبی کی مثال	حالتِ جزمی کی مثال
هُوَيَضْرِبُ	لَنْ يَضْرِبَ	لَمْ يَضْرِبْ

(2)**فعل مضارع بانونِ اعرابی:** فعل مضارع کے وہ سات صیغے جن کے آخر میں نونِ اعرابی آتی ہے۔ان کی حالتِ رفعی ثبوتِ نون کے ساتھ اور حالتِ نصبی و حالتِ جزمی حذفِ نون کے ساتھ آتی ہے۔

یہ اعراب فعل مضارع تثنیہ اور جمع مذکر اور مفرد مخاطبہ (صیغہ واحد مؤنث حاضر)کا ہوتا ہے چاہے فعل مضارع صحیح ہو یا نہ ہو ۔

حالتِ رفعی کی مثال	حالتِ نصبی کی مثال	حالتِ جزمی کی مثال
هُمَايَفْعَلَانِ هُمْ يَفْعَلُوْنَ اَنْتِ تَفْعَلِيْنَ	لَنْ يَفْعَلَا لَنْ يَفْعَلُوْا لَنْ تَفْعَلِيْ	لَمْ تَفْعَلَا لَمْ تَفْعَلُوْا لَمْ تَفْعَلِيْ

(3)**فعل مضارع ناقص واوی اوریائی:** اس کی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ ، حالت نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالتِ جزمی لام کلمہ کے حذف کے ساتھ آتی ہے۔
یہ اعراب فعل مضارع ناقص یائی اور ناقص واوی کا ہوتا ہے علاوہ تثنیہ و جمع اور صیغہ واحد مؤنث حاضر کے

حالتِ رفعی کی مثال	حالتِ نصبی کی مثال	حالتِ جزمی کی مثال
هُوَ يَرْمِيْ　　يَغْزُوْ	لَنْ يَرْمِيَ　　لَنْ يَغْزُوَ	لَمْ يَرْمِ　　لَمْ يَغْزُ

(4) **فعل مضارع ناقصِ الفی:** اس کی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ ، حالتِ نصبی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جزمی لام کلمہ کے حذف کے ساتھ آتی ہے۔
یہ اعراب ناقص الفی کے ساتھ خاص ہے علاوہ تثنیہ و جمع اور صیغہ واحد مؤنث حاضر کے

حالتِ رفعی کی مثال	حالتِ نصبی کی مثال	حالتِ جزمی کی مثال
هُوَ يَسْعَى	لَنْ يَسْعَى	لَمْ يَسْعَ

فعل مضارع مرفوع کا عامل: فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ فعل مضارع کا ناصب و جازم سے خالی ہونا ہے ۔
یعنی فعل مضارع پر نواصبِ مضارع اور جوازم مضارع کا نہ ہونا اس کے مرفوع ہونے کا عامل ہے ۔

فعل مضارع منصوب کا عامل: فعل مضارع منصوب کا عامل پانچ حروف ہیں : (۱)أَنْ جیسے : أُرِيْدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ (میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے حسنِ سلوک کریں) (۲)لَنْ جیسے : أَنَا لَنْ أَضْرِبَكَ (میں ہر گز تمہیں نہیں ماروں گا) (۳)كَيْ جیسے : أَسْلَمْتُ كَيْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں) (۴)إِذَنْ جیسے : إِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ (جب تو اللہ تجھے بخش دے گا) (۵) أَنْ مقدرہ

أَنْ مقدرہ: سات جگہوں میں أَنْ مقدر ہوتا ہے:
(1)حَتّٰى کے بعد جیسے : أَسْلَمْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں)
(2)لامِ کَيْ کے بعد جیسے : قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ (زید کھڑا ہوا تاکہ وہ جائے)
(3)لامِ جحود کے بعد جیسے : مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے)

(4)ایسی فاء کے بعد کہ جو امر ، نہی ، استفہام ، نفی ، تمنی یا عرض کے جواب میں واقع ہو جیسے: أَسْلِمْ فَتُسْلِمَ (اسلام قبول کر امن و امان میں آجائے گا) لَا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ (نافرمانی مت کر ورنہ عذاب دیا جائے گا) هَلْ تَعَلَّمُ فَتَنْجُوَ (کیا تم علم حاصل کرتے ہو کہ تم نجات پاؤ) مَا تَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ (آپ ہم سے ملنے نہیں آتے کہ ہم آپ کی تعظیم کریں)لَيْتَ لِيْ مَالاً فَأُنْفِقَهُ (کاش میرے پاس مال ہوتا کہ میں اسے خرچ کرتا) أَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْراً (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ آپ بھلائی کو پہنچیں)

(5)ایسی واو کے بعد کہ جو امر ، نہی ، استفہام ، نفی ، تمنی یا عرض کے جواب میں واقع ہو جیسے : أَسْلِمْ وَ تُسْلِمَ (اسلام قبول کر امن و امان میں آ جائے گا)

(6)اس أَوْ کے بعد کہ جو إِلىٰ أَنْ یا إِلَّا أَنْ کے معنی میں ہو جیسے : لَأَحْبِسَنَّكَ أَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ (میں تمہیں قید کروں گا یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دیدے)

(7)واو عطف کے بعد جبکہ معطوف علیہ واضح اسم ہو جیسے : أَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَتَخْرُجَ (مجھے تیرے کھڑے اور جانے نے تعجب میں ڈالا)

أَنْ کو کہاں ظاہر کرنا جائز اور کہاں ظاہر کرنا واجب:

☆أَنْ کو لامِ کَيْ کے ساتھ ظاہر کرنا جائز ہوتا ہے جیسے : أَسْلَمْتُ لِأَنْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں)

أَنْ کو واو عاطفہ کے ساتھ بھی ظاہر کرنا جائز ہوتا ہے جیسے : أَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَأَنْ تَخْرُجَ

☆جب لامِ کَيْ لَا نافیہ کے ساتھ ملا ہوا ہو تو لامِ کَيْ میں أَنْ کو ظاہر کرنا واجب ہوتا ہے جیسے : لِئَلَّا يَعْلَمَ (لِأَنْ لَا يَعْلَمَ تاکہ وہ نہ جانے)

☆عِلْمٌ کے بعد آنے والا أَنْ فعل مضارع کو نصب نہیں دیتا کیونکہ وہ أَنَّ مشددہ سے مخفف ہوتا ہے جیسے: عَلِمْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ

☆ظَنٌّ کے بعد واقع ہونے والے أَنْ میں دو صورتیں جائز ہیں : (۱)اس کے ذریعہ فعل مضارع کو نصب دینا جیسے : ظَنَنْتُ أَنْ سَيَقُوْمَ (۲)أَنَّ مشددہ سے مخفف جیسے : ظَنَنْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ

فعل مضارع مجزوم کا عامل: فعل مضارع مجزوم کا عامل درج ذیل چیزیں ہیں :

(۱)لَمْ جیسے : لَمْ یَضْرِبْ (۲)لَمَّا جیسے : لَمَّا یَضْرِبْ (۳)لامِ أمر جیسے : لِیَضْرِبْ (۴)لَائے نہی جیسے :لَا تَضْرِبْ (۵)کلماتِ شرط و جزاء جیسے : إِنْ تَضْرِبْ أَضْرِبْ

کلماتِ شرط و جزاء یہ ہیں : (۱)إِنْ (۲)مَهْمَا (۳)إِذْمَا (۴)حَيْثُمَا(۵)أَيْنَ (۶)مَتى(۷)مَا (۸)مَنْ (۹) أَيُّ (۱۰)أَنّٰى (۱۱)إِنْ مقدرہ

لَمْ فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے اور اسی طرح لَمَّا بھی فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے ، مگر یہ کہ لَمَّا میں فعل منفی کے بعد میں ہونے کی توقع (امید) ہوتی ہے ، جبکہ ماقبل کے اعتبار سے نفی کا دوام و استمرار ہوتا ہے جیسے : قَامَ الأَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبْ (حاکم کھڑا ہوا لیکن اب تک سوار نہیں ہوا)

نیز خاص طور پر لَمَّا کے بعد فعل کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے : نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا (وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ زید شرمندہ ہوا لیکن اب تک شرمندگی نے اسے کوئی نفع نہ دیا) جبکہ لَمْ کے بعد فعل کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا

کلماتِ شرط: کلماتِ شرط چاہے اسم ہوں یا حرف دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کے لیے سبب ہے ، پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہا جاتا ہے ۔

شرط وجزاء پر جزم پڑھنے یا نہ پڑھنے کی صورتیں:

(۱)اگر شرط و جزاء دونوں مضارع ہوں تو شرط و جزاء میں لفظاً جزم واجب ہوگا جیسے : إِنْ تُكْرِمْنِيْ أُكْرِمْكَ

(۲)اگر شرط و جزاء دونوں ماضی ہوں تو کلماتِ شرط شرط و جزاء میں لفظاً کوئی عمل نہیں کرے گے جیسے : إِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ

(۳)اگر صرف جزاء ماضی ہو تو شرط پر جزم پڑھنا واجب ہوگا جیسے : إِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ

(۴)اگر صرف شرط ماضی ہو تو جزاء میں دو صورتیں جائز ہیں : (۱)جزم جیسے إِنْ جِئْتَنِيْ أُكْرِمْكَ(۲)رفع جیسے إِنْ جِئْتَنِيْ أُكْرِمُكَ

شرط وجزاء پر فاء کے لانے یا نہ لانے کی صورتیں:

(1)جزاء بغیر قَدْ کے ماضی ہو تو جزاء پر فاء کا لانا جائز نہیں جیسے : إِنْ أَكْرَمْتَنِيْ أَكْرَمْتُكَ رب تعالی نے فرمایا : وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً{ آل عمران: ۹۷ } (جو اس میں آئے امان میں ہو)

(2)جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا منفی بلَا ہو تو فاء کا لانا یا نہ لانا دونوں جائز ہے ۔ إِنْ تَضْرِبْنِيْ أَضْرِبْكَ /إِنْ تَضْرِبْنِيْ فَأَضْرِبْكَ

جزاء پر فاء کے لانے کے واجب ہونے کی صورتیں:

(1)جزاء قَدْ کے ساتھ فعل ماضی ہو رب تعالیٰ کا فرمان ہے : إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِنْ قَبْلُ {یوسف:٧٧} (اگر اس نے چوری کی ہے تو بے شک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی)

(2)جزاء بغیر لَا کے فعل مضارع منفی ہو رب تعالیٰ کا فرمان ہے : وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ{ آل عمران:٨٥} (اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا)

(3)جزاء جملہ اسمیہ ہو رب تعالیٰ نے فرمان ہے : مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا{ الأنعام:١٦٠} (جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں)

(4)جزاء جملہ انشائیہ ہو یا تو امر ہو رب تعالیٰ کا فرمان ہے : قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ{ آل عمران:٣١} (اے حبیب !فرما دو کہ اے لوگو !اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ)

یا نہی ہو رب تعالیٰ کا فرمان ہے : إِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ{ الممتحنة:١٠ }(پھر اگروہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ)

☆کبھی جزاء واقع ہونے والے جملہ اسمیہ میں فاء کی جگہ إِذَا واقع ہوتا ہے ۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے : وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ{ الروم:٣٦} (اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے بدلہ اس کا جو اُن کے ہاتھوں نے بھیجا جبھی وہ نااُمید ہوجاتے ہیں)

إِنْ شرطیہ مقدرہ: إِنْ شرطیہ پانچ افعال کے بعد مقدر ہوتا ہے:

(1)امر کے بعد جیسے: تَعَلَّمْ تَنْجُ (علم حاصل کرو نجات پاؤ گے)

(2) نہی کے بعد جیسے: لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْراً لَكَ (جھوٹ مت بول تیرے لئے بہتر ہوگا)

(3) استفہام کے بعد جیسے: هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ (کیاآپ ہم سے ملوگے کہ ہم آپ کی تعظیم کریں)

(4)تمنی کے بعد جیسے: لَيْتَكَ عِنْدِيْ أُخْدِمْكَ (کاش کہ آپ میرے پاس ہوتے کہ میں آپ کی خدمت کرتا)

(5)عرض کے بعد جیسے: أَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْراً (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ آپ بھلائی کو پہنچیں)

نیز بعض مقامات میں نفی کے بعد بھی إنْ شرطیہ مقدر ہوتا ہے جبکہ پہلے جملے کا دوسرے جملے کیلئے سبب ہونا مقصود ہو جیسے: لَا تَفْعَلُ شَرًّا يَكُنْ خَيْراً لَّكَ (برائی نہ کرو تمہارے لئے بہتر ہوگا)

فعل امر کا بیان

امر کی تعریف :ایسا صیغہ جس کے ذریعہ فاعلِ مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے ۔

فعل امر بنانے کا طریقہ :فعل مضارع سے حرفِ مضارع کو حذف کریں گے پھر دیکھیں گے کہ حرفِ مضارع کا مابعد حرف ساکن ہے یا متحرک ، تو اگر حرفِ مضارع کا مابعد حرف ساکن ہو تو شروع میں ہمزہ وصلی کا اضافہ کریں گے اور ہمزہ وصلی مضموم ہوگا اگر اس فعل کا تیسرا حرف مضموم ہو جیسے : أُنْصُرْ ، اور ہمزہ وصلی مکسور ہوگا اگر اس فعل کا تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہو جیسے : إِعْلَمْ ، إِضْرِبْ ، إِسْتَخْرِجْ

اگر حرفِ مضارع کا مابعد حرف متحرک ہو تو ہمزہ وصلی کا اضافہ کرنے کی حاجت نہیں جیسے : يَعِدُ سے عِدْ ، يُحَاسِبُ سے حَاسِبْ

باب إِفْعَال کا امر اس صورت سے ہے کہ جس میں حرفِ مضارع گرانے کے بعد ہمزہ وصلی کا اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

☆فعل امر علامتِ جزم پر مبنی ہوتا ہے جیسے : إِضْرِبْ ، أُغْزُ ، إِرْمِ ، إِسْعَ ، إِضْرِبَا ، إِضْرِبُوْا ، إِضْرِبِيْ

فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کا بیان

فعل مالم یسم فاعلہ کی تعریف :وہ فعل جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو فاعل کی جگہ رکھا گیا ، یہ صرف فعلِ متعدی کے ساتھ خاص ہے ۔

فعل مالم یسم فاعلہ کی علامت:

☆ماضی میں فعل ما لم یسم فاعلہ کی علامت یہ ہے کہ وہ ابواب جن کے شروع میں ہمزہ وصلی اور تاء زائدہ نہ ہو ان میں صرف پہلا حرف مضموم ہو اور آخر کا ماقبل مکسور ہو جیسے : ضُرِبَ ، دُحْرِجَ ، أُكْرِمَ

اور وہ ابواب جس کے شروع میں تاء زائدہ ہو ان میں پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور کا ماقبل مکسور ہو جیسے : تُفُضِّلَ ، تُضُوْرِبَ

اور وہ ابواب جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو ان میں پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو اور آخر کا ماقبل مکسور ہو جیسے : أُسْتُخْرِجَ، أُقْتُدِرَ

فائدہ: ہمزہ وصلی میں اصل یہ ہے کہ ہمزہ وصلی مکسور ہو لیکن ماضی مجہول میں ہمزہ وصلی اگر ساقط نہ ہو تو مضموم حرف کی پیروی کرتے ہوئے مضموم ہوتا ہے جیسے مذکورہ مثالوں أُسْتُخْرِجَ، أُقْتُدِرَ میں ہمزہ وصلی مضموم ہے ۔

☆مضارع میں فعل ما لم یسم فاعلہ کی علامت یہ ہے کہ حرفِ مضارع مضموم ہو اور آخر کا ماقبل مفتوح ہو جیسے : يُضْرَبُ، يُسْتَخْرَجُ

☆باب مفاعلة، إفعال، تفعيل، فعللة اور فعللة کے آٹھ ملحق ابواب ان تمام کے فعل ما لم یسم فاعلہ کے مضارع کی علامت یہ ہے کہ پہلا حرف مضموم ہو اور آخر کا ماقبل مفتوح ہو جیسے : يُحَاسَبُ، يُدَحْرَجُ

اجوف کی ماضی مجہول : اجوف کی ماضی مجہول کو تین طرح سے آتی ہے : (۱)قِيْلَ، بِيْعَ (۲) اشمام کے ساتھ قِيْلَ، بِيْعَ (فعل کے فاء کلمے کی کسرہ کو ضمہ کی جانب مائل کرکے پڑھنا یعنی یوں محسوس ہوکہ فاء کلمہ پر ضمہ ہے) (۳)قُوْلَ، بُوْعَ

☆قِيْلَ، بِيْعَ کی طرح باب إفْتِعَال اور باب إنْفِعَال کے اجوف کی ماضی مجہول بھی تین طرح سے آتی ہے : (۱)أُخْتِيْرَ ، أُنْقِيْدَ (۲)اشمام کے ساتھ (۳)أُخْتُوْرَ ، أُنْقُوْدَ

☆باب إسْتِفْعَال اور باب إفْعَال کے اجوف کی ماضی مجہول تین طرح سے نہیں بلکہ ایک ہی طرح سے آتی ہے جیسے : أُسْتُخِيْرَ ، أُقِيْمَ کیونکہ ان ابواب میں فُعِلَ کا وزن نہیں پایا جا رہا (یعنی حرفِ علت کا ماقبل حرف متحرک نہیں ہے کیونکہ أُسْتُخِيْرَ اصل میں أُسْتُخْيِرَ ہے اس میں یاء حرفِ علت کا ماقبل یعنی خاء متحرک نہیں ہے اسی طرح أُقِيْمَ اصل میں أُقْوِمَ تھا اس میں بھی واو حرفِ علت کا ماقبل قاف متحرک نہیں ہے)

جبکہ ماقبل میں جن کا ذکر ہوا ان میں فُعِلَ کا وزن پایا جا رہا تھا تھا(یعنی حرفِ علت کا ماقبل حرف متحرک تھا) جیسے: قِيْلَ اصل میں قُوِلَ تھا(اس میں حرفِ علت واو کا ماقبل حرف قاف متحرک ہے) اور بِيْعَ اصل میں بُيِعَ تھا (اس میں بھی یاء حرفِ علت کا ماقبل حرف باء متحرک ہے) اسی طرح أُخْتِيْرَ اصل میں أُخْتُيِرَ تھا (اس میں بھی یاء حرفِ علت کا ماقبل حرف تاء متحرک ہے) اور أُنْقِيْدَ اصل میں أُنْقُيِدَ تھا (اس میں بھی حرفِ علت یاء کا ماقبل حرف قاف متحرک ہے) ان تمام میں فُعِلَ کا وزن موجود ہے یعنی

حرفِ علت کا ماقبل حرف متحرک ہے لہٰذا ان کی ماضی تین طرح سے آتی ہے اور جس میں فُعِلَ کا وزن مفقود ہو یعنی حرفِ علت کا ماقبل حرف ساکن ہو تو اس کی ماضی صرف ایک طرح سے آتی ہے ۔
☆اجوف کے مضارع مجہول میں عین کلمہ کو الف سے بدل دیا جاتا ہے جیسے یُقْوَلُ سے یُقَالُ ، یُبْیَعُ سے یُبَاعُ

فعل لازم وفعل متعدی کا بیان

فعل یا تو متعدی ہوگا یا پھر لازم

فعل متعدی :وہ فعل جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ متعلق پر موقوف ہو جیسے : ضَرَبَ

فعل لازم :وہ فعل جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ متعلق پر موقوف نہ ہو جیسے : قَعَدَ، قَامَ

فعل متعدی کی اقسام :فعل متعدی کی تین اقسام ہے :

(۱)**فعل متعدی بَیَک مفعول** :فعل متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے : ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً

(۲)فعل متعدی بدو **مفعول** :فعل متعدی کبھی دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے : أَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرواًدِرْھَماً

فعل متعدی بدو مفعول کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا جائز ہے جیسے : أَعْطَیْتُ زَیْداً، أَعْطَیْتُ دِرْھَماً

(۳)**فعل متعدی بَسِہ مفعول** :فعل متعدی کبھی تین مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے : أَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْداًعَمْرواًفَاضِلاً

فعل متعدی بسہ مفعول سات ہیں : (۱)أَعْلَمَ (۲)أَرٰی (۳)أَنْبَأَ (۴)نَبَّأَ (۵)أَخْبَرَ (۶)خَبَّرَ (۷)حَدَّثَ

☆فعل متعدی بسہ مفعول کے پہلے مفعول کا دوسرےاورتیسرے مفعول کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ ان میں ایک کو ذکر کرنا اور دوسرے کو ذکر نہ کرنا جائز ہے یعنی پہلے مفعول کو ذکر کیا اور بقیہ دو مفعولوں کو ذکر نہ کیا تو یہ جائز ہے جیسے : أَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْداً اسی طرح پہلے مفعول کو ذکر نہ کرنا اور بقیہ دو مفعولوں کو ذکر کرنا یہ بھی جائز ہے جیسے : أَعْلَمَ اللّٰہُ عَمْرواًفَاضِلاً

نیز فعل متعدی بسہ مفعول کے دوسرے اور تیسرے مفعول کا آپس میں تعلق ایسا ہے کہ ان میں ایک کو ذکر کرنا اور دوسرے کو ذکر نہ کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دونوں مفعولوں کو ذکر کیا جائے یا

دونوں کو ہی ذکر نہ کیا جائے جیسے : أَعْلَمْتُ زَيْداً عَمْرواً خَيْرَ النَّاسِ (اس مثال میں فعل متعدی بسہ مفعول کا دوسرا اور تیسرا دونوں مفعول موجود ہیں اب یہاں دوسرے مفعول کو حذف کرتے ہوئے اکیلے تیسرے مفعول کو ذکر کیا تو یہ جائز نہیں ہوگا لہٰذا یوں کہنا درست نہیں : أَعْلَمْتُ زَيْداً خَيْرَ النَّاسِ)

افعالِ قلوب کا بیان

افعالِ قلوب سات ہیں : (۱) عَلِمْتُ (۲) ظَنَنْتُ (۳) حَسِبْتُ (۴) خِلْتُ (۵) رَأَيْتُ (۶) وَجَدْتُ (۷) زَعَمْتُ

افعالِ قلوب مبتداء و خبر پر داخل ہوکر مبتداء و خبر کو مفعول ہونے کی وجہ سے نصب دیتے ہیں جیسے : عَلِمْتُ زَيْداً عَالِماً (اس مثال میں عَلِمْتُ فعل قلوب زَيْدٌ عَالِمٌ مبتداء و خبر پر داخل ہو رہا ہو کر انہیں مفعول ہونے کی وجہ سے نصب دے رہا ہے)

افعالِ قلوب کی خصوصیات :افعالِ قلوب کی چند خصوصیات ہیں جوکہ درج ذیل ہیں :

(1)افعالِ قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا جائز نہیں لہٰذا یوں نہیں کہہ سکتے : عَلِمْتُ زَيْداً برخلاف فعل متعدی بدو مفعول کے (کیونکہ فعل متعدی بدو مفعول کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اقتصار کرنا جائز ہوتا ہے)

(2)افعالِ قلوب کا عمل کبھی لفظی و معنوی دونوں طرح سے باطل ہوجاتا ہے اور کبھی افعالِ قلوب کا عمل صرف لفظی طور پر باطل ہوتا ہے ۔

افعالِ قلوب کا عمل لفظی طور پر باطل ہونے سے مراد یہ ہے کہ افعالِ قلوب مبتداء و خبر کو مفعول ہونے کی بناء پر نصب نہیں دیں گے اور افعالِ قلوب کا عمل معنوی طور پر باطل ہونے سے مراد یہ ہے افعالِ قلوب یقین و ظن کا معنی نہیں دیں گے ۔

افعالِ قلوب کا عمل لفظی اور معنوی دونوں طرح سے باطل ہو تو اسے الغاء کہتے ہیں ۔

افعالِ قلوب کا عمل لفظاً و معنًی دونوں طرح سے باطل ہونے کی صورتیں:

(۱)افعالِ قلوب مبتداء و خبر کے درمیان میں واقع ہوں جیسے : زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ (اس مثال میں ظَنَنْتُ فعل قلوب زَيْدٌ قَائِمٌ مبتداء و خبر کے درمیان واقع ہو رہا ہے لہٰذا فعل قلوب یہاں لفظی و معنوی طور پر عمل نہیں کرے لفظی طور پر اس طرح کہ یہ مبتدا و خبر کو نصب نہیں دے گا اور معنوی طور پر اس طرح کہ یہ یقین و ظن کے معنی میں استعمال نہیں ہوگا)

(۲)افعالِ قلوب مبتداء و خبر کے بعد واقع ہوں جیسے : زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ (اس مثال میں ظَنَنْتُ فعل قلوب زَيْدٌ قَائِمٌ مبتداء و خبر کے بعد واقع ہو رہا ہے)

(3)افعالِ قلوب کا عمل صرف معنوی طور پر باطل ہو تو اسے تعلیق کہتے ہیں ۔

افعالِ قلوب کا عمل معنوی طور پر باطل ہونے کی صورتیں:

(ا)جب افعالِ قلوب استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے : عَلِمْتُ أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو

(۲)جب افعالِ قلوب نفی سے پہلے واقع ہوں جیسے : عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ

(۳)جب افعالِ قلوب لامِ ابتداء سے پہلے واقع ہوں جیسے: عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ

(4)افعالِ قلوب کے فاعل و مفعول کی دو ضمیریں ایک ہی شیٔ کیلئے ہونا جائز ہے جیسے : عَلِمْتُنِي مُنْطَلِقاً ، ظَنَنْتُكَ فَاضِلاً

جبکہ افعالِ قلوب کے علاوہ افعال میں ایک ہی فعل کیلئے فاعل و مفعول کی ضمیریں ایک ہی شخص کیلئے ہونا جائز نہیں ۔

☆ واضح ہوکہ تین افعالِ قلوب(عَلِمْتُ ، رَأَيْتُ ، وَجَدْتُ) یقین ظاہر کرتے ہیں اور تین افعالِ قلوب (ظَنَنْتُ ،حَسِبْتُ ، خِلْتُ) ظن ظاہر کرتے ہیں اور زَعَمْتُ فعل قلوب کبھی یقین اور کبھی ظن ظاہر کرتا ہے

☆ظَنَنْتُ ، إِتَّهَمْتُ(میں نے وہم کیا) کے معنی میں ہو اور عَلِمْتُ ، عَرَفْتُ(میں نے پہچانا) کے معنی میں ہو اور رَأَيْتُ ، أَبْصَرْتُ (میں نے دیکھا) کے معنی میں ہو اور وَجَدْتُ ، أَصَبْتُ الضَّالَّةَ (میں نے گمشدہ چیز کو پالیا) کے معنی میں ہو تو اس وقت یہ افعال صرف ایک ہی مفعول کو نصب دیں گے اور اس وقت یہ افعالِ قلوب نہیں ہوں گے ۔

افعالِ ناقصہ کا بیان

افعال ناقصہ: وہ افعال جو فاعل کو اس کی صفتِ مصدری کے علاوہ صفت پر پختہ کرنے کیلئے وضع کیے گئے ہوں ۔

افعالِ ناقصہ اپنی نسبت کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دینے کیلئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں ، مبتداء کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب دیتے ہیں جیسے : كَانَ زَيْدٌ قَائِماً

کَانَ کی اقسام :کَانَ کی تین قسمیں ہیں : (۱) کَانَ ناقصہ (۲)کَانَ تامہ(۳)کَانَ زائدہ [10]

کَانَ ناقصہ :وہ کَانَ جو زمانۂ ماضی میں اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے چاہے خبر کا اسم سے جدا ہونا ناممکن ہو جیسے : کَانَ اللّٰہُ عَلِیْماً حَکِیْماً {النساء: ١٧ } (اللہ جاننے والا حکمت والا ہے) اس آیت کریمہ میں لفظ اللّٰہُ اسم جلالت کَانَ کا اسم ہے اور عَلِیْماً حَکِیْماً کَانَ کی دو خبریں ہیں اور یہاں کَانَ کی خبر کا اسم سے جدا ہونا ناممکن ہے اس طرح علم و حکمت کا ذاتِ باری تعالیٰ سے جدا ہونا ناممکن و محال ہے ۔ یا خبر کا اسم سے جدا ہونا ممکن ہو جیسے : کَانَ زَیْدٌ شَابًّا(زید جوان تھا) اس مثال میں کَانَ کی خبر شَابًّا کا کَانَ کے اسم زَیْدٌ سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جوانی ہمیشہ نہیں رہتی ۔

کَانَ تامہ :اسے تامہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے فاعل سے مل کر مکمل ہوجاتا ہے اسے خبر کی حاجت نہیں رہتی اور کَانَ تامہ وہ ہے کہ جو حَصَلَ ، ثَبَتَ کے معنی میں ہو جیسے : کَانَ الْقِتَالُ (جنگ ہوئی)

کَانَ زائدہ :وہ کَانَ جس کو حذف کرنے سے جملے کا معنی متغیر نہ ہو جیسے شاعر کا قول ہے :

جِیَادُ بَنِيْ أَبِيْ بَکْرٍ تَسَامٰی	عَلٰی کَانَ الْمُسَوَّمَۃِ الْعِرَابِ
میرے بیٹے ابو بکر کے تیز رفتار گھوڑے نشان لگائے ہوئے عربی گھوڑوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔	
اس شعر میں کَانَ کو اگر حذف بھی کردیں تو جملے کا معنی متغیر نہ ہوگا ۔	

صَارَ :صَارَ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا (زید مالدار ہوگیا) یعنی زید غریبی کی حالت سے مالداری کی حالت کی طرف منتقل ہوگیا ۔

أَصْبَحَ،أَضْحٰی،أَمْسٰی :یہ تینوں مضمونِ جملہ کو ان اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جن اوقات کے یہ معنی دیتے ہیں جیسے: أُصْبَحَ زَیْدٌ ذَاکِراً (زید نے صبح کے وقت ذکر کیا) أَضْحٰی زَیْدٌ حَزِیْناً (زید چاشت کے وقت غمگیں ہوا) أَمْسٰی زَیْدٌ مَسْرُوْراً (زید نے شام کے وقت خوش ہوا)

☆کبھی یہ تینوں صَارَ کے معنی بھی دیتے ہیں جیسے : أُصْبَحَ زَیْدٌ غَنِیًّا(زید مالدار ہوگیا)

کَانَ کی ایک قسم کَانَ بمعنی صَارَ بھی ہے جو کَانَ ، صَارَ کے معنی میں ہو جیسے : وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ {البقرۃ: ٣٤} (اور وہ کافروں میں سے ہوگیا)[10]

☆کبھی یہ تینوں تامہ بھی ہوتے ہیں اور اس وقت یہ صبح ، چاشت اور شام میں داخل ہونے کے معنی دیتے ہیں جیسے: أُصْبَحَ زَيْدٌ (زید نے صبح کی) أَضْحَى زَيْدٌ(زید نے چاشت کی) أَمْسَى زَيْدٌ(زید نے شام کی)

ظَلَّ،بَاتَ :یہ دونوں بھی مضمونِ جملہ کو ان اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جن اوقات کے یہ معنی دیتے ہیں جیسے : ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِباً (زید نے دن کے وقت لکھا) بَاتَ زَيْدٌ نَائِماً(زید رات میں سویا)

☆کبھی ظَلَّ اور بَاتَ صَارَ کے معنی بھی دیتے ہیں جیسے: ظَلَّ الصَّبِيُّ شَابًّا (بچہ جوان ہوگیا) بَاتَ الشَّابُّ شَيْخاً(جوان بوڑھا ہوگیا)

مَازَالَ،مَابَرِحَ،مَافَتِئَ،مَاانْفَكَّ :جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اس وقت سے یہ اپنے فاعل کیلئے خبر کو بالتسلسل ثابت کرنے پر دلالت کرتے ہیں جیسے : مَازَالَ زَيْدٌ أَمِيْراً(زید حاکم ہی رہا) جب سے زید حاکم ہوا تب سے مسلسل وہ حاکم ہی رہا

☆ان چاروں افعالِ ناقصہ میں حرفِ نفی مَا کا آنا لازم ہے ۔

مَادَامَ :مَا دَامَ اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی کام کا وقت متعین کرنے پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : أَقُوْمُ مَادَامَ الْأَمِيْرُ جَالِساً (میں حاکم کے بیٹھنے تک کھڑا رہوں گا)

لَيْسَ :لَيْسَ زمانہ حال میں جملے کے معنی کی نفی پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : لَيْسَ زَيْدٌ قَائِماً (زید نہیں کھڑا ہے)

☆بعض نے کہا کہ لَيْسَ مطلقاً (زمانہ حال کی قید کے بغیر) ہر زمانے میں جملے کے معنی کی نفی پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے ۔

افعالِ مقاربہ کا بیان

افعالِ مقاربہ :وہ افعال جو اپنے فاعل کیلئے خبر کے قریب ہونے پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیے گئے ہو ۔

افعالِ مقاربہ کی اقسام :افعالِ مقاربہ کی تین قسمیں ہیں : (۱)افعالِ رجاء (۲)افعالِ حصول (۳)افعالِ شروع

افعال رجاء :وہ افعال جو خبر کے حصول کی امید کو ظاہر کریں ، افعالِ رجاء تین ہیں : عَسٰی ، حَرٰی ، إِخْلَوْلَقَ

عَسَی: عَسَی فعل جامد ہے اس سے صرف فعل ماضی کا صیغہ آتا ہے ، عَسٰی عمل کرنے میں كَادَ کی طرح ہے کہ جس طرح كَادَ اسم کو رفع دیتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اسی طرح عَسٰی بھی اسم کو رفع دیتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے ، نیز عَسٰی کی خبر أَنْ کے ساتھ فعل مضارع ہوتی ہے جیسے : عَسٰی زَيْدٌ أَنْ يَقُوْمَ اور عَسٰی کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے :عَسٰی أَنْ يَقُوْمَ زَيْدٌ اور کبھی عَسٰی کی خبر بغیر أَنْ کے آتی ہے جیسے : عَسٰی زَيْدٌ يَقُوْمُ

افعالِ حصول :وہ افعال جو یہ ظاہر کریں کہ خبر کا حصول قریب ہے ، یہ كَادَ ہے ۔
كَادَ کی خبر بغیر أَنْ کے فعل مضارع ہوتی ہے جیسے : كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ اور کبھی كَادَ کی خبر پر أَنْ داخل ہوتا ہے جیسے : كَادَ زَيْدٌ أَنْ يَقُوْمَ

افعالِ شروع :وہ افعال جو یہ ظاہر کریں کہ خبر کی ابتدا ہوچکی ہے ، افعالِ شروع یہ ہیں : أَخَذَ ، جَعَلَ ، طَفِقَ ، كَرَبَ ، أَوْشَكَ

جیسے : طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ (زید نے لکھنا شروع کر دیا)

افعال تعجب کا بیان

افعالِ تعجب :وہ افعال جو تعجب پیدا کرنے کیلئے وضع کیے گئے ہوں ۔

افعالِ تعجب کے صیغے:افعالِ تعجب کے دو صیغے ہیں : (۱) مَا أَفْعَلَهُ (۲) أَفْعِلْ بِهِ

مَا أَحْسَنَ زَيْداً (زید کیسا اچھا ہے!)

مَا بمعنی أَيُّ شَيْءٍ مبتداء ، أَحْسَنَ فعل ماضی معروف اور اس میں موجود هُوَ ضمیر مرفوع متصل فاعل اور زَيْداً مفعول بہ ، أَحْسَنَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ، مَا مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا ۔

أَحْسِنْ بِزَيْدٍ (زید کیسا اچھا ہے!)

أَحْسِنْ فعل امر حاضر بمعنی أَحْسَنَ فعل ماضی ، باء حرف جار زائدہ اور زَيْدٍ لفظاً مجرور اور محلًا مرفوع فاعل ، أَحْسِنْ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا ۔

☆فعل تعجب اسی فعل سے بنتا ہے جس سے اسمِ تفضیل بنتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد یا وہ ثلاثی مجرد جس میں رنگ یا عیب کا معنی ہو اس سے فعل تعجب مَاأَشَدَّ اور أَشْدِدْ بِهٖ ذکر کرنے کے بعد اس فعل کے مصدر کو منصوب ذکر کرکے بناتے ہیں جیسے : مَاأَشَدَّ اسْتِخْرَاجاً ، أَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ

☆افعال تعجب کے صیغوں میں تقدیم و تاخیر کرکے تصرف کرنا جائز نہیں لہٰذا یوں نہیں کہہ سکتے: مَا زَيْدٌ أَحْسَنَ یا بِزَيْدٍ أَحْسِنْ(مفعول یا مجرور کو فعل تعجب پر مقدم کرنا اور فعلِ تعجب کو ان کے بعد لانا یہ جائز نہیں)

اسی طرح افعالِ تعجب کے صیغوں فعلِ تعجب اور اس کے معمول کے مابین یا مَا اور فعلِ تعجب کے مابین فاصلے کے ذریعہ تصرف کرنا بھی جائز نہیں لہٰذا یوں نہیں کہہ سکتے : مَاأَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْداً اور یوں کہنا بھی جائز نہیں : مَازَيْداًأَحْسَنَ

امام مازنی نحوی ہے نزدیک فعل تعجب اور اس کے معمول کے مابین ظرف کے ذریعہ فاصلہ کرنا جائز ہے جیسے : مَاأَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْداً

افعالِ مدح وذم کا بیان

افعالِ مدح وذم :وہ افعال جو تعریف یا مذمت کرنے کیلئے وضع کیئے گئے ہو ۔

افعالِ مدح:افعالِ مدح دو ہیں:(1) نِعْمَ (2) حَبَّذَا

نِعْمَ فعل مدح کے فاعل کی صورتیں:

(1)نِعْمَ فعلِ مدح کا فاعل معرف باللام بھی ہوتا ہے جیسے : نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ

اس مثال میں نِعْمَ فعل مدح ، الرَّجُلُ معرف باللام اس کا فاعل ہے اور نِعْمَ فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبرِ مقدم اور زَيْدٌ مبتداء مؤخر ، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا ۔

(2)نِعْمَ فعل مدح کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف بھی ہوتا ہے جیسے : نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ

اس مثال میں نِعْمَ فعلِ مدح غُلامُ فعلِ مدح کا فاعل ہے جوکہ الرَّجُلِ معرف باللام کی طرف مضاف ہے ، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر مقدم اور زَيْدٌ مبتداء مؤخر ، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا ۔

(3)نِعْمَ فعل مدح کا فاعل کبھی ضمیر مستتر ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ یا مَا بمعنی شَيْءٌ کے ساتھ لانا واجب ہوتا ہے ۔

نِعْمَ رَجُلاً زَيْدٌ

اس مثال میں نِعْمَ فعل مدح کا فاعل نِعْمَ میں موجود هُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے جس کی تمیز رَجُلاً نکرہ منصوبہ سے لائی گئی ہے ، ترکیب اس طرح ہوگی : نِعْمَ فعل مدح ، اس میں موجود هُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر ممیز ، رَجُلاً نکرہ منصوبہ تمیز ، ممیز اور تمیز مل کر نِعْمَ فعل مدح کا فاعل ، نِعْمَ فعل مدح اپنے فاعل سے کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر مقدم اور زَيْدٌ مبتداء مؤخر ، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا ۔

☆زَيْدٌ کو مخصوص بالمدح کہا جاتا ہے ۔

فَنِعِمَّا هِيَ

اس مثال میں نِعْمَ فعل مدح کا فاعل نِعْمَ میں موجود ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے جس کی تمیز مَا بمعنی شَيْءٌ سے لائی گئی ہے ، ترکیب اس طرح ہوگی : نِعْمَ فعل مدح ، اس میں موجود هُوَ ضمیر مرفوع متصل مستتر ممیز ، مَا بمعنی شَيْءٌ اس کی تمیز ، ممیز اور تمیز مل کر نِعْمَ فعل مدح کا فاعل ، نِعْمَ فعل مدح اپنے فاعل سے کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر مقدم ، هِيَ ضمیر مرفوع منفصل مبتداء مؤخر ، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا ۔

حَبَّذَا زَيْدٌ

اس مثال میں حَبَّ فعل مدح ہے اور ذَا فعل مدح کا فاعل ہے اور زَيْدٌ مخصوص بالمدح ہے ، ترکیب اس طرح ہوگی : حَبَّ فعل مدح ، ذَا فعل مدح کا فاعل ، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر مقدم اور زَيْدٌ مبتداء مؤخر ، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا ۔

☆حَبَّذَا کے مخصوص سے پہلے یا بعد میں مخصوص کے مطابق تمیز یا حال کا واقع ہونا جائز ہوتا ہے ۔

حَبَّذَا کے مخصوص سے پہلے تمیز واقع ہونے کی مثال : حَبَّذَا رَجُلاً زَيْدٌ

حَبَّذَا کے مخصوص کے بعد تمیز واقع ہونے کی مثال: حَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلاً

حَبَّذَا کے مخصوص سے پہلے حال واقع ہونے کی مثال : حَبَّذَا رَاكِباً زَيْدٌ

حَبَّذَا کے مخصوص کے بعد حال واقع ہونے کی مثال : حَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِباً

افعالِ ذم بھی دو ہیں:(1) بِئْسَ (2)سَاءَ

حروف کا بیان

حرف کی تعریف:ایسا کلمہ جو معنی پر بذاتِ خود دلالت نہیں کرتا ، بلکہ اپنے علاوہ کے ساتھ مل کر معنی پر دلالت کرتا ہے ۔

حروف کی اقسام:اقسامِ حروف سترہ ہیں : (1) حروفِ جارہ (2) حروف مشبہ بالفعل

(3)حروفِ عطف (4)حروف تنبیہ (5)حروف نداء (6) حروفِ ایجاب (7)حروف زائدہ

(8)حروف تفسیر (9)حروف مصدر (10)حروف تحضیض (11)حروف توقع

(12)حروف استفہام (13)حروف شرط (14)حرفِ ردع (15) تائے تانیث ساکنہ (16)تنوین

(17)نونِ تاکید ثقیلہ ونونِ تاکید خفیفہ

حروفِ جارہ کا بیان

حروف جر کی تعریف :وہ حروف جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس تک پہنچانے کیلئے وضع کیے گئے ہو جو ان سے ملا ہوا ہو ۔

فعل کی مثال :مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اس مثال میں مَرَرْتُ فعل کے اثر کو زید تک پہنچانے کا کام باء حرف جر کر رہا ہے ۔

شبہ فعل کی مثال :أَنَامَارٌّبِزَيْدٍاس مثال میں مَارٌّ شبہ فعل اسم فاعل کے اثر کو زید تک پہنچانے کا کام باء حرف جر کر رہا ہے ۔

معنی فعل کی مثال :هٰذَازَيْدٌ فِي الدَّارِأَبُوْكَ اس مثال میں هٰذَااسم اشارہ معنی فعل(أُشِيْرُ) کے اثر کو الدَّارِ تک پہنچانے کا کام حرفِ جر فِي کر رہا ہے ۔

حروفِ جارہ سترہ ہیں ،جن کی تفصیل آگے آرہی ہے:

حرف جر مِنْ

(1)مِنْ ابتدائے غایت کیلئے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں انتہاء کا آنا درست ہوتا ہے جیسے : سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَةِإِلَى الْكُوْفَةِ (میں نے بصرہ سے کوفہ کا سفر کیا)

(2)مِنْ تبیین کیلئے بھی آتا ہے کہ جو امرِ مبہم کی مراد کو واضح کرتا ہے ، اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظ اَلَّذِيْ کو رکھنا درست ہوتا ہے جیسے : فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ {الحج:٣٠} (پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو)

(3)مِنْ تبعیضیہ بھی ہوتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی چیز اس کے مدخول کا بعض ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظ بَعْض کو رکھنا درست ہوتا ہے جیسے : أَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ(میں نے کچھ درہم لیے)

(4)مِنْ زائدہ بھی ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اسے گرانے سے معنی میں خرابی نہ آئے جیسے : مَا جَاءَنِيْ مِنْ أَحَدٍ(میرے پاس کوئی نہیں آیا) اس مثال میں اگر ہم مِنْ کو حذف کرتے ہوئے یوں کہیں :مَا جَاءَنِيْ أَحَدٌ تو اس کا معنی بھی وہی ہوگا مِنْ کے حذف کرنے سے معنی میں کوئی خرابی نہ آئے گی ۔

مِنْ کلامِ موجب میں زائدہ نہیں ہوتا برخلاف کوفی نحاۃ کے کوفی نحاۃ کے نزدیک مِنْ کلامِ موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے ان کی دلیل اہلِ عرب کا قول قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ (بارش ہوئی)ہے کہ یہ کلامِ موجب ہے اور میں مِنْ زائدہ ہے ۔

ان کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے مصنف نے فرمایا : اہلِ عرب کا یہ قول اور اس طرح کی دیگر امثلہ جہاں کلامِ موجب میں مِنْ زائدہ ہونے کا وہم ہوتا ہے تو وہاں تاویل کی جاتی ہے اس طرح کہ یا تو مِنْ کو معنی تبعیض پر محمول کیا جاتا ہے جیسے مذکورہ مثال میں قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ (کچھ بارش ہوئی) یا پھر مِنْ کو معنی تبیین پر محمول کیا جاتا ہے ۔

حرف جر إِلَی

(1)إِلَی انتہائے غایت کیلئے آتا ہےیعنی إِلَی مسافت کی انتہاء کو بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَةِإِلَی الْكُوْفَةِ (میں نے بصرہ سے کوفہ کا سفر کیا)

(2)کبھی إِلَی مَعَ کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے رب تعالی کا فرمان : فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ { المائدة : ٦ } (تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں کے ساتھ دھو لو)

حرفِ جر حَتّٰی

(1)حَتّٰی ، إِلَی کی طرح انتہائے غایت کیلئے آتا ہے جیسے : نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ (میں گزشتہ رات صبح تک سویا رہا)

(2)حَتّٰی اکثر مَعَ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے : قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةِ (حاجی آئے پیدل چلنے والوں کے ساتھ)

(3)حَتّٰی صرف اسمِ ظاہر پر داخل ہوتا ہے لہٰذا یوں نہیں کہہ سکتے : حَتَّاهُ

امام مبرد کے نزدیک حَتّٰی اسمِ ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے ان کی دلیل شاعر کا مذکورہ شعر ہے :

فَلَا وَاللهِ لَا يَبْقَى أُنَاسٌ فَتًى حَتَّاكَ يَا ابْنَ أَبِيْ زِيَادٍ

بخدا ! لوگوں میں تیرے سوا کوئی جوان باقی نہیں رہا اے ابو زیاد کے بیٹے

یعنی تیرے علاوہ لوگ کسی ایسے شخص کو نہیں پاتے کہ جو ان کی حاجتوں کو پورا کرے ، جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو وہ ایسا شخص پاتے ہیں کہ جو ان کی حاجتوں کو پورا کرے ۔

مصنف نے اس شعر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ شاذ(خلافِ قیاس) ہے ۔

حرف جر فِيْ

(1)فِيْ ظرفیت کا معنی دیتے کیلئے آتا ہے یعنی فِيْ اس بات پر دلالت کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے کہ اس کا مدخول کسی چیز کا محل ہے جیسے : زَيْدٌ فِيْ الدَّارِ(زید گھر میں ہے) اَلْمَاءُ فِيْ الْكُوْزِ (پانی پیالے میں ہے)

(2)کبھی فِيْ عَلَى کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے رب تعالی کا فرمان : وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ {طه : ٧١}(اور ضرور میں تمہیں کھجور کے درخت کے تنہ پر سولی چڑھاؤں گا)

حرفِ جر باء

(1)باء الصاق کیلئے آتی ہے ، الصاق کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ حقیقی یا مجازی طور پر ملانا جیسے : مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (میں زید کے ساتھ گزرا)یعنی میرا گزرنا اس جگہ کے ساتھ ملا ہوا جس جگہ کے قریب زید ہے ۔

(2)باء استعانت کیلئے بھی آتی ہے یعنی جو اس بات پر دلالت کرتی ہے جس پر باء داخل ہوئی ہے اس کے ذریعہ مذکورہ فعل کرنے پر مدد لی گئی ہے جیسے : كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (میں نے قلم کی مدد سے لکھا)

(3)کبھی باء تعلیل یعنی کسی چیز کی علت (وجہ) بیان کرنے کیلئے آتی ہے جیسے رب تعالی کا فرمان : إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ {البقرة : ٥٤ } (تم نے بچھڑے(کو معبود)بناکر اپنی جانوں پر ظلم کیا)

(4)باء مصاحبت کیلئے بھی آتی ہے یعنی وہ باء جو مَعَ کے معنی میں ہو جیسے : خَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهِ (زید اپنے قبیلے کے ساتھ نکلا)

(5)باء کبھی مقابلہ کیلئے آتی ہے ، یہ باء اس بات کا فائدہ دینے کیلئے آتی ہے کہ اس کے مجرور کے مقابلے میں کوئی چیز واقع ہوئی ہے جیسے : بِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ (میں نے یہ چیز بیچی اس چیز کے بدلے)

(6)باء ظرفیت کا معنی دینے کیلئے بھی آتی ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ فِيْ کا رکھنا درست ہوتا ہے جیسے : جَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ(میں مسجد میں بیٹھا)

(7)باء زائدہ بھی ہوتی ہے ، باء کے زائدہ ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱)قیاسی(۲)سماعی

قیاسی طور پر باء کے زائدہ ہونے کی صورتیں : (۱)نفی کی خبر میں قیاسی طور پر باء زائدہ ہوتی ہے جیسے : مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ

(۲)استفہام میں قیاسی طور پر باء زائدہ ہوتی ہے جیسے : هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ

سماعی طور پر باء کے زائدہ ہونے کی صورتیں :

(۱)سماعی طور پر باء مرفوع میں زائدہ ہوتی ہے چاہے مرفوع مبتداء ہو یا خبر ہو یا فاعل ہو

مبتداء میں باء زائدہ ہونے کی مثال : بِحَسْبِكَ زَيْدٌ

خبر میں باء زائدہ ہونے کی مثال : حَسْبُكَ بِزَيْدٍ

فاعل میں باء زائدہ ہونے کی مثال : كَفَى بِاللهِ شَهِيْداً{ الفتح:۲۸}

(۲) سماعی طور پر باء منصوب میں زائدہ ہوتی ہے جیسے : أَلْقَى بِيَدِهٖ

حرف جرلام

(1)لام اختصاص کیلئے آتا ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کرنے یا ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ(جھول گھوڑے کا ہے) اَلْمَالُ لِزَيْدٍ(مال زید کا ہے)

(2)لام تعلیل کیلئے بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کی علت(وجہ) بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : ضَرَبْتُهُ لِلتَّأْدِيْبِ(میں نے اسے ادب سکھانے کیلئے مارا)

(4)لام زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے رب تعالی کا فرمان : رَدِفَ لَكُمْ {النمل:۷۲} (تمہارے پیچھے آ لگی)

(5)لام کبھی جب قَوْل کے استعمال ہو تو عَنْ کے معنی میں ہوگا جیسے رب تعالی کا فرمان : وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْراً مَّا سَبَقُوْنَا إِلَيْهِ{ الاحقاف:۶ }

(6)لام قسم میں واو کے معنی میں ہوتا ہے تعجب کیلئے جیسے ہزلی کا شعر :

لِلّٰہِ یَبْقٰی عَلَی الْاَیَّامِ ذُوْ حَیَدٍ   بِمُشْمَخِرٍّ بِہِ الظَّیَّانُ وَ الْآسُ

اللہ کی قسم ! دنوں کے گزرنے پر بلند پہاڑ کہ جس میں ظیان اور آس ہوتے ہیں وہاں رہنے والا پہاڑی بکرا باقی نہیں رہتا ۔

یعنی دنیا میں ہر چیز فانی ہے اور کوئی چیز آفات سے محفوظ نہیں یہاں تک کہ پہاڑی بکرا جو پہاڑوں پر ہونے کے باجود باقی نہیں رہتا ۔ (ظیان اور آس یہ دو پودوں کے نام ہیں)

الظیان : جنگلی چنبیلی ، ایک پودا جس کے پتوں سے رنگائی اور دباغت کی جاتی ہے ۔

الآس :ایک خوشبودار پھل دار پودا(بڑی الایچی کی مانند)

حرف جررُبَّ

(1)رُبَّ تقلیل(یعنی کمی کے معنی کو بیان کرنے)کیلئے آتا ہے جیساکہ کَمْ خبریہ تکثیر(یعنی کثرت کے معنی کو بیان کرنے) کیلئے آتا ہے ۔ رُبَّ صدرِ کلام میں آتا ہے۔

(2)رُبَّ صرف نکرہ موصوفہ یا ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے جو کہ ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے اور اس ضمیر مبہم کی تمیز نکرہ منصوبہ بنتا ہے ۔

رُبَّ کے نکرہ موصوفہ پر داخل ہونے کی مثال : رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ لَقِیْتُہٗ اس مثال میں رُبَّ کا مدخول رَجُلٍ نکرہ ہے جوکہ موصوف ہے اور اس کی صفت کَرِیْمٍ ہے ۔

رُبَّ کے ضمیر مبہم پر داخل ہونے کی مثال :

رُبَّہٗ رَجُلًا ، رُبَّہٗ رَجُلَیْنِ ، رُبَّہٗ رِجَالاً ، رُبَّہٗ اِمْرَأَۃً

ان مثالوں میں رُبَّ حرفِ جر ضمیر مبہم پر داخل ہو رہا ہے جوکہ تمام امثلہ میں مفرد مذکر ہے اور اس ضمیر مبہم کی تمیز مابعد نکرہ بن رہا ہے ۔

ضمیر مبہم :ضمیر کا مرجع مذکور نہ ہو اور نہ ہی بعد والا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہو تو اسے ضمیر مبہم کہتے ہیں ، اس کے ابہام کو دور کرنے کیلئے ضمیر کے بعد بیان یا تمیز کو لاتے ہیں ۔ (نصاب النحو ، ص 223)

ضمیر مبہم کا کوئی خاص مرجع نہیں ہوتا ، بصریوں کے نزدیک ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے اگرچہ اس کی تمیز تثنیہ یا جمع یا مؤنث ہو جیسے مذکورہ بالا امثلہ میں

کوفیوں کے نزدیک ضمیر مبہم کا تمیز کے مطابق ہونا ضروری ہے جیسے : رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ، رُبَّهُمْ رِجَالاً، رُبَّهَا إِمْرَأَةً ان مثالوں میں ضمیر مبہم مابعد تمیز کے مطابق تثنیہ و جمع اور مؤنث ہے ۔

(3) کبھی رُبَّ کے ساتھ مَا کافہ لاحق ہوتا ہے اس وقت رُبَّ جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے ۔

جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال : رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ

جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال : رُبَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ

(4)رُبَّ کیلئے فعل ماضی کا ہونا ضروری ہے ، کیونکہ رُبَّ ثابت شدہ کمی کو بیان کرتا ہے اور ثابت شدہ کمی صرف فعل ماضی سے ہی ثابت ہوتی ہے ، اور عموماً اس فعل ماضی کو حذف کیا جاتا ہے جیسے کسی نے آپ سے سوال کیا : هَلْ لَقِيْتَ مَنْ أَكْرَمَكَ ؟(کیا آپ اس سے ملے جس نے آپ کی تعظیم کی)تو اس کے جواب میں آپ نے کہا : رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِيْ (کتنے ہی لوگوں نے میری تعظیم کی)یہاں رُبَّ کا متعلق فعل ماضی محذوف ہے کہ یہ اصل میں یوں تھا : رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِيْ لَقِيْتُهُ(ایسے کتنے ہی لوگوں سے میں ملا جنھوں نے میری تعظیم کی) اس مثال میں أَكْرَمَنِيْ فعل رَجُلٍ موصوف کی صفت ہے اور لَقِيْتُهُ فعل رُبَّ کا متعلق ہے جوکہ محذوف ہے ۔

واو بمعنی رُبَّ

وہ واو جو رُبَّ کے معنی میں ہوتی ہے اور چونکہ یہ واو رُبَّ کے معنی میں ہوتی ہے لہٰذا صدرِ کلام میں واقع ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ کلام کی ابتداء کی جاتی ہے اور یہ صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے اور رُبَّ کی طرح اس واو کا مدخول بھی نکرہ موصوفہ ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول :

وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ   إِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَإِلَّا الْعِيْسُ

اور کتنے ہی شہر ایسے ہیں کہ جن میں کوئی مانوس شخص نہیں(کہ جس سے انسیت حاصل ہو) علاوہ مٹیالے (بھورے) رنگ کے ہرن اور سفید و بھورے رنگ کے اونٹوں کے ۔

اس شعر میں واو جوکہ صدرِ کلام میں واقع ہے بمعنی رُبَّ ہے اور یہ اسمِ ظاہر بَلْدَةٍ پر داخل ہو رہی ہے جوکہ نکرہ موصوفہ ہے کہ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ یہ جملہ اسمیہ بَلْدَةٍ نکرہ موصوفہ کی صفت ہے ۔

أَنِيْسٌ : مانوس ، انسیت بخشنے والا ، ہر وہ چیز جس اُنس حاصل ہو ۔

الْيَعَافِيْرُ : یہ جمع ہے اس کا واحد اَلْيَعْفُوْر ہے ، مٹیالے) بھورے (رنگ کا ہرن

الْعِيْسُ : یہ بھی جمع ہے اس کا واحد اَلْأَعْيَس ہے ، سفید و بھورے رنگ کا اونٹ ، عمدہ نسل کا اونٹ

واوِ قسم

وہ واو جو قسم کھانے کیلئے استعمال ہو ، واوِ قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہوتا ہے جیسے : وَاللّٰهِ لَأَضْرِبَنَّ / وَالرَّحْمٰنِ لَأَضْرِبَنَّ

چونکہ واوِ قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہوتا ہے لہٰذا یہ اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا تو یوں نہیں کہہ سکتے :وَكَ وغیرہ

تائے قسم

وہ تاء جو قسم کھانے کیلئے استعمال ہو ، تاء برائے قسم صرف اسم جلالت اللہ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا یوں نہیں کہہ سکتے : تَالرَّحْمٰنِ

امام اخفش نحوی نے تاء برائے قسم کا اسم جلالت کے علاوہ پر داخل ہونے کو جائز قرار دیا ہے ان کی دلیل اہلِ عرب کا قول : تَرَبِّ الْكَعْبَةِ (ربِ کعبہ کی قسم) ہے ۔

جمہور نے اہل عرب کے مذکورہ قول کو شاذ قرار دیا ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے بھی جمہور کا مذہب اختیار کرتے ہوئے اس قولِ عرب کو شاذ قرار دیا ہے ۔

بائے قسم

وہ باء قسم کھانے کیلئے استعمال ہوتی ہے ، بائے قسم اسمِ ظاہر اور اسمِ ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے ۔

بائے قسم کے اسم ظاہر پر داخل ہونے کی مثال : بِاللّٰهِ ، بِالرَّحْمٰنِ

بائے قسم کے اسم ضمیر پر داخل ہونے کی مثال : بِكَ (تیری قسم)

جوابِ قسم کے احکام:

ہر قسم کے لئے جوابِ قسم کا ہونا ضروری ہے جوابِ قسم اس جملے کو کہا جاتا ہے جس پر قسم کھائی گئی ہو

جواب قسم موجبہ یعنی اس میں کسی کے لئے کسی چیز کو ثابت کیا جارہا ہو تو جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں میں لامِ تاکید کا داخل ہونا ضروری ہے ۔

جوابِ قسم جملہ اسمیہ موجبہ کی مثال: وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ اس مثال میں لَزَيْدٌ قَائِمٌ جواب قسم جملہ اسمیہ موجبہ ہے کہ اس میں زید کے لئے کھڑے ہونے کو ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا جواب قسم پر لام تاکید داخل ہو رہا ہے ۔

جوابِ قسم جملہ فعلیہ موجبہ کی مثال: وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا اس مثال میں لَاَفْعَلَنَّ كَذَا جواب قسم جملہ فعلیہ موجبہ ہے کہ اس میں خود کے لئے کسی کام کے کرنے کو ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا جواب قسم پر لامِ تاکید داخل ہو رہا ہے ۔

نیز جواب قسم جملہ اسمیہ موجبہ پر اِنَّ بھی داخل ہوتا ہے جیسے : وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ اس مثال میں زَيْدًا لَقَائِمٌ جواب قسم جملہ اسمیہ موجبہ ہے کہ اس میں زید کے لئے کھڑے ہونے کو ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا جواب قسم پر اِنَّ داخل ہورہا ہے ۔

جواب قسم منفیہ ہو یعنی اس میں کسی کی چیز کی نفی کی جارہی ہو تو جواب قسم پر مَا یا لَا کا داخل ہونا ضروری ہے ۔

جوابِ قسم جملہ اسمیہ منفیہ کی مثال: وَاللّٰہِ مَا زَیْدٌ قَائِمٌ اس مثال میں جواب قسم مَا زَیْدٌ قَائِمٌ جواب قسم جملہ اسمیہ منفیہ ہے کہ اس میں زید سے کھڑے ہونے کی نفی کی جارہی ہے لہٰذا جواب قسم پر مَا داخل ہو رہا ہے ۔

جوابِ قسم جملہ فعلیہ منفیہ کی مثال: وَاللّٰہِ لَا یَقُوْمُ زَیْدٌ اس مثال میں جوابِ قسم لَا یَقُوْمُ زَیْدٌ جملہ فعلیہ منفیہ ہے کہ اس میں زید کے کھڑے ہونے کی نفی کی جارہی ہے لہٰذا جواب قسم پر لَا آرہا ہے ۔

کبھی جواب قسم منفیہ سے حرفِ نفی کو حزف کیا جاتا ہے زوال التباس کی وجہ سے جیسے اللہ ﷻ کا فرمان : تَاللّٰہِ تَفْتَأُ تَذْکُرُ یُوْسُفُ { یوسف : ۸۵} اَیْ لَا تَفْتَأُ

اس آیت کریمہ میں جواب قسم منفیہ تَفْتَأُ تَذْکُرُ یُوْسُفُ سے حرفِ نفی محذوف ہے کیونکہ تَفْتَأُ مضارع اگر مثبت ہوتا تو ضروری تھا کہ یہ لامِ تاکید سے ملا ہوتا کیونکہ جواب قسم مثبتہ پر لامِ تاکید کا داخل ہونا ضروری ہوتا ہے جو کہ یہاں نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ تَفْتَأُ مضارع مثبت نہیں ہے بلکہ منفی ہے اور حرفِ نفی یہاں محذوف ہے.

جواب قسم کے محذوف ہونے کی صورتیں:

کبھی جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے جوابِ قسم کے محذوف ہونے کی صورتیں درج ذیل ہیں:

(ا)اگر قسم سے پہلے ایسا جملہ ہو جو جواب قسم پر دلالت کر رہا ہو تو جواب قسم کو حذف کریں گے جیسے : زَیْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰہِ

اس مثال میں قسم سے پہلے ایسا جملہ ہے کہ جو جواب قسم پر دلالت کررہا ہے کے یہ اصل میں یوں تھا زَیْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰہِ زَیْدٌ قَائِمٌ زَیْدٌ قَائِمٌ جواب قسم کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ جواب قسم پر دلالت کرنے والا جملہ زَیْدٌ قَائِمٌ قسم سے پہلے موجود ہے ۔

(۲)قسم ایسے جملے کے درمیان میں واقع ہو کہ جو جواب قسم پر دلالت کر رہا ہو جیسے: زَیْدٌ وَاللهِ قَائِمٌ یہ اصل میں یوں تھا زَیْدٌ وَاللهِ قَائِمٌ زَیْدٌ قَائِمٌ اس مثال میں قسم ایسے جملے کے درمیان واقع ہے کہ جو جواب قسم زَیْدٌ قَائِمٌ پر دلالت کر رہا ہے لہٰذا جواب قسم کو حذف کیا گیا ۔

حرفِ جر عَنْ

عَنْ مجاوزت کیلئے آتا ہے یعنی عَنْ ایک چیز کے دوسرے چیز سے دور ہونے کے معنی دینے کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے : رَمَیْتُ السَّھْمَ عَنِ الْقَوْسِ إِلَی الصَّیْدِ (میں شکار کی طرف کمان سے تیر پھینکا) یعنی میں نے پھینکنے کے ذریعہ تیر کو کمان سے دور کیا ۔

حرفِ جر عَلَی

حرفِ جر عَلَی استعلاء (بلندی) کے معنی کیلئے آتا ہے یعنی عَلَی کسی چیز کے کسی دوسری پر بلند ہونے کے معنی دیتا ہے ، استعلاء کی دو قسمیں ہیں : (۱)استعلاءِ حقیقی جیسے : زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ (زید چھت پر ہے) زید کا چھت سے بلند ہونا حقیقی طور پر ہے لہٰذا یہ استعلاءِ حقیقی ہے(۲)استعلاءِ مجازی جیسے : عَلَیْهِ دَیْنٌ (اس پر ادھار ہے) ادھار کو وزنی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ گویا ادھار قرضدار کی پشت یا گردن پر سوار ہے ۔

فائدہ : کبھی عَنْ اور عَلَی اسم بھی ہوتے ہیں جبکہ ان پر مِنْ داخل ہو جیسے : جَلَسْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ (میں اس کی دائیں جانب بیٹھا) نَزَلْتُ مِنْ عَلَی الْفَرَسِ (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)

جب مِنْ جارہ عَنْ پر داخل ہوگا تو عَنْ جانب کے معنی میں ہوگا جیسے : جَلَسْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ(میں اس کی دائیں جانب بیٹھا)

جب مِنْ جارہ عَلَی پر داخل ہوگا تو عَلَی ، فَوْق کے معنی میں ہوگا جیسے : نَزَلْتُ مِنْ عَلَی الْفَرَسِ(میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)

حرفِ جر کاف

حرف جر کاف تشبیہ کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی حرفِ جر کاف اپنے مدخول کے ساتھ کسی چیز کو کسی وصف میں تشبیہ دینے کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ کَعَمْرٍو (زید عمرو کی طرح ہے) اس مثال میں کاف حرفِ جر کے ذریعہ زید کو عمرو کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ۔

کبھی حرف جر کاف زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان : لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَيْءٌ{ الشوری : ۱۱}(اس جیسا کوئی نہیں)

کبھی کاف مِثْلُ کے معنی میں اسم ہوتا ہے جبکہ کاف پر حرفِ جر داخل ہو جیسے شاعر کا قول :

یَضْحَکْنَ عَنْ کَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِّ (وہ ہنستی ہیں پگھلے ہوئے اولوں کی مثل دانتوں سے) اس مثال میں کاف پر حرفِ جر عَنْ داخل ہو رہا ہے اور کاف مِثْلُ کے معنی میں اسم ہے ۔

حروفِ جر مُذْ اور مُنْذُ

مُذْ اور مُنْذُ کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں : (ا)زمانہ ماضی میں مُذْ اور مُنْذُ ابتداء کے معنی کیلئے استعمال ہوتے ہیں جیسے آپ شعبان المعظم میں کہو کہ : مَارَأَیْتُهٗ مُذْ رَجَبٍ(میں نے اسے رجب سے نہیں دیکھا) اس مثال میں مُذْ زمانہ ماضی میں نہ دیکھنے کی ابتدائی مدت کو بیان کر رہا ہے(۲)زمانہ حال میں مُذْ اور مُنْذُ ظرفیت کا معنی دیتے ہیں جیسے : مَارَأَیْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا (میں نے اسے اس جاری مہینہ میں نہیں دیکھا) اس مثال میں مُذْ زمانہ حال میں نہ دیکھنے کی مدت کو بیان کر رہا ہے اسی طرح مَارَأَیْتُهٗ مُنْذُ یَوْمِنَا (میں نے اسے اس جاری دن میں نہیں دیکھا)

حروف جارہ خَلَا، عَدَا، حَاشَا

حروفِ جارہ خَلَا ، عَدَا ، حَاشَا استثناء کیلئے آتے ہیں یعنی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے حکم سے نکالنے کیلئے آتے ہیں جیسے : جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَیْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَکْرٍ (میرے پاس قوم آئی علاوہ زید اور عمرو

اور بکر کے) اس مثال میں خَلَا ، عَدَا اور حَاشَا اپنے مابعد زید عمرو بکر کو ماقبل قوم کے حکم سے نکال رہا ہے کہ قوم پر آنے کا حکم لگ رہا ہے جبکہ یہ تین اس حکم سے مستثنی ہیں ۔

حروف مشبہ بالفعل کا بیان

حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں:(۱)إِنَّ (۲)أَنَّ (۳)كَأَنَّ (٤)لٰكِنَّ (٥)لَيْتَ (٦)لَعَلَّ

حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں ، اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے : إِنَّ زَيْداً قَائِمٌ

کبھی حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ مَا کافہ لاحق ہوتا ہے جو انہیں عمل سے روک دیتا ہے اور اس وقت یہ افعال پر بھی داخل ہوتے ہیں جیسے : إِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ

إِنَّ مکسورہ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا بلکہ اِنَّ جملے کے معنی کو پختہ کرتا ہے جیسے : إِنَّ زَيْداً قَائِمٌ اس مثال میں إِنَّ ، زَيْدٌ قَائِمٌ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس کے معنی میں تاکید پیدا کر رہا ہے کہ بے شک زید کھڑا ہے

إِنَّ مفتوحہ اپنے ما بعد اسم و خبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے . یعنی أَنَّ مفتوحہ جملے کے معنٰی کو متغیر کرتا ہے کہ ان ما بعد جملے کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے ۔ چونکہ إِنَّ جملہ کے معنی کو متغیر نہیں کرتا لہٰذا مقاماتِ جملہ میں إِنَّ مکسورہ ہوتا ہے اور چونکہ أَنَّ مفتوحہ جملے کے معنٰی کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے لہٰذا مقامات مفرد میں أَنَّ مفتوحہ ہوتا ہے ۔

إِنَّ پڑھنے کے مقامات :(۱)ابتدائے کلام میں جیسے : إِنَّ زَيْداً قَائِمٌ(۲)قول کے بعد جیسے : رب تعالی کا فرمان : يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ {البقرة:٩٨} (۳)اسم موصول کے بعد جیسے : مَا رَأَيْتُ الَّذِي إِنَّهُ فِي الْمَسَاجِدِ (میں نے اسے نہیں دیکھا کہ جو مسجدوں میں ہوتا ہے(۴)جب اس کی خبر پر لام تاکید ہو کیونکہ لامِ تاکید بھی جملے کے معنی کی تاکید کیلئے ہوتا ہے جیسے : إِنَّ زَيْداً لَقَائِمٌ

أَنَّ پڑھنے کے مقامات: (۱)جب أَنَّ اپنے اسم اور خبر کے مل کر فاعل بنے جیسے بَلَغَنِيْ أَنَّ زَيْداً قَائِمٌ اس مثال میں أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر بَلَغَ فعل کیلئے فاعل بن رہا ہے ۔ (۲)جب أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول بنے جیسے : كَرِهْتُ أَنَّكَ قَائِمٌ اس مثال میں أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر كَرِهْتُ فعل کیلئے مفعول بن رہا ہے۔ (۳)جب أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء واقع ہو جیسے عِنْدِيْ أَنَّكَ قَائِمٌ اس مثال میں أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر عِنْدِيْ خبر مقدم کیلئے مبتداء بن رہا ہے۔ (۴)جب أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مضاف الیہ بنے جیسے : عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ أَنَّ بَكْراً قَائِمٌ اس مثال میں أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر طُوْلِ مضاف کا مضاف الیہ بن رہا ہے ۔

واضح ہوکہ جب أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل فاعل ، مفعول ، مبتداء یا مضاف الیہ واقع ہو تو أَنَّ پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ مقاماتِ مفرد میں أَنَّ مفتوحہ ہوتا ہے اور فاعل ، مفعول ، مبتداء اور مضاف الیہ کا بھی مفرد ہونا واجب ہے لہذا ان مقامات پر أَنَّ پڑھا جاتا ہے ۔

(۵)جب أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل مجرور بنے جیسے : عَجِبْتُ مِنْ أَنَّ بَكْراً قَائِمٌ اس مثال میں أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مِنْ حرفِ جر کا مجرور بن رہا ہے۔

(۶)لَوْ کے بعد بھی أَنَّ پڑھا جاتا ہے جیسے : لَوْ أَنَّكَ عِنْدَنَا لَأَكْرَمْتُكَ (۷)لَوْلَا کے بعد بھی أَنَّ پڑھا جاتا ہے جیسے لَوْلَا أَنَّهُ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ

لَوْ کے بعد أَنَّ اس لئے پڑھا جاتا ہے کیونکہ لَوْ کا ما بعد ثَبَتَ فعل محذوف کا فاعل ہوتا ہے اور فاعل مفرد ہی ہوتا ہے لہٰذا لَوْ کے بعد بھی أَنَّ پڑھا جاتا ہے کیونکہ یہ مقامات مفرد میں سے ہے اور لَوْلَا کے ساتھ أَنَّ اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ لَوْلَا یا تو امتناعیہ ہوگا یا تحضیضیہ ہوگا اگر لَوْلَا امتناعیہ ہو تو لَوْلَا امتناعیہ کا ما بعد بصریوں کے نزدیک ایسا مبتداء ہوتا ہے کہ جس کی خبر محذوف ہوتی ہے اور مبتداء کا مفرد ہونا واجب ہے لہٰذا یہ بھی مقامات مفرد میں سے ہے تو أَنَّ پڑھا جائے گا اور اگر لَوْلَا تحضیضیہ ہو تو لَوْلَا تحضیضیہ کا مابعد فعل محذوف کا فاعل ہوتا ہے اور فاعل کا بھی مفرد ہونا واجب ہے لہذا یہ بھی مقامات مفرد میں سے ہے تو أَنَّ ہی پڑھیں گے ۔

إِنَّ مکسورہ کے اسم پر ایک دوسرے اسم کو عطف کریں تو اس دوسرے اسم پر رفع اور نصب دونوں اعراب پڑھنا جائز ہے جیسے : إِنَّ زَیْداً قَائِمٌ وَ عَمْرواً اس مثال میں عَمْرواً جوکہ إِنَّ کے اسم زَیْداً کا معطوف ہے اس پر نصب آ رہی ہے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے اور

إِنَّ زَیْداً قَائِمٌ وَ عَمْروٌ پڑھنا بھی جائز ہے کہ عَمْروٌ معطوف کا إِنَّ کے اسم زَیْداً پر عطف ہو رہا ہے اور إِنَّ کے اسم پر جس کا عطف ہو رہا ہو تو اگرچہ زَیْداً معطوف علیہ منصوب ہے لیکن عَمْروٌ معطوف کو مرفوع پڑھ سکتے ہیں ۔

معطوف کو مرفوع پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ إِنَّ جملے کے معنی کو متغیر نہیں کرتا بلکہ جملے کے معنی میں تاکید پیدا کرتا ہے تو چونکہ إِنَّ جملے کے معنی کو متغیر نہیں کرتا لہٰذا یہ ایسا ہے کہ گویا یہ ہے ہی نہیں ، تو جب إِنَّ حکمِ عدم میں ہے تو اس کے اسم میں محلِ رفع کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے اسم پر معطوف دوسرے اسم پر بھی رفع پڑھتے ہیں جیسے : إِنَّ زَیْداً قَائِمٌ میں إِنَّ چونکہ جملے کے معنی کو متغیر نہیں کر رہا لہٰذا یہ ایسا ہے کہ گویا ہے ہی نہیں تو جب إِنَّ حکمِ عدم میں ہے تو زَیْداً جوکہ اِنَّ کی وجہ سے لفظی طور پر منصوب ہے یہ محلاً مرفوع ہوگا اور زَیْداً چونکہ محلِ رفع میں واقع ہے لہٰذا اس پر عطف کرتے ہوئے ہم دوسرے اسم کو مرفوع پڑھ سکتے ہیں

اور چونکہ زَیْداً لفظی طور پر منصوب ہے تو اس کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر جس اسم کا عطف ہو اس کو منصوب پڑھا جاتا ہے ۔

إِنَّ مکسورہ کی خبر پر لامِ ابتداء کا داخل ہونا جائز ہے کیونکہ لامِ ابتداء جملے کی تاکید کیلئے آتا ہے اور إِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ ہوتا ہے لہٰذا اس کی خبر پر لامِ ابتداء داخل ہوتا ہے جیسے : إِنَّ زَیْداً لَقَائِمٌ اس مثال میں إِنَّ کی خبر قَائِمٌ پر لامِ ابتداء ہے ۔

حروف مشبہ بالفعل میں سے چار حروف (إِنَّ ، أَنَّ ، كَأَنَّ ، لٰكِنَّ)میں کبھی تخفیف کی جاتی ہے ، یعنی ان کے نونِ مفتوحہ کو گرا دیا جاتا ہے ، ان میں سے جس حرف میں تخفیف کردی جائے اسے مخفف کہتے ہیں ، تخفیف کے بعد ان کی صورت اس طرح ہوتی ہے : إِنْ ، أَنْ ، كَأَنْ ، لٰكِنْ

کبھی إِنَّ مکسورہ مخفف ہوتا ہے تو اس وقت إِنَّ مکسورہ کو لامِ مفتوح لازم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان : وَ إِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ {ھود:۱۱۱) {اور بے شک ان سب کو تمہارا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا (اس آیت کریمہ کے شروع میں إِنْ مخفف ہے اور لَّمَّا میں لامِ مفتوح بھی ہے کہ جو إِنْ مخفف کو لازم ہوتا ہے اور مَا موصولہ ہے جوکہ مابعد صلہ سے مل کر إِنْ مخفف کی خبر واقع ہو رہا ہے اور كُلًّا إِنْ مخفف کا اسم ہے معلوم ہوا کہ إِنْ مخفف عمل کر رہا ہے ۔

إِنْ مخفف کے عمل کو باطل قرار دینا جائز ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان : وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ {یس:۳۲ } (اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے) اس آیت کریمہ کے شروع میں إِنْ مخفف ہے جوکہ عمل نہیں کر رہا کیونکہ اگر إِنْ مخفف عمل کرتا تو مابعد كُلٌّ مرفوع نہ ہوتا بلکہ منصوب ہوتا ، اور لَّمَّا میں لام مفتوح ہے جوکہ إِنْ مخفف کو لازم ہوتا ہے ۔

ویسے تو حروفِ مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں لیکن إِنْ مخفف کا ان افعال پر داخل ہونا جائز ہے کہ جو افعال مبتداء و خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعالِ ناقصہ اور افعالِ قلوب کہ یہ افعال مبتداء و خبر پر داخل ہوتے ہیں تو إِنْ مخفف ان افعال پر داخل ہوسکتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان : وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ { یوسف:۳ }(اور بے شک اس سے پہلے تم بے خبر تھے) اس آیت کریمہ کے شروع میں إِنْ مخفف ہے کہ جو كُنْتَ فعل ناقص پر داخل ہو رہا ہے اسی طرح اللہ تبارک و تعالی کا فرمان : وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ { الشعراء:۱۸۶} (اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں)

اس آیت کریمہ کے شروع میں بھی إِنْ مخفف ہے کہ جو نَظُنُّ فعل قلوب پر داخل ہو رہا ہے ۔

إِنْ مخفف کی طرح أَنْ بھی مخفف ہوتا ہے ، أَنَّ مخفف ضمیر شان میں عمل کرتا ہے جوکہ محذوف ہوتی ہے اور أَنْ مخفف جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے ۔

أَنْ مخفف کے جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال : بَلَغَنِيْ أَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اس مثال میں أَنْ مخفف ضمیر شان میں عمل کر رہا ہے یعنی یہ اصل میں یوں ہے : بَلَغَنِيْ أَنَّهُ زَيْدٌ قَائِمٌ ضمیر شان محذوف أَنْ مخفف کا اسم

ہے اور زَيْدٌ قَائِمٌ مبتداء و خبر جملہ اسمیہ ہوکر أَنْ مخففہ کیلئے خبر بنے گا اور یہاں أَنْ مخففہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو رہا ہے ۔

أَنْ مخففہ کے جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال : بَلَغَنِيْ أَنْ قَامَ زَيْدٌ اس مثال میں بھی أَنْ مخففہ ضمیر شان محذوف میں عمل کر رہا ہے اور یہ اصل میں یوں ہے : بَلَغَنِيْ أَنَّهُ قَدْ قَامَ زَيْدٌ ضمیر شان محذوف أَنْ مخففہ کا اسم ہے اور قَدْ قَامَ زَيْدٌ فعل و فاعل جملہ فعلیہ ہوکر أَنْ مخففہ کی خبر بنے گا اور یہاں أَنْ مخففہ جملہ فعلیہ پر داخل ہو رہا ہے ۔

أَنْ مخففہ کی خبر جملہ فعلیہ ہو تو مثبت ہونے کی صورت میں فعل پر سین ، سَوْفَ یا قَدْ کا داخل ہونا ضروری ہے اور اگر أَنْ مخففہ کی خبر جملہ فعلیہ منفیہ ہو تو فعل پر حرفِ نفی کا داخل ہونا ضروری ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان : عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضَى {المزمل : ٢٠} (اسے معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے) اس آیت کریمہ میں عَلِمَ کے بعد أَنْ مخففہ ہے جوکہ ضمیر شان محذوف میں عمل کر رہا ہے اور ضمیر شان محذوف أَنْ مخففہ کا اسم ہے اور سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضَى جملہ فعلیہ مثبتہ أَنْ مخففہ کی خبر ہے اور يَكُونُ فعل کے شروع میں حرفِ استقبال سین آ رہا ہے ۔

كَأَنَّ : كَأَنَّ تشبیہ کیلئے آتا ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں شریک کرنے کیلئے آتا ہے جیسے : كَأَنَّ زَيْدًا الأَسَدُ (گویاکہ زید شیر ہے) اس مثال میں زید کو شیر کے ساتھ وصفِ شجاعت میں شریک کیا گیا ہے کہ زید بھادری میں شیر کی طرح ہے ۔

كَأَنَّ کاف حرفِ تشبیہ اور إِنَّ مکسورہ سے مرکب ہوتا ہے اور إِنَّ مکسورہ کو كَأَنَّ میں فتح اس لئے دی گئ کہ اس سے پہلے کاف تشبیہ ہے یہ اصل میں یوں ہے : إِنَّ زَيْدًا كَالأَسَدِ (بےشک زید شیر کی طرح ہے)

كَأَنَّ بھی مخففہ ہوتا ہے اور كَأَنْ مخففہ عمل نہیں کرتا جیسے : كَأَنْ زَيْدٌ أَسَدٌ اس مثال میں كَأَنْ مخففہ عمل نہیں کر رہا کیونکہ اگر كَأَنْ مخففہ عمل کرتا تو زَيْدٌ منصوب ہوتا نہ کہ مرفوع ۔

لٰكِنَّ : لٰكِنَّ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی سابقہ کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے ۔

لٰکِنَّ ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے کہ جو معنوی اعتبار سے باہم مختلف ہوتے ہیں جیسے : مَاجَاءَنِيَ الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرواً جَاءَ(میرے پاس قوم نہیں آئی لیکن عمرو آیا) اس مثال میں لٰکِنَّ ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہو رہا ہے کہ جو معنوی اعتبار سے باہم مختلف ہیں اس طرح کہ کلامِ اول(میرے پاس قوم نہیں آئی) اور کلام ثانی (عمرو آیا) اور یہ دونوں کلام معنوی اعتبار سے باہم مختلف ہیں کہ کلامِ اول میں نہ آنے اور کلامِ ثانی میں آنے کی بات ہو رہی ہے اور لٰکِنَّ کلامِ اول سے جو وہم پیدا ہو رہا تھا کہ قوم نہیں آئی تو عمرو بھی نہیں آیا ہوگا اس وہم کو لٰکِنَّ دور کر رہا ہے کہ لیکن زید آیا ہے ۔

غَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْراً حَاضِرٌ (زید موجود نہیں لیکن بکر موجود ہے) اس مثال میں بھی لٰکِنَّ ایسے دو کلاموں کے درمیان واقع ہو رہا ہے کہ جو معنوی اعتبار سے باہم مختلف ہیں اس طرح کہ کلامِ اول (زید موجود نہیں) اور کلامِ ثانی (بکرموجود ہے) دونوں کا معنی مختلف ہے کہ کلامِ اول میں موجود نہ ہونے اور کلامِ ثانی میں موجود ہونے کی بات ہو رہی ہے اور لٰکِنَّ کلامِ اول سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کر رہا ہے کہ زید و بکر میں بوجہ الفت چولی دامن کا ساتھ ہے تو وہم پیدا ہوا کہ زید موجود نہیں تو بکر بھی موجود نہیں ہوگا لٰکِنَّ کے ذریعہ اس ہم کو دور کیا گیا کہ لیکن بکر موجود ہے ۔

لٰکِنَّ کے ساتھ واو کا آنا بھی جائز ہے جیسے : قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرواً قَاعِدٌ (زید کھڑا ہے لیکن عمرو بیٹھا ہے) اس مثال میں لٰکِنَّ کے ساتھ واو آ رہی ہے ۔

یہ واو یا تو عاطفہ ہوگی کہ ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنے کیلئے آئے گی یا پھر یہ واو اعتراضیہ ہوگی کہ جو جملہ معترضہ کے شروع میں آتی ہے ۔

لٰکِنَّ بھی مخفف ہوتا ہے اور لٰكِنْ مخفف عمل نہیں کرتا جیسے : مَشَى زَيْدٌ لٰكِنْ بَكْرٌ عِنْدَنَا (زید چلا گیا لیکن بکر ہمارے پاس ہے) اس مثال میں لٰكِنْ مخفف عمل نہیں کر رہا کیونکہ اگر یہ عمل کرتا تو بَكْرٌ مرفوع نہ ہوتا بلکہ منصوب ہوتا ۔

لَيْتَ : لَيْتَ تمنی کیلئے آتا ہے ، تمنی کسی چیز کے حاصل ہونے کی محبت کو کہتے ہیں چاہے اس چیز کے حاصل ہونے کی امید ہو یا نہ ہو جیسے : لَيْتَ هِنْداً عِنْدَنَا (کاش ہند ہمارے پاس ہوتی) یعنی میں ہند کے ہمارے پاس ہونے کی تمنا کرتا ہوں ۔

لَعَلَّ : ترجی کیلئے آتا ہے ، ترجی کہتے ہیں کسی ایسے پسندیدہ یا ناپسندیدہ کام کی امید کرنا جس کے حاصل ہونے کا یقین نہ ہو جیسے شاعر کا قول :

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ   لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحاً

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہو حالانکہ میں ان میں سے نہیں ہوں ، امید ہے کہ اللہ پاک(ان سے محبت کرنے کے صدقے)مجھے درستگی عطا فرمائے۔

لَعَلَّ کے ذریعہ جر دینا شاذ (یعنی خلافِ قیاس) ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے یوں کہنا کہ : لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ یہ خلافِ قیاس و غیر معتبر ہے ۔

لَعَلَّ میں دیگر لغات : لَعَلَّ میں چند لغات ہیں کہ اسے اور طرح سے بھی اہلِ عرب کہتے ہیں : (۱) عَلَّ (۲)عَنَّ (۳)أَنَّ (۴)لَأَنَّ (۵)لَعَنَّ

لَعَلَّ کی اصل : امام مبرد نحوی کے نزدیک لَعَلَّ اصل میں عَلَّ تھا اس کے شروع میں لام کا اضافہ کیا گیا تو یہ لَعَلَّ ہوگیا ۔

حروف عطف کا بیان

حروف عطف دس ہیں:(۱) واو (۲)فاء (۳) ثُمَّ (٤) حَتّٰى (٥) أَوْ (٦) إِمَّا (٧) أَمْ (٨) لَا (٩) بَلْ (١٠)لٰكِنْ

واو :واو مطلقاً جمع کیلئے آتا ہے یعنی معطوف و معطوف علیہ میں ترتیب ضروری نہیں جیسے : جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آئے) اس مثال میں واو نے زید اور عمرو کو ایک ہی حکم میں جمع کردیا اور اس میں اس طرح کی کوئی قید نہیں کہ پہلے زید آیا پھر فوراً ہی عمرو آیا یا کچھ تاخیر کے بعد عمرو آیا وغیرہ چاہے زید پہلے آیا ہو یا عمرو بس واو نے ان کو آنے کے حکم میں جمع کیا ہے ۔

فاء :فاء بغیر وقفہ و تاخیر کے ترتیب کیلئے آتا ہے جیسے : قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو(زید کھڑا ہوا اس کے فوراً بعد عمرو کھڑا ہوا) اس مثال میں زید کھڑے ہونے میں عمرو سے مقدم ہے لہٰذا زید کو ذکر میں بھی مقدم کیا کیونکہ فاء ترتیب کا معنی دیتا ہے ۔

ثُمَّ :ثُمَّ وقفہ و تاخیر کے ساتھ ترتیب کیلئے آتا ہے جیسے : دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو (زید داخل ہوا پھر کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا) اس مثال میں زید کے پہلے داخل ہونے کو بیان کیا پھر اس کے کچھ دیر بعد وقفے سے عمرو کے داخل ہونے کا ذکر کیا ۔

حَتّٰى :حَتّٰى بھی ثُمَّ کی طرح وقفہ و تاخیر کے ساتھ ترتیب کیلئے آتا ہے مگر حَتّٰى میں بنسبت ثُمَّ کے معطوف و معطوف علیہ کے مابین وقفہ کم ہوتا ہے ۔

حَتّٰى کے لئے ضروری ہے کہ اس کا معطوف ، معطوف علیہ میں داخل ہو ۔

حَتّٰى کا معطوف ، اس کے معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے کہ معطوف ، معطوف علیہ میں داخل ہوتا ہے اور حَتّٰى معطوف میں قوت کا فائدہ دیتا ہے جبکہ معطوف جزءِ قوی ہو جیسے : مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْأَنْبِيَاءُ (لوگ وفات پاگئے یہاں تک کہ انبیاء بھی) اس مثال میں الْأَنْبِيَاءُ معطوف ، النَّاسُ معطوف علیہ کا جزءِ قوی ہے کہ انبیاء لوگوں میں افضل و خصوصی شان کے مالک ہیں لہٰذا یہ معطوف میں قوت کا فائدہ دے رہا ہے کہ لوگ وفات پاگئے یہاں تک کہ انبیاء جیسی عظیم الشان ہستیاں بھی وفات پاگئیں ۔

اور حَتّٰى معطوف میں ضعف کا فائدہ دیتا ہے جبکہ معطوف جزءِ ضعیف ہو جیسے : قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةُ (حاجی آئے یہاں تک کہ پیدل چل کر حج کرنے والے بھی) اس مثال میں الْمُشَاةُ معطوف ، الْحَاجُّ معطوف علیہ کا جزءِ ضعیف ہے کہ پیدل حج کرنے والے بظاہر دیگر سوار حاجیوں کا جزءِ ضعیف ہیں لہٰذا یہ معطوف میں ضعف کا فائدہ دے رہا ہے کہ حاجی آ گئے یہاں تک وہ حاجی بھی آ گئے کہ جنہوں نے پا پیادہ سفرِ حج کیا ۔

أَوْ،إِمَّا،أَمْ :یہ تینوں دو چیزوں میں سے کسی ایک کیلئے بغیر تعیین کے مبہم (پوشیدہ) طور حکم کو ثابت کرتے ہیں جیسے : مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَوْ إِمْرَأَةٍ (میں مرد یا عورت کے ساتھ گزرا) اس مثال میں کلمہ أَوْ مرد و عورت میں سے کسی ایک کے ساتھ گزرنے کے حکم کو بغیر تعیین کے مبہم طور پر ثابت کر رہا ہے کہ میں مرد یا عورت میں سے کسی ایک کے ساتھ گزرا ، لیکن کس کے ساتھ گزرا ؟ اس کی تعیین نہیں ہو رہی ۔

إِمَّا حرفِ عطف تب ہوتا ہے کہ جب اس سے پہلے ایک اور إِمَّا ہو جیسے : اَلْعَدَدُ إِمَّا زَوْجٌ وَإِمَّا فَرْدٌ (عدد یا تو جفت ہے یا طاق)

إِمَّا کا أَوْ سے پہلے آنا جائز ہوتا ہے جیسے : زَيْدٌ إِمَّا كَاتِبٌ أَوْ أُمِّيٌّ (زید لکھنے والا ہے یا اَن پڑھ ہے)

أَمْ کی اقسام :أَمْ کی دو قسمیں ہیں : (۱)أَمْ متصلہ (۲)أَمْ منقطعہ

أَمْ متصلہ :جس أَمْ کے ذریعہ دو امور میں سے ایک کو معین کرنے کے بارے میں سوال کیا جائے ، جبکہ أَمْ کے ذریعہ سوال کرنے والا ان دو امور میں سے ایک کے ثابت ہونے کو مبہم طور پر جانتا ہے لہٰذا وہ ان دو امور میں سے ایک کو معین کرنے کے بارے میں سوال کرتا ہے برخلاف أَوْ اور إِمَّا کے ، کیونکہ أَوْ اور إِمَّا کے ذریعہ سوال کرنے والا دو امور میں سے ایک کے ثابت ہونے کہ نہ تو معینہ طور پر جانتا ہے اور نہ مبہم طور پر

اور ان کے ذریعہ سوال کرنے والا دو امور میں سے ایک کے ثابت کرنے کے بارے میں سوال کرتا ہے جیسے کسی نے سوال کیا کہ : زَيْدٌ إِمَّا كَاتِبٌ أَوْ أُمِّيٌّ تو سائل یہ اصلاً ہی نہیں جانتا کہ زید کاتب ہے اَن پڑھ بلکہ وہ ان دو امور میں سے ایک کو ثابت کرنے کے بارے میں سوال کر رہا ہے اور مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَمْ إِمْرَأَةٍ میں سائل یہ جانتا ہے کہ میں مرد و عورت میں سے کسی ایک کے ساتھ گزرا لیکن اسے تعیین حاصل نہیں کہ جس کے ساتھ وہ گزرا ہے آیا وہ مرد ہے یا عورت ؟ لہٰذا متکلم أَمْ کے ذریعہ مرد و عورت میں سے ایک کو معین کرنے کے بارے میں سوال کر رہا ہے ۔

أَمْ متصلہ کے استعمال کی شرائط :أَمْ متصلہ کے استعمال کی تین شرائط ہیں:

(۱)أَمْ متصلہ سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو جیسے : أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو اس مثال میں أَمْ متصلہ سے پہلے ہمزۂ استفہام ہے ۔

(۲)أَمْ متصلہ کے ساتھ اسی کی مثل لفظ ملا ہوا ہو جو لفظ ہمزۂ استفہام کے ساتھ ملا ہوا ہے یعنی اگر ہمزۂ استفہام کے بعد اسم ہو تو أَمْ متصلہ کے بعد بھی اسم ہو جیسے : أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو اس مثال میں أَ ہمزۂ استفہام کے بعد زَيْدٌ اسم ہے اور أَمْ متصلہ کے بعد بھی عَمْرٌو اسم ہے اور اگر ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ہو تو أَمْ متصلہ کے بعد بھی فعل ہو جیسے : أَقَامَ زَيْدٌ أَمْ قَعَدَ اس مثال میں ہمزۂ استفہام کے بعد قَامَ فعل ہے اور اسی طرح أَمْ متصلہ کے بعد بھی قَعَدَ فعل ہے اور أ رَأَيْتُ زَيْداً أَمْ عَمْرواً یوں کہنا

درست نہیں کیونکہ ہمزۂ استفہام کے بعد رَأَيْتَ فعل ہے اور أَم کے بعد فعل نہیں بلکہ عَمْرواً اسم ہے تو اس میں أَمْ کے استعال کی دوسری شرط نہیں پائی جا رہی۔

(۳)جن دو متساوی (برابر) امور کے بارے میں متکلم سوال کر رہا ہے ان میں سے ایک متکلم کے نزدیک ثابت شدہ ہو یعنی متکلم یہ جانتا ہوکہ ان دو امور میں سے ایک ضرور ثابت ہے اور متکلم فقط اس ایک امر کی تعیین کے بارے میں پوچھے ، چونکہ أَمْ متصلہ کے ذریعہ تعیین کو طلب کیا جاتا ہے لہٰذا أَمْ متصلہ کا جواب معین کرنے ہی کے ذریعہ ہوگا نہ کہ نَعَم یا لَا وغیرہ کے ذریعہ جیسے اگر کسی نے سوال کیا : أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْروٌ (کیا زید آپ کے پاس ہے یا عمرو؟) تو اس سوال کا جواب زید و عمرو میں سے کسی ایک کو معین کرنے کے ذریعہ دیا جائے گا اور اگر کسی نے أَوْ یا إِمَّا کے ذریعہ سوال کیا تو اس کا جواب نَعَم یا لَا سے دیا جاتا ہے جیسے اگر کسی نے سوال کیا : أَجَاءَكَ زَيْدٌ أَوْ عَمْروٌ (کیا زید تمہارے پاس آیا یا عمرو؟) اس سوال سے سائل کا مقصد یہ ہے کہ زید و عمرو میں کوئی ایک تمہارے پاس آیا یا نہیں ؟ تو اس سوال کا جواب نَعَم(ہاں) یا لَا (نہیں) کے ذریعہ دینا درست ہے ، اسی طرح اگر کسی نے سوال کیا : أَ جَاءَكَ إِمَّا زَيْدٌ وَإِمَّا عَمْروٌ (کیا تمہارے پاس زید آیا یا عمرو؟) اس سوال سے بھی سائل کا مقصد یہ ہے کہ زید و عمرو میں سے کوئی ایک تمہارے پاس آیا یا نہیں ؟ تو اس سوال کا جواب بھی نَعَم یا لَا کے ذریعہ دینا درست ہے ۔

أَمْ منقطعه :جو ہمزۂ استفہام کے ساتھ بَلْ(أَ بَلْ) کے معنی میں ہو جیسے آپ دور سے کسی صورت کو دیکھ کر یقینی طور پر یوں کہیں کہ : إِنَّهَا لَإِبِلٌ (بےشک وہ اونٹ ہے) پھر آپ کو شک ہو کہ یہ اونٹ نہیں بلکہ بکری ہے تو پھر آپ یوں کہیں : أَمْ هِيَ شَاةٌ (یا وہ بکری ہے) آپ پہلی خبر سے اعراض کرتے ہوئے دوسرا نیا سوال لا رہے ہیں جس کا معنی ہے : بلکہ وہ بکری ہے ۔

أَمْ منقطعه کا استعمال :أَمْ منقطعہ صرف خبر یا استفہام میں استعال ہوتا ہے جیسے مذکورہ بالا مثال أَمْ هِيَ شَاةٌ میں أَمْ منقطعہ خبر میں استعال ہو رہا ہے کہ آپ دور سے نظر آنے والی چیز کے بکری ہونے کی خبر دے رہے ہیں اور أَمْ منقطعہ کے استفہام میں استعال ہونے کی مثال یہ ہے : أَعِنْدَكَ زَيْدٌ أَمْ

عَمْرٌو (کیا تمہارے پاس زید ہے یا عمرو؟) اس مثال میں پہلے یہ سوال ہوا کہ کیا زید تمہارے پاس ہے ؟ پھر اس سوال سے اعراض کرکے دوسرا سوال کیا کہ یا عمرو تمہارے پاس ہے ؟

لَا،بَلْ،لٰکِنْ :یہ تینوں دو امور میں سے ایک کیلئے حکم کو معینہ طور پر ثابت کرتے ہیں جیسے : جَاءَنِي زَيْدٌ لَا عَمْرٌو (میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو) اس مثال میں زید و عمرو میں سے ایک (یعنی زید) کے معینہ طور پر آنے کے حکم کو ثابت کیا جا رہا ہے اسی طرح بَلْ اور لٰکِنْ کی امثلہ میں بھی تعیین کے ساتھ دو امور میں سے ایک کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے ۔

لَا :لَا معطوف علیہ کیلئے جو حکم ثابت ہوا ہے معطوف سے اس حکم کی نفی کرتا ہے جیسے : جَاءَنِي زَيْدٌ لَا عَمْرٌو اس مثال میں زَيْدٌ معطوف علیہ کیلئے آنے کا حکم ثابت ہو رہا ہے اور لَا کے ذریعہ عَمْرٌو معطوف سے آنے کے حکم کی نفی کی جا رہی ہے ۔

بَلْ :بَلْ حکم کو معطوف علیہ سے پھیر کر معطوف کیلئے حکم کو ثابت کرتا ہے جیسے : جَاءَنِي زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو (میرے پاس زید بلکہ عمرو آیا) اس مثال میں زَيْدٌ معطوف علیہ سے آنے کے حکم کی نفی کرکے آنے کے حکم کو عَمْرٌو معطوف کیلئے ثابت کیا جا رہا ہے اس کا معنی ہے : بلکہ میرے پاس عمرو آیا ۔

اسی طرح مَا جَاءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ (بکر بلکہ خالد نہیں آیا) اس مثال میں بَكْرٌ معطوف علیہ سے نہ آنے کے حکم کی نفی کرکے نہ آنے کے حکم کو خَالِدٌ معطوف کیلئے ثابت کیا جا رہا ہے اس کا معنی ہے : بلکہ خالد نہیں آیا ۔

لٰکِنْ :لٰكِنْ استدراک کیلئے آتا ہے یعنی اپنے ماقبل سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے اور لٰكِنْ سے پہلے یا بعد میں نفی کا ہونا ضروری ہے جیسے : مَا جَاءَنِي زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ(میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمرو آیا)اس مثال میں لٰکِنْ اپنے ماقبل(مَا جَاءَنِي زَيْدٌ) سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کر رہا ہے کہ زید و عمرو میں بوجہ الفت چولی دامن کا ساتھ ہے کہ جہاں جاتے ہیں ساتھ جاتے ہیں تو اس کلام کہ میرے پاس زید نہیں آیاسے یہ وہم پیدا ہوا کہ زید نہیں آیا تو عمرو بھی نہیں آیا ہوگا لٰکِنْ کے ذریعہ اس وہم کو دور کیا گیا کہ لیکن عمرو آیا ہے ، نیز اس مثال میں لٰکِنْ سے پہلے نفی واقع ہو رہی اور

لٰکِنْ کے بعد نفی واقع ہونے کی مثال یہ ہے : قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ (بکر کھڑا ہوا لیکن خالد نہیں کھڑا ہوا) اس مثال خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ نفی لٰکِنْ کے بعد واقع ہو رہی ہے۔

حروفِ تنبیہ کا بیان

حروفِ تنبیہ: تنبیہ کے معنی ہیں بیدار کرنا، متنبہ کرنا، توجہ دلانا حروفِ تنبیہ وہ حروف جو مخاطب کو توجہ دلانے کیلئے وضع کیے گئے ہیں تاکہ مخاطب سے کوئی کلام فوت نہ ہو، متکلم ان حروف کو اس لئے ذکر کرتا ہے کہ مخاطب اس چیز سے غافل نہ ہو جس بیان کی جارہی ہے بلکہ اس چیز کو توجہ سے سنے۔

حروفِ تنبیہ تین ہیں: (۱)أَلَا (۲)أَمَا (۳)هَا

أَلَا اور أَمَا صرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں چاہے جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ

أَلَا کے جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال رب تعالی کا فرمان: أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ {البقرة: ١٢}.(سن لو: بیشک یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں)

أَمَا کے جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال شاعر کا مذکورہ شعر ہے:

أَمَا وَالَّذِيْ أَبْكَى وَأَضْحَكَ وَالَّذِيْ أَمَاتَ وَأَحْيَىَ وَالَّذِيْ أَمْرُهُ الْأَمْرُ

سن لو! اس ذات کی قسم کہ جس نے رلایا اور ہنسایا اور اس ذات کی قسم کی کہ جس نے موت دی اور زندگی بخشی اور اس ذات کی قسم کہ جس کی بات حکم ہے۔

أَلَا کے جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال: أَلَا لَا تَضْرِبْ (سن لو کہ مت مارو)

أَمَا کے جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال: أَمَا لَا تَفْعَلْ (سن لو کہ ایسا نہ کرو)

هَا جملہ اور مفرد دونوں پر داخل ہوتا ہے، هَا جملہ پر داخل ہونے کی مثال: هَا زَيْدٌ قَائِمٌ (سن لو کہ زید کھڑا ہے) هَا کے مفرد پر داخل ہونے کی مثال: اسمائے اشارہ هٰذَا . هٰؤُلَاءِ وغیرہ کے شروع میں ہائے تنبیہ ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ هَا معنیٔ تنبیہ پر رہتے ہوئے ہر مفرد کے شروع میں نہیں آتا بلکہ صرف اسم اشارہ کے شروع میں آتا ہے۔

حروف نداء کا بیان

حروف نداء: جن حروف کے زریعہ کسی کو پکارا جائے انہیں حروف نداء کہتے ہیں۔ حروفِ نداء پانچ ہیں: (۱) یَا (۲) أَیَا (۳) هَیَا (٤) أَيْ (٥) ہمزہ مفتوحہ أَ

أَيْ اور ہمزہ مفتوحہ (أَ) منادی قریب کیلئے استعمال ہوتے ہیں جیسے: أَيْ أَفْضَلَ الْقَوْمِ ، أَعَبْدَ اللهِ

أَیَا اور هَیَا منادی بعید کیلئے آتے ہیں جیسے: أَیَا غُلَامَ زَیْدٍ ، هَیَا شَرِیْفَ الْقَوْمِ

اور یَا منادی قریب و بعید اور متوسط سب کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے: یَا رَسُولَ اللهِ

علامہ سید غلام جیلانی میر ٹھی رحمۃ اللہ علیہ حرفِ نداء یَا کے استعمال کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: (یَا) قریب و بعید اور متوسط تینوں کے موضوع ہے، قال ابن البرهان کما فی الاشمونی (ابن برہان نے ایسا ہی کہا ہے جیسا کہ شرح الاشمونی میں ہے)، اور یہی قول اظہر ہے، کیونکہ (یَا) کا تینوں میں استعمال برابر ہوتا ہے کما فی شرح الشرح، امام سیوطی علیہ الرحمہ نے ہمع الھوامع میں فرمایا: ذکر ابن الخباز عن شیخه أن یَا للقریب و هو خرق للإجماع (یعنی ابن خباز نے اپنے شیخ سے یہ بات ذکر کی ہے کہ حرفِ نداء یَا منادی قریب کیلئے ہوتا ہے اور یہ بات خلافِ اجماع ہے) تو یہ معتبر نہیں کہ یَا حرفِ نداء قریب کے واسطے موضوع ہے، لہٰذا ہندوستان کے بعض جاہلوں کا یہ قول باطل ٹھہرا کہ یَا نَبِيَّ اللهِ ، یَا رَسُوْلَ اللهِ بغرض ندا کہنا اس لئے درست نہیں کہ یَا صرف ندائے قریب کے لئے آتا ہے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں جو یہاں سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر ہے، (ان جاہلوں کا یہ قول) باطل اس لئے ٹھہرا کہ یَا زبانِ عرب میں قریب کی ندا کے واسطے مخصوص نہیں جس طرح (حرفِ ندا یَا) قریب کے لئے استعمال کرتے ہیں اسی طرح بعید کے لئے (بھی استعمال کرتے ہیں) دونوں استعمال میں اصلاً فرق نہیں۔ (البشیر الکامل، ص۳۲۹، مطبوعہ شبیر برادرز)

حروفِ ایجاب

ایجاب بمعنی جواب دینا چونکہ یہ حروف کسی نہ کسی بات کا جواب واقع ہوتے ہیں لہٰذا انہیں حروفِ ایجاب کہا جاتا ہے۔

حروفِ جواب چھ ہیں: نَعَمْ ، بَلٰی ، إِيْ ، أَجَلْ ، جَیْرِ ، إِنَّ

نَعَمْ: نَعَمْ سابقہ کلام کوثابت کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے چاہے سابقہ کلام مثبت ہو جیسے :أَجَاءَ زَيْدٌ(کیازید آیا)تو اگر زید آیا ہے تو اس کلامِ مثبت کو ثابت کرنے کیلئے نَعَم بولتے ہیں یا پھر سابقہ کلام منفی ہو جیسے :أَمَا جَاءَ زَيْدٌ ؟(کیازید نہیں آیا)تو اگر زید نہیں آیا تو اس کلامِ منفی کو ثابت کرنے کیلئے نَعَمْ بولتے ہیں۔

بَلىٰ: بَلیٰ یہ خاص طور پر اس جواب کیلئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کی بطورِ استفہام نفی کی گئی ہو یا بطورِ خبر نفی کی گئی جیسے رب تعالیٰ کا فرمان:أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى {الأعراف : ١٧٢} کیا میں تمہارا رب نہیں؟سب نے کہا: کیوں نہیں اس آیت کریمہ میں أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ جملے میں بطورِ استفہام جس کی نفی کی گئی ہے بَلیٰ کے ذریعہ اس کا جواب دیا ہے ہاں کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے۔اسی طرح لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ(زید کھڑا نہیں ہے)اس جملے میں بطورِ خبر زید کے کھڑے ہونے کی نفی کی گئی ہے جس کا جواب بَلیٰ کے ذریعہ ہوگا کہ کیوں نہیں! تحقیق زید کھڑا ہے۔

إِيْ: إِيْ استفہام کے بعد کسی چیز کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے اور اس کے ساتھ قسم کا ہونا لازم ہے یہ بغیر قسم کے استعمال نہیں ہوتا جیسے جب یوں کہا جائے :هَلْ كَانَ كَذَا(کیا ایسا ہے؟)تو آپ یوں کہیں:إِيْ وَاللهِ(ہاں!اللہ کی قسم ایسا ہی ہے)

أَجَلْ، جَيْرِ، إِنَّ: یہ تینوں خبر کی تصدیق کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں جیسے کسی نے زید کے آنے کی خبر دیتے ہوئے کہا: جَاءَ زَيْدٌ(زید آیا ہے)تو آپ اس کے جواب میں کہیں:أَجَلْ یا جَيْرِ یا إِنَّ یعنی جی ہاں میں آپ کی اس خبر میں تصدیق کرتا ہوں۔

حروف زائدہ کا بیان

حروفِ زائدہ سات ہیں:(۱) إِنْ (۲) أَنْ (۳) مَا (۴) لَا (۵) مِنْ (۶) باء (۷) لام

إِنْ زائدہ کے مقامات:

(۱)إِنْ مَا نافیہ کے ساتھ زائدہ آتا ہے جیسے :مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ

(۲)إِنْ مَا مصدریہ کے ساتھ زائدہ آتا ہے جیسے :إِنْتَظِرْ مَا إِنْ يَجْلِسُ الْأَمِيْرُ

(۳)إِنْ لَمَّا کے ساتھ بھی زائدہ آتا ہے جیسے : لَمَّا إِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ

أَنْ زائدہ کے مقامات:

(۱)أَنْ لَمَّا کے ساتھ زائدہ آتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان: فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ {يوسف : ٩٦} (پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا) اس آیت کریمہ میں لَمَّا کے بعد أَنْ زائدہ ہے۔

(۲)لَوْ اور اس پر مقدم قسم کے درمیان میں بھی أَنْ زائدہ آتا ہے جیسے: وَاللهِ إِنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ (اللہ کی قسم! اگر تم کھڑے ہوؤ گے تو میں کھڑا ہوؤں گا)

مَا زائدہ کے مقامات:

(۱)درج ذیل کلماتِ شرط کے بعد مَا زائدہ آتا ہے:

إِذَا کے بعد جیسے: إِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ (جب تم روزہ رکھوگے تو میں روزہ رکھوں گا) اس مثال میں إِذَا کے بعد مَا زائدہ ہے۔

مَتَى کے بعد جیسے: مَتَى مَا تَذْهَبْ أَذْهَبْ (جب تم جاؤگے تب میں جاؤں گا) اس مثال میں مَتَى کے بعد مَا زائدہ ہے۔

أَيٌّ کے بعد جیسے رب العالمین عزوجل کا فرمان: أَيًّا مَا تَدْعُوْا اللهَ فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى {الإسراء : ١١٠} (جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں) اس آیت کریمہ میں أَيٌّ کے بعد مَا زائدہ ہے۔

أَنَّى کے بعد جیسے: أَنَّى مَا تَفْعَلْ أَفْعَلْ (جہاں تم کروگے وہاں میں کروں گا) اس مثال میں أَنَّى کے بعد مَا زائدہ ہے۔

أَيْنَ کے بعد جیسے رب العالمین عزوجل کا فرمان: أَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ {النساء : ٧٨} (تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑلے گی) اس آیت کریمہ میں أَيْنَ کے بعد مَا زائدہ ہے۔

إِنْ کے بعد جیسے رب العالمین عزوجل کا فرمان: فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا {مريم : ٢٦} (پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے) اس آیت کریمہ میں فَإِمَّا (فَإِنْمَا) میں إِنْ کے بعد مَا زائدہ ہے۔

واضح ہو کہ ان تمام کے ساتھ مَا اس حال میں زائدہ ہوتا ہے کہ جب یہ شرطیہ ہوں۔

(۲)بعض حروفِ جارہ کے بعد بھی مَا زائدہ آتا ہے جیسے رب العالمین عزوجل کا فرمان:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ {آل عمران : ١٥٩} (تو اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے) اس آیت کریمہ میں باء حرف جر کے بعد مَا زائدہ ہے۔

عَمَّا قَلِيْلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ {المؤمنون : ٤٠} (اللہ نے فرمایا: تھوڑی دیر میں یہ پچھتانے والے ہو جائیں گے) اس آیت کریمہ میں عَنْ حرف جار کے بعد مَا زائدہ ہے۔

مِمَّا خَطِيْئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَاراً {نوح : ٢٥} (وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبو دیئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے) اس آیت کریمہ میں مِنْ حرفِ جر کے بعد مَا زائدہ ہے۔

زَيْدٌ صَدِيْقِيْ كَمَا أَنَّ عَمْرواً أَخِيْ (زید میرا دوست ہے جیسے عمرو میرا بھائی ہے) اس مثال میں کاف حرفِ جر کے بعد مَا زائدہ ہے۔

لَا زائدہ کے مقامات: (۱) لَا نفی کے بعد واو کے ساتھ زائدہ ہوتا ہے جیسے: مَا جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَلَا عَمْروٌ

(۲) لَا ، أَنْ مصدریہ کے بعد بھی زائدہ ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ {الأعراف : ١٢} (تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا)

(۳) لَا قسم سے پہلے بھی زائدہ ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ {البلد : ١} (مجھے اس شہر کی قسم) اس آیت کریمہ میں أُقْسِمُ سے پہلے لَا زائدہ ہے۔

مِنْ، باء، لام زائدہ کا بیان حروفِ جارہ کی فصل میں گزر چکا ہے۔

حروفِ تفسیر کا بیان

حروف تفسیر دو ہیں: (۱) أَيْ (۲) أَنْ

أَيْ کی مثال: رب تعالیٰ کا فرمان: وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ {يوسف : ٨٢} أي أهل القرية (اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے یعنی بستی والوں سے) أَيْ حرفِ تفسیر نے الْقَرْيَةَ کی تفسیر و وضاحت کی کہ اس سے مراد أهل القرية ہیں۔

أَنْ حرف تفسیر کے ذریعہ اس فعل کی تفسیر بیان کی جاتی ہے کہ جو قول کے معنی میں ہو جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ {الصافات : ١٠٤} (اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم) اس آیت کریمہ میں نداء فرمانے کی تفسیر أَنْ حرفِ تفسیر کے ذریعہ کی گئی ہے اور نداء فرمانا یہ قول کے معنی میں ہے کہ نداء قول کے ہی ذریعہ ہوتے ہے۔

واضح ہو کہ قُلْتُ لَهُ : أَنْ أُكْتُبْ (میں اسے کہا کہ لکھو) یوں نہیں کہنا درست نہیں کیونکہ حرفِ تفسیر أَنْ اس فعل کی تفسیر بیان کرتا ہے کہ جو قول کے معنی میں ہو اور یہاں بذاتِ خود لفظ قول ہے نہ کہ اس کا معنی ہے یعنی أَنْ کے ذریعہ ہم صرف اسی فعل کی تفسیر کر سکتے ہیں کہ جو صریح قول نہ ہو بلکہ قول کا معنی ہو جیسے فعلِ نداء کہ یہ معنیً قول ہے نہ کہ قولِ صریح ہے۔

حروفِ مصدر کا بیان

حروف مصدر: وہ حروف جو اپنے مابعد کو مصدر کے حکم میں کر دیتے ہیں، حروفِ مصدر تین ہیں: (۱) مَا (۲) أَنْ (۳) أَنَّ

مَا اور أَنْ یہ دونوں جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر جملہ فعلیہ کو مصدر کے حکم میں کر دیتے ہیں۔

مَا مصدریہ کی مثال: رب تعالی کا فرمان: ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ {التوبة : ١١٨} (زمین اپنی وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی) اس آیت کریمہ میں بِمَا رَحُبَتْ میں مَا مصدریہ ہے کہ جو مابعد جملہ فعلیہ کو مصدر کے معنی میں کر رہا ہے کہ وسیع ہونا۔ نیز شاعر کا قول:

يُسِرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيْ   وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذَهَابًا

آدمی کو راتوں کا گذرنا خوش کرتا ہے حالانکہ راتوں کا گزرنا (بذاتِ خود) اس (آدمی) کا گزرنا ہے۔

یعنی انسان خوش ہوتا ہے کہ اس کے شب و روز بخوشی گزر رہے حالانکہ در حقیقت ان شب و روز کا گزرنا انسان کا اپنے اس وقت کو پورا کرنا ہے جو انسان کو اس دنیا میں ملا ہوا ہے۔

اس شعر میں مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيْ میں مَا مصدریہ ہے کہ جو مابعد جملہ فعلیہ کو مصدر کے معنی میں کر رہی ہے کہ راتوں کا گزرنا یہ مصدر والے معنی ہیں کہ مصدر کے اردو ترجمہ میں ہونا یانا آتا ہے۔

أَنْ مصدریہ کی مثال: اللہ عزوجل کا فرمان: فَمَا كَانَ جَوَابُ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا {النمل : ٥٦} (تو اس کی قوم کا جواب نہ تھا مگر ان کا کہنا) اس آیت کریمہ میں أَنْ قَالُوا میں أَنْ مصدریہ ہے کہ جو مابعد جملہ فعلیہ کو مصدر کے معنی میں کر رہا ہے کہ ان کا کہنا۔

أَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر جملہ اسمیہ کو مصدر کے حکم میں کر دیتا ہے جیسے: عَلِمْتُ أَنَّكَ قَائِمٌ (میں نے تمہارے کھڑے ہونے کو جانا) اس مثال میں أَنَّ مابعد جملہ اسمیہ (أَنْتَ قَائِمٌ تو کھڑا ہے) کو مصدر کے معنی میں کر رہا ہے کہ تیرا کھڑا ہونا۔

حروفِ تحضیض کا بیان

حروف تحضیض: تحضیض کے معنی ہیں کسی کام پر ابھارنا چونکہ ان حروف کے ذریعہ مخاطب کو کسی کام کے کرنے پر ابھارا جاتا ہے اس لیے انہیں حروفِ تحضیض کہتے ہیں۔

حروف تحضیض چار ہیں: (۱) هَلَّا (۲) أَلَّا (۳) لَوْلَا (۴) لَوْمَا تمام حروفِ تحضیض کلام کے شروع میں آتے ہیں۔

حروف تحضیض کا معنی: اگر حروف تحضیض مضارع پر داخل ہوں تو ان کے معنی فعل پر ابھارنے کے ہوتے ہیں جیسے: هَلَّا تَأْكُلُ (آپ کیوں نہیں کھا رکے؟) اس مثال میں کھانا کھانے پر ابھارا جا رہا ہے۔

اور اگر یہ حروف ماضی پر داخل ہوں تو ان کے معنی ملامت کرنے کے ہوتے ہیں جیسے: هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا) اس مثال میں زید کو نہ مارنے پر ملامت کی جا رہی ہے۔

تو جب یہ حروف ماضی پر داخل ہوں گے تو اس وقت ان کے معنی تحضیض (ابھارنے) والے نہیں ہوں گے مگر اس اعتبار سے کہ جو کام فوت ہو چکا اس کا زمانۂ مستقبل میں تدارک ہو جائے کہ آئندہ اگر کبھی اس طرح کا کام کرنے کی نوبت آئے تو وہ یہ کام کرے تو گویا کہ اس میں بحیثیت معنی تحضیض پائی جا رہی ہے کہ جو کام فوت ہو چکا ہے اس کام کی مثل کرنے پر ابھارا جا رہا ہے۔

حروفِ تحضیض صرف فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ابھارنے کا تعلق کسی فعل (کام) کے ساتھ ہوتا ہے کہ فعل پر ہی ابھارا جاتا ہے۔

اگر حروفِ تحضیض کے بعد اسم ہو فعل نہ ہو تو فعل وہاں مضمر (پوشیدہ) ہوگا جیسے آپ کا اس شخص کو کہنا کہ جس نے پوری قوم کو مارا: هَلَّا زَيْدًا (زید کو کیوں نہیں) یعنی هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا (زید کو کیوں نہیں مارا) یہاں ضَرَبْتَ فعل پوشیدہ ہے۔

تمام حروفِ تحضیض دو اجزاء سے مرکب ہیں اور تمام حروفِ تحضیض کا دوسرا جز حرفِ نفی ہوتا ہے جیسے هَلَّا میں پہلا جز هَلْ حرفِ استفہام ہے اور دوسرا جز لَا حرفِ نفی ہے اور أَلَّا میں پہلا جز أَنْ حرفِ مصدر ہے اور دوسرا جز لَا حرفِ نفی ہے اور لَوْلَا میں پہلا جز لَوْ حرفِ شرط ہے اور دوسرا جز لَا حرفِ نفی ہے اور لَوْمَا میں پہلا جز لَوْ حرفِ شرط ہے اور دوسرا جز مَا حرفِ نفی ہے

لَوْلَا امتناعیہ: لَوْلَا کبھی دو جملوں پر داخل ہو کر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے جملے کا ممتنع ہونا پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے ہے کہ پہلا جملہ پایا جا رہا ہے اس وجہ سے دوسرا جملہ نہیں پایا جا رہا جیسے: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ (اگر علی نہ

ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) دوسرا جملہ یعنی ہلاکِ عمر ممتنع ہے کیونکہ پہلا جملہ یعنی وجودِ علی پایا جا رہا ہے تو لَوْلَا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ عمر کا ہلاک نہ ہونا علی کے موجود ہونے کے سبب ہے۔

جب لَوْلَا امتناعیہ ہو تو یہ دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے جیسے مذکورہ مثال میں۔

البشیر شرح نحو میر میں امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

لَوْلَا (امتناعیہ) دو جملوں پر داخل ہوتا ہے، نحوی دوسرے جملے کو جوابِ لَوْلَا کہتے ہیں، چونکہ یہ حرفِ شرط نہیں اس لئے پہلے جملے کو شرط نہیں کہتے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے جملہ کا مضمون پہلے جملہ کے مضمون کے پائے جانے کے سبب منفی ہو گیا جیسے: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ اس میں دوسرا جملہ لَهَلَكَ عُمَرُ ہے اس کا مضمون ہلاکِ عمر اور پہلا جملہ لَوْلَا عَلِيٌّ جو اصل میں لَوْلَا عَلِيٌّ مَوْجُوْدٌ تھا اس کا مضمون وجودِ علی، تو لَوْلَا نے اس بات پر دلالت کی کہ ہلاکِ عمر منتفی ہوا بسبب وجودِ علی، یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ ایک حاملہ عورت سے زنا صادر ہوا، بعدِ ثبوتِ شرعی آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، مولائے مشکل کشا سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ نے یاد دلایا کہ اللہ کے رسول سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاملہ عورت کو وضعِ حمل کے بعد سنگسار کیا جائے، چنانچہ آپ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ایسا ہی کیا اور فرمایا: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ علی کی وجہ سے عمر ہلاک نہ ہوا یعنی مولائے مشکل کشا کی یاد دہانی نے دینی ہلاکت سے بچا لیا، اس سے معلوم ہوا کہ خلافِ شرع حکم دینی ہلاکت ہے۔ (البشیر شرح نحو میر، ص ۳۴۲-۳۴۳، مطبوعہ: جیلانی دار الاشاعت یوپی)

حرفِ توقع کا بیان

حرفِ توقع: کسی چیز کے حاصل ہونے کا انتظار توقع کہلاتا ہے جیسے: قَدْ رَكِبَ الْأَمِيْرُ (بے شک امیر ابھی سوار ہو گیا) یہ اس شخص سے کہا جائے جس کو خبر دینے سے پہلے امیر کے سوار ہونے کا انتظار ہو یعنی جس چیز کا تمہیں انتظار تھا وہ بے شک ابھی واقع ہو گئی۔ (البشیر شرح نحو، ص ۳۱۵، مطبوعہ: دار الاشاعت یوپی)

حرفِ توقع قَدْ ہے اور یہ ماضی کو حال کے قریب کرنے کیلئے آتا ہے جیسے: قَدْ رَكِبَ الْأَمِيْرُ (بے شک امیر ابھی سوار ہو گیا) یعنی کچھ دیر پہلے ہی امیر سوار ہوا۔

چونکہ قَدْ ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اسی وجہ سے اسے حرفِ تقریب بھی کہا جاتا ہے۔

نیز چونکہ قَدْ ماضی میں ماضی کو حال کے قریب کرنے کیلئے آتا ہے اسی وجہ سے قَدْ ماضی کو لازم ہوتا ہے تاکہ ماضی کا حال واقع ہونا درست ہو۔

کبھی قَدْ تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ وہ فعل جس پر قَدْ داخل ہو رہا ہے وہ کسی سوال کا جواب واقع ہو جیسے کسی نے سوال کیا: هَلْ قَامَ زَيْدٌ ؟(کیا زید کھڑا ہو گیا؟) تو جواب میں کہا جائے: قَدْ قَامَ زَيْدٌ (بے شک زید کھڑا ہو گیا)

قَدْ مضارع پر داخل ہو تو اس میں تقلیل کے معنی پیدا کرتا ہے جیسے: إِنَّ الْكَذُوبَ قَدْ يَصْدُقُ (بے شک جھوٹا کبھی سچ بول دیتا ہے) جھوٹے کا سچ بولنا قلیل ہے کہ اکثر وہ جھوٹ ہی بولتا ہے۔

إِنَّ الْجَوَادَ قَدْ يَبْخُلُ (بے شک سخی کبھی بخل کرتا ہے) سخی کا بخل کرنا قلیل ہے کہ اکثر وہ سخاوت ہی کرتا ہے۔

کبھی قَدْ فعل مضارع میں تحقیق کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ {الأحزاب: ١٨} (بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں)

قَدْ اور اس کے فعل کے مابین قسم کا فاصلہ کرنا جائز ہوتا ہے جیسے: قَدْ وَاللّٰهِ أَحْسَنْتَ (اللہ کی قسم! بے شک تو ابھی نے بھلائی کی) اس مثال میں قَدْ اور اس کے فعل أَحْسَنْتَ کے مابین وَاللّٰهِ قسم کا فاصلہ ہے۔

کبھی قَدْ کے بعد قرینہ پائے جانے کے وقت فعل کو حذف کیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول:

أَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ أَنَّ رِكَابَنَا   لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَأَنْ قَدِنْ

سفر کرنا قریب ہو گیا علاوہ اس کے کہ ہماری سواریاں ابھی تک ہمارے کجاووں کے ساتھ ہیں گویا کہ وہ ابھی (زائل ہوں گی)

یعنی ہمارے سفر کرنے کا وقت قریب آ چکا ہے مگر یہ کہ ہماری سواریاں ابھی تک ہمارے کجاووں کو لے کر روانہ نہیں ہوئیں اور چونکہ ہمارا عزمِ سفر پختہ ہے لہٰذا عنقریب ہماری سواریاں کجاووں کو لے کر روانہ ہو جائیں گی۔

اس شعر میں قَدْ کے بعد زَالَتْ فعل محذوف ہے یعنی یہ اصل میں ہے: وَكَأَنْ قَدْ زَالَتْ

حروف استفہام کا بیان

حروف استفہام: وہ حروف جن کے ذریعہ کوئی چیز دریافت کی جائے۔ حروفِ استفہام دو ہیں: (۱) هَلْ (۲) ہمزۂ مفتوحہ أَ

حروفِ استفہام ابتدائے کلام میں واقع ہوتے ہیں۔

حروفِ استفہام جملہ پر داخل ہوتے ہیں چاہے جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو لیکن اکثر جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں، کیونکہ فعل کے بارے میں استفہام (سوال پوچھنا) زیادہ لائق و مناسب ہے۔

جملہ اسمیہ پر حرفِ استفہام کے داخل ہونے کی مثال: أَزَيْدٌ قَائِمٌ (کیا زید کھڑا ہے؟) اس مثال میں زَيْدٌ قَائِمٌ جملہ اسمیہ پر حرفِ استفہام ہمزۂ مفتوحہ (أَ) داخل ہو رہا ہے۔

جملہ فعلیہ پر حرفِ استفہام کے داخل ہونے کی مثال: هَلْ قَامَ زَيْدٌ (کیا زید کھڑا ہے؟) اس مثال میں قَامَ زَيْدٌ جملہ فعلیہ پر حرفِ استفہام هَلْ داخل ہو رہا ہے۔

بعض مقامات ایسے ہیں کہ جہاں ہمزۂ استفہام آتا ہے اور وہاں هَلْ استفہامیہ کا لانا جائز نہیں ہوتا، وہ مقامات درج ذیل ہیں:

(۱) ہمزۂ استفہام فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل ہوتا ہے جیسے: أَزَيْداً ضَرَبْتَ؟ اس مثال میں ہمزۂ استفہام أَ ضَرَبْتَ فعل کے ہوتے ہوئے زَيْداً اسم پر داخل ہو رہا ہے جبکہ هَلْ استفہامیہ فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا هَلْ زَيْداً ضَرَبْتَ نہیں کہہ سکتے۔

(۲) ہمزۂ استفہام استفہامِ انکاری کیلئے بھی آتا ہے استفہام انکاری وہ استفہام جس میں مخاطب پر کسی چیز کا انکار کیا جاتا ہے جیسے: أَتَضْرِبُ زَيْداً وَ هُوَ أَخُوْكَ (کیا تم زید کو مارتے ہو حالانکہ وہ تمہارا بھائی ہے!) اس مثال میں مخاطب کا زید کو مارنے پر انکار کیا جا رہا ہے کہ زید تمہارا بھائی ہے اس کو نہیں مارو، هَلْ استفہامیہ استفہامِ انکاری کیلئے نہیں آتا لہٰذا یوں نہیں کہہ سکتے: هَلْ تَضْرِبُ زَيْداً وَ هُوَ أَخُوْكَ۔

(۳)ہمزۂ استفہام أَمْ متصلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے: أَ زَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو جبکہ هَلْ استفہامیہ أَمْ متصلہ کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا لہٰذا هَلْ زَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرٌو نہیں کہہ سکتے۔

(۴)ہمزۂ استفہام حروفِ عاطفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے: أَوَ مَنْ كَانَ ، أَفَمَنْ كَانَ وغیرہ جبکہ هَلْ حروفِ عاطفہ پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا یوں نہیں کہہ: هَلْ وَ مَنْ كَانَ ، هَلْ فَمَنْ كَانَ

حروفِ شرط کا بیان

حروفِ شرط تین ہیں: (۱) إِنْ (۲) لَوْ (۳) أَمَّا

حروفِ شرط ابتدائے کلام میں واقع ہوتے ہیں، تمام حروفِ شرط دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں چاہے دونوں جملے اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا مختلف ہوں کہ ایک اسمیہ اور دوسرا فعلیہ ہو۔

واضح ہو کہ حروفِ شرط کے جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہونے میں عموم درست نہیں کیونکہ حروفِ شرط إِنْ اور لَوْ کا دو جملہ اسمیہ پر داخل ہونا جائز نہیں بلکہ إِنْ اور لَوْ کا دو جملہ فعلیہ پر داخل ہونا ضروری ہے جیسے کہ مصنف علیہ الرحمہ کچھ آگے بیان فرمارہے ہیں کہ: وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ لَفْظاً أَوْ تَقْدِيراً یعنی إِنْ اور لَوْ کیلئے فعل کا ہونا لازم ہے۔

إِنْ: حرفِ شرط إِنْ زمانۂ مستقبل کیلئے آتا ہے اور اگر إِنْ ماضی پر داخل ہو تو ماضی کو بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے: إِنْ زُرْتَنِيْ أَكْرَمْتُكَ (اگر آپ مجھ سے ملوگے تو میں آپ کی تعظیم کروں گا)

لَوْ: لَوْ زمانۂ ماضی کیلئے آتا ہے چاہے یہ فعل ماضی پر داخل ہو یا فعل مضارع پر جیسے: لَوْ تَزُوْرُنِيْ أَكْرَمْتُكَ (اگر آپ مجھ سے ملتے تو میں آپ کی تعظیم کرتا)

حروفِ شرط إِنْ اور لَوْ کیلئے فعل کا ہونا لازم ہے چاہے فعل لفظی طور پر ہو جیسے مذکورہ امثلہ میں فعل لفظی طور پر ہے یا پھر فعل تقدیری طور پر ہو جیسے: إِنْ أَنْتَ زَائِرِيْ فَأَنَا أُكْرِمُكَ (اگر تم مجھ سے ملوگے تو میں تمہاری تعظیم کروں گا) یہ اصل میں یوں ہے: إِنْ كُنْتَ زَائِرِيْ فَأَنَا أُكْرِمُكَ إِنْ حرفِ شرط كُنْتَ فعل ناقص پر داخل ہو رہا ہے، كُنْتَ فعل ناقص کو حذف کیا گیا اور ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا تو یہ إِنْ أَنْتَ زَائِرِيْ فَأَنَا أُكْرِمُكَ ہو گیا۔

إِنْ کا استعمال: حرفِ شرط إِنْ امور مشکوکہ میں ہی استعمال ہوتا ہے لہٰذا یقینی و قطعی امور میں إِنْ کا استعمال نہیں کر سکتے تو یوں نہیں کہہ سکتے: آتِيْكَ إِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تمہارے پاس آؤں گا اگر سورج طلوع ہوگا) کیونکہ سورج کا طلوع ہونا یقینی و قطعی امر ہے یہ امور مشکوکہ میں سے نہیں بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں: آتِيْكَ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تمہارے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہوگا) کیونکہ إِذَا یقینی و قطعی امور میں استعمال ہوتا ہے۔

لَوْ: لَوْ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے جملے کی نفی کا سبب پہلے جملے کی نفی ہے یعنی دوسرا جملہ پہلے جملے کے نہ پائے جانے کے سبب نہیں پایا جارہا جیسے اللہ تعالی کا فرمان: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا {الأنبياء:٢٢} (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور آسمان و زمین تباہ ہو جاتے) اس آیت کریمہ میں لَوْ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دوسرا جملہ (زمین و آسمان کا تباہ نہ ہونا) اس لئے نہیں پایا جارہا کہ پہلا جملہ (اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہونا زمین و آسمان میں) نہیں پایا جارہا، زمین و آسمان اس لئے تباہ نہیں ہو رہے کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالی سے سوا کوئی معبودِ برحق ہے ہی نہیں۔ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ)

جب ابتدائے کلام میں قسم واقع ہو اور وہ قسم شرط پر مقدم ہو تو ضروری ہے کہ وہ فعل جس پر حرفِ شرط داخل ہو رہا ہو وہ ماضی لفظی یا ماضی معنوی ہو جیسے: وَاللّٰهِ إِنْ أَتَيْتَنِيْ لَأَكْرَمْتُكَ (اللہ کی قسم! اگر آپ میرے پاس آئے تو میں ضرور آپ کا اکرام کروں گا) اس مثال میں قسم ابتدائے کلام میں واقع ہے اور قسم شرط پر مقدم بھی ہے لہٰذا أَتَيْتَنِيْ فعل جس پر حرفِ شرط إِنْ داخل ہو رہا ہے وہ أَتَيْتَ فعل لفظی طور پر ماضی ہے۔

وَاللّٰهِ إِنْ لَمْ تَأْتِنِيْ لَأَهْجَرْتُكَ (اللہ کی قسم! اگر آپ میرے پاس نہیں آئے تو میں آپ کو چھوڑ دوں گا) اس مثال میں بھی قسم ابتدائے کلام میں واقع ہے اور قسم شرط پر مقدم بھی ہے لہٰذا لَمْ تَأْتِ فعل کہ جس پر حرفِ شرط إِنْ داخل ہو رہا ہے وہ معنوی طور پر ماضی ہے کیونکہ لَمْ تَأْتِ فعل نفی جحد بلم ہے اور فعل نفی جحد بلم ماضی معنوی ہوتا ہے۔

جب قسم ابتدائے کلام میں واقع ہو اور قسم شرط پر مقدم ہو تو جملۂ ثانیہ ترکیب میں جوابِ قسم واقع ہوگا نہ کہ شرط کیلئے جزاء بنے گا جیسے مذکورہ مثال وَاللّٰهِ إِنْ أَتَيْتَنِيْ لَأَكْرَمْتُكَ میں قسم ابتدائے کلام میں واقع ہے اور قسم شرط پر مقدم ہے لہٰذا دوسرا جملہ (لَأَكْرَمْتُكَ) ترکیب میں جوابِ قسم بنے گا نہ کہ شرط کیلئے جزاء۔

اور چونکہ جملۂ ثانیہ جوابِ قسم بنتا ہے اسی وجہ سے جوابِ قسم میں جن چیزوں کا ہونا ضروری ہے جیسے لامِ تاکید ونونِ تاکید وغیرہ رو جملۂ ثانیہ میں ان چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے جیسے مذکورہ مثال میں جملہ ثانیہ (لَأُكْرِمَنَّكَ) جوابِ قسم میں لامِ تاکید آرہا ہے۔

اگر قسم درمیانِ کلام میں واقع ہو اس طرح کہ شرط یا کوئی اور چیز قسم پر مقدم ہو تو اس وقت دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) قسم کا اعتبار کرتے ہوئے جملۂ ثانیہ کو جوابِ قسم بنایا جائے جیسے: إِنْ أَتَيْتَنِي وَاللهِ لَآتِيَنَّكَ (اللہ کی قسم! اگر تم میرے پاس آئے تو میں ضرور تمہارے پاس آؤں گا) اس مثال میں جملۂ ثانیہ لَآتِيَنَّكَ جوابِ قسم بن رہا ہے اس لئے کہ اس جملے میں وہی چیز (لامِ تاکید ونونِ تاکید) آرہی ہے کہ جس کا جوابِ قسم میں آنا ضروری ہے۔

(۲) شرط کا اعتبار کرتے ہوئے قسم کو لغو قرار دیا جائے اور جملۂ ثانیہ کو شرط کی جزاء بنایا جائے جیسے: إِنْ أَتَيْتَنِي وَاللهِ آتِكَ (اللہ کی قسم! اگر تم میرے پاس آئے تو میں تمہارے پاس آؤں گا) اس مثال میں جملۂ ثانیہ آتِكَ جوابِ قسم نہیں بن رہا کیونکہ اگر یہ جوابِ قسم ہوتا تو اس پر لامِ تاکید ونونِ تاکید کا ہونا ضروری تھا بلکہ یہاں جملۂ ثانیہ شرط کیلئے جزاء بن رہا ہے۔

أَمَّا : جس بات کا ذکر اجمالی طور پر ہوا ہو أَمَّا کے ذریعہ اس اجمال کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جیسے: اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِيٌّ أَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ (لوگ خوش نصیب وبدبخت دونوں طرح کے ہیں بہرحال جو خوش نصیب ہوئے تو وہ جنت میں ہیں اور جو بدبخت ہیں تو وہ دوزخ میں ہیں)

ابتداءً لوگوں کو اجمالی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا ایک وہ کہ جو خوش نصیب ہوئے اور دوسرے وہ کہ جو بدبخت ہیں پھر أَمَّا کے ذریعہ اس اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے بیان کیا کہ خوش نصیب تو وہ ہیں کہ جو جنت میں ہوں گے اور بدبخت وہ ہیں کہ جو جہنم میں ہوں گے۔

أَمَّا کے جواب میں فاء کا آنا ضروری ہے جیسے: أَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ میں فِي الْجَنَّةِ جوابِ أَمَّا پر فاء آرہا ہے

أَمَّا میں یہ بھی ضروری ہے کہ اول ثانی کا سبب ہو جیسے: مذکورہ مثال میں خوش نصیبی دخولِ جنت کا اور بدبختی دخولِ جہنم کا سبب ہے۔

أَمَّا کے فعل کا محذوف ہونا ضروری ہے حالانکہ شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے تاکہ حرفِ شرط فعل پر داخل ہو، اس کے باجود أَمَّا کے فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ فعل کا حذف کرنا اس بات پر دلالت کرے کہ أَمَّا سے مقصود فعل نہیں بلکہ أَمَّا

کے مابعد اسم کا حکم أَمَّا کا مقصود ہے جیسے: أَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ یہ اصل میں یوں ہے: مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ يَكُنْ فعل کو حذف کیا گیا تو مَهْمَا مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ باقی رہ گیا پھر مِنْ شَيْءٍ جار مجرور کو بھی حذف کیا گیا تو مَهْمَا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ باقی رہ گیا پھر مَهْمَا اسم شرط کی جگہ أَمَّا حرف شرط کو لایا گیا تو یہ أَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ ہو گیا پھر چونکہ حرفِ شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو لہٰذا فاء جزائیہ کو جزءِ اول (زَيْدٌ) سے جزءِ ثانی (مُنْطَلِقٌ) کی طرف منتقل کیا تو یہ أَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ ہو گیا اور جزءِ اول (زَيْدٌ) کو أَمَّا حرفِ شرط اور فاء جزائیہ کے درمیان میں اس لئے لائے تاکہ جزءِ اول فعلِ محذوف کا عوض بنے۔

أَمَّا کا مابعد اسم اگر مبتداء بن سکتا ہو یوں کہ أَمَّا کا مابعد ظرف نہ ہو تو اسے مبتداء بنائیں گے جیسے: أَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ اس مثال میں أَمَّا حرف شرط ہے اور زَيْدٌ مبتداء ہے اور فَمُنْطَلِقٌ میں فاء جزائیہ اور مُنْطَلِقٌ خبر ہے، اور اگر أَمَّا کا مابعد مبتداء نہ بن سکتا ہو یوں کہ أَمَّا کا مابعد ظرف ہو تو أَمَّا کے مابعد کا عامل فاء جزائیہ کا مابعد ہو گا جیسے: أَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ اس مثال میں أَمَّا کا بعد يَوْمَ الْجُمُعَةِ ظرف ہے تو لہٰذا فاء جزائیہ کا مابعد مُنْطَلِقٌ اسم فاعل يَوْمَ الْجُمُعَةِ کا عامل بنے کہ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مُنْطَلِقٌ اسمِ فاعل کیلئے مفعول فیہ بنے گا۔

حرف ردع کا بیان

حرف ردع: ردع کا معنی ہے: ڈانٹنا، روکنا، حرفِ ردع متکلم کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور اس بات سے روکنے کیلئے آتا ہے جو وہ کر رہا ہے، حرفِ ردع صرف كَلَّا ہے، كَلَّا کے معنی ہیں: لَيْسَ كَذَالِكَ (ایسا نہیں ہے)

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ أَهَانَنِ كَلَّا {الفجر: ١٦} (اور بہر حال جب (اللہ) بندے کو آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دے تو (بندہ) کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ہر گز نہیں) یعنی ایسا نہ کہو کہ بے شک ایسا نہیں ہے کیونکہ بے شک رب عز و جل انبیاء و صالحین کیلئے بطورِ امتحان کے دنیا کو تنگ فرماتا ہے جبکہ رب عز و جل ان کا اکرام فرماتا ہے اور کفار پر دنیا کو وسیع فرماتا ہے کہ جن کا وہ اکرام نہیں کرتا۔

كَلَّا خبر کے بعد آتا ہے کیونکہ كَلَّا کہ وضع متکلم کو روکنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے واسطے ہوئی ہے اور یہ تبھی ثابت ہو گا کہ جب متکلم کوئی خبر دے گا۔

کبھی کَلَّا امر کے بعد بھی آتاہے اوراس وقت کَلَّا کسی کام جو طلب کرنے والے کو جوابِ منفی دینے کیلئے آتاہے جیسے کسی سے کہا جائے: اِضْرِبْ زَیْداً (زید کو مار) تووہ کہے: کَلَّا ہر گز نہیں یعنی میں یہ کام نہیں کروں گا، بذریعۂ صیغہ امر طلب کرنے والے نے زید کے مارنے جو طلب کیا مخاطب نے بذریعۂ کَلَّا جوابِ منفی دیا کہ میں زید نہیں مارنے والا۔

کبھی کَلَّا حَقًّا کے معنی ہوتاہے جس سے مقصود مابعد جملے کے معنی کو ثابت کرناہوتاہے یعنی جیسے حَقًّا مضمونِ جملہ کی تحقیق کیلئے آتاہے ایسے ہی کَلَّا بھی مضمونِ جملہ کی تحقیق کے لئے آتاہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ {التکاثر: ۳} (ہاں ہاں اب جلد جان جاؤ گے) اس آیت کریمہ میں کَلَّا بمعنی حَقًّا ہے کہ جاننے کے معنی کو ثابت کررہاہے۔

جب کَلَّا حَقًّا کے معنی میں ہوگا تواس وقت کَلَّا اسم ہوگانہ کہ حرف اور کَلَّا بمعنی حَقًّا کَلَّا حرف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اسمِ مبنی ہوگا۔

بعض نے کہاکہ کَلَّا إِنَّ کے معنی میں بھی حرف ہوتاہے کہ جیسے إِنَّ تحقیقِ جملہ کیلئے آتاہے اسی طرح کَلَّا بھی تحقیقِ جملہ کیلئے آتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغٰى {العلق: ٦} (ہاں ہاں بے شک آدمی ضرور سرکشی کرتاہے) اس آیت کریمہ میں کَلَّا إِنَّ کے معنی میں ہے۔

تائے تانیث ساکنہ کا بیان

تائے تانیث ساکنہ ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس کی طرف فعل کی اسناد ہے وہ مؤنث ہے جیسے: ضَرَبَتْ هِنْدٌ اس مثال میں ضَرَبَتْ ماضی کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ آ رہی ہے جوکہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ضَرَبَتْ فعل کی جس کی طرف اسناد ہے (یعنی هند) وہ مؤنث ہے ۔

واضح ہوکہ تائے تانیث متحرکہ علاماتِ اسم میں سے ہے وہ اسم کے ساتھ خاص ہے جبکہ تائے تانیث ساکنہ فعل ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے ۔

وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وُجُوْبِ إِلْحَاقِهَا :اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ فعل ماضی کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ لاحق کرنے کے واجب ہونے کے مقامات آپ جان چکے ہیں یعنی فعل کو کب مؤنث لانا ہے اس کی بحث فاعل کی فصل میں گزر چکی ہے ۔

جب تائے تانیث ساکنہ کے بعد ساکن حرف آ جائے تو تائے تانیث ساکنہ کو حرکتِ کسرہ دینا ضروری ہے جیسے : قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ اس میں تائے تانیث ساکنہ کے بعد حرف حرف صاد ساکن ہے آیا تو تائے تانیث ساکنہ کو کسرہ دے کر صاد کے ساتھ ملایا ۔

حرکتِ کسرہ کو خاص اس لئے کیا کہ جب ساکن حرف کو حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ دی جاتی ہے ۔

اور جب ہم اس طرح تائے تانیث ساکنہ پر کسرہ لائیں گے تو تائے تانیث ساکنہ کے ساکن ہونے کی وجہ سے جو حرف حذف ہوگیا تھا تو اب وہ تائے تانیث ساکنہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے پھر واپس نہیں لوٹے گا جیسے : رَمَتْ یہ اصل میں رَمَيَتْ تھا یاء کو الف سے بدل دیا تو رَمَاتْ ہوگیا الف اور تاء دونوں ساکن جمع ہوگئے تو اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کیا گیا تو یہ رَمَتْ ہوگیا اب اگر تائے تانیث ساکنہ متحرک ہوجاتی ہے تو ہم الف محذوفہ کو واپس نہیں لائیں گے لہٰذا یوں نہیں کہا جائے گا : رَمَاتِ الْمَرْأَةُ بلکہ یوں کہیں گے : رَمَتِ الْمَرْأَةُ کیونکہ تائے تانیث کی حرکت عارضی ہے جوکہ تائے تانیث ساکنہ اور مابعد لام میں اجتماعِ ساکنین ختم کرنے کیلئے واقع ہوئی ہے ۔

اہلِ عرب کے قول : اَلْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا میں رَمَاتَا میں جو تائے تانیث ساکنہ کے متحرک ہونے کے بعد الف محذوفہ کو واپس لائے ہیں تو یہ ضعیف ہے ۔

فعل کے آخر میں علامتِ تثنیہ یا علامتِ جمع مذکر یا علامتِ جمع مؤنث کو لاحق کرنا جبکہ فاعل اسم ظاہر تثنیہ یا جمع مذکر یا جمع مؤنث ہو تو یہ ضعیف ہے ۔

اس ک وضاحت یوں ہے کہ جس طرح فاعل مؤنث ہو تو فعل کے آخار میں تائے تانیث ساکنہ لاحق ہوتی ہے تو لہٰذا ایسے کی اگر فاعل اسم ظاہر تثنیہ ہو تو فعل کے آخر میں علامتِ تثنیہ ہونی چاہیے جیسے : قَامَا الزَّيْدَانِ کہ اس مثال میں الزَّيْدَانِ فاعل اسم ظاہر تثنیہ ہے تو قَامَا فعل کے آخر میں بھی علامتِ تثنیہ ہے الف لاحق ہو رہی ہے ، اسی طرح فاعل اگر اسم ظاہر جمع مذکر ہے تو فعل کے آخر میں علامتِ

جمع مذکر ہونی چاہیے جیسے : قَامُوا الزَّیْدُوْنَ کہ اس مثال میں الزَّیْدُوْنَ فاعل اسم ظاہر جمع مذکر ہے تو قَامُوا فعل کے آخر میں علامتِ جمع مذکر واو لاحق ہو رہی ہے ، اسی طرح فاعل اگر جمع مؤنث ہو تو فعل کے آخر میں علامتِ جمع مؤنث ہونی چاہیے جیسے : قُمْنَ النِّسَاءُ کہ اس مثال میں النِّسَاءُ فاعل اسمِ ظاہر جمع مؤنث ہے تو قُمْنَ فعل کے آخر میں بھی علامتِ جمع مؤنث نون لاحق ہو رہی ہے ۔

یہ تمام امثلہ درست نہیں کیونکہ فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی حالت میں فعل کے آخر میں علامتِ تثنیہ و جمع مذکر وجمع مؤنث کا لاحق ہونا ضعیف ہے ۔

اور اگر بالفرض علامتِ تثنیہ و جمع مذکر و جمع مؤنث کو فعل کے آخر میں فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی حالت میں لاحق کیا بھی جائے تو اس صورت میں یہ ضمیریں نہیں ہوں گی بلکہ فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی علامتیں ہوں گی جیسے تائے تانیث ساکنہ ضمیر نہیں ہوتی بلکہ فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کیلئے علامت ہوتی ہے اسی طرح صیغۂ تثنیہ میں علامتِ تثنیہ لانا فاعل کے اسم ظاہر ہوتے ہوئے یہ فاعل کے تثنیہ ہونے پر دلالت کرنے کیلئے علامت ہوگی اور صیغۂ جمع مذکر و جمع مؤنث میں بھی ہوگا کہ یہ علامات ضمیریں نہیں ہوگی اور یہ علامات ضمیریں اس لئے نہیں ہوں گی تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے جیسے : قَامَا الزَّیْدَانِ میں قَامَا فعل میں موجود الف کو اگر ضمیر مان لیں تو ضمیر الزَّیْدَانِ کی طرف لوٹے گی جس کا ذکر بعد میں ہو رہا ہے تو یہ اضمار قبل الذکر ہوگا لہٰذا الف ضمیر نہیں ہوگی بلکہ علامت قرار دی جائے گی ، اسی طرح قَامُوْا الزَّیْدُوْنَ اور قُمْنَ النِّسَاءُ میں واو اور نون کو ضمیر نہیں بلکہ علامت قرار دیا جائے گا ۔

تنوین کا بیان

تنوین کی تعریف :تنوین نون ساکن ہوتا ہے جو کلمہ کی آخری حرکت کی پیروی کرتا ہے اور یہ نون ساکن فعل کی تاکید کیلئے نہیں ہوتا ۔

تنوین کی اقسام :تنوین کی پانچ قسمیں ہیں : (۱)تنوین تمکن(۲)تنوین تنکیر(۳)تنوین عوض(۴)تنوین مقابلہ (۵)تنوین ترنم

تنوین تمکن :وہ تنوین جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس اسم پر یہ داخل ہے وہ اسم منصرف ہے جیسے : زَیْدٌ، رَجُلٌ (تنوین تمکن منصرف و غیر منصرف میں فرق کرتی ہے)

تنوین تنکیر :وہ تنوین جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس اسم پر یہ داخل ہے وہ اسم نکرہ ہے جیسے : صَہٍ (تم کسی وقت تو چپ رہا کرو) صَہْ سکون کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہوں گے : اب خاموش رہو ۔

فائدہ :صَہٍ بمعنی اُسْکُتْ خاموش رہ) واحد اور اس سے زائد کیلئے (اس پر تنوین بھی آتی ہے اور یہ تنوین نکرہ کیلئے ہوتی ہے ،اگر صَہْ بلا تنوین ہو تو معنی یہ ہوں گے : دَعْ حَدِیْثَكَ هَذَا وَلَا تَخُضْ فِیْهِ اپنی یہ بات چھوڑ اور آگے نہ بڑھ اگر تنوین کے ساتھ صَہٍ ہو تو معنی یہ ہوں گے : دَعْ كُلَّ حَدِیْثٍ وَلَا تَتَكَلَّمْ تم ہر بات چھوڑو اور کلام نہ کرو۔ (القاموس الوحید عربی ۔اردو ، ص۹۴۸ ، مطبوعہ دار الاشاعت)

تنوین عوض :وہ تنوین جو مضاف الیہ کے بدلے ہوتی ہے جیسے : حِیْنَئِذٍ، سَاعَتَئِذٍ، یَوْمَئِذٍ

حِیْنَئِذٍ :اس میں حِیْنَ إِذْ کی طرف مضاف ہے اور إِذْ مابعد جملے کی طرف مضاف ہے اصل میں یوں تھا : حِیْنَ إِذْ کَانَ کَذَا إِذْ کے مابعد جملے کو تخفیفاً حذف کیا گیا تو مضاف الیہ محذوف کے عوض إِذْ پر تنوین آ رہی ہے

اسی طرح سَاعَتَئِذٍ اور یَوْمَئِذٍ میں بھی سَاعَةَ اور یَوْمَ إِذْ کی طرف مضاف ہے اور إِذْ مابعد جملے کی طرف مضاف ہے یہ اصل میں یوں تھے : سَاعَةَ إِذْ کَانَ کَذَا، یَوْمَ إِذْ کَانَ کَذَا إِذْ کے مابعد جملے کو حذف کیا گیا تو مضاف الیہ محذوف کے عوض إِذْ پر تنوین آ رہی ہے ۔

تنوین مقابلہ :وہ تنوین جو جمع مؤنث سالم میں ہوتی ہے جیسے : مُسْلِمَاتٌ

تنوین کی مذکورہ چار قسمیں اسم کے ساتھ خاص ہیں جبکہ تنوین ترنم اسم ، فعل حرف تینوں پر آتی ہے ۔

تنوین ترنم :وہ تنوین جو شعروں اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہوتی ہے جیسے شاعر کا قول :

أَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلُ وَالْعِتَابَنْ　　　وَقُوْلِيْ إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنْ

اے ملامت کرنے والی ! ملامت اور عتاب ذرا کم کر اور اگر میں کوئی صحیح کام کروں تو یہ بھی بولا کر کہ اس نے درست کیا ۔ اس شعر میں عِتَابٌ اسم پر اور أَصَابَ فعل پر تنوین ترنم آ رہی ہے ۔

نیز شاعر کا قول : یَاأَبَتَا عَلَّكَ أَوْ عَسَاكَنْ اے میرے والد ! شاید کہ آپ رزق کو پائیں یا عنقریب آپ رزق کو پائیں گے ۔ اس مصرعے میں عَسَاكَ کے آخر میں تنوین ترنم آ رہی ہے ۔

مانع تنوین: جو عَلَم ایسے اِبْنٌ یا اِبْنَةٌ سے موصوف ہو جو ایک اور عَلَم کی طرف مضاف ہو تو اس عَلَم سے تنوین کو حذف کیا جاتا ہے جیسے : جَاءَنِيْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو ، هِنْدُ بِنْتِ بَكْرٍ

پہلی مثال میں زید عَلَم موصوف ہے اور اس کی صفت مابعد اِبْنُ بن رہا ہے جوکہ ایک اور عَلَم عمرو کی طرف مضاف ہے لہٰذا زید عَلَم پر تنوین نہیں آ رہی ۔ اسی طرح دوسری مثال میں هِنْد عَلَم موصوف ہے اور اس کی صفت مابعد اِبْنَةٌ بن رہا ہے جو کہ ایک اور عَلَم بکر کی طرف مضاف ہے ۔

تنوین تنکیر معرفہ و نکرہ میں فرق کرتی ہے ۔

نونِ تاکید کا بیان

نون تاکید : وہ نون جو امر اور مضارع کی تاکید کیلئے وضع کیا گیا ہو جبکہ مضارع میں طلب ہو کیونکہ نونِ تاکید کے ذریعہ مطلوبہ چیز کی تاکید لائی جاتی ہے اور نونِ تاکید قَدْ کے مقابلے میں ہوتا ہے کہ جیسے قَدْ ماضی کی تاکید کیلئے وضع کیا ہے اسی طرح نونِ تاکید مضارع کی تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ مضارع میں کسی چیز کی طلب ہو ۔

نونِ تاکید کی اقسام: نونِ تاکید کی دو قسمیں ہیں : (۱) نونِ خفیفہ (۲) نونِ ثقیلہ

نونِ تاکید خفیفہ: وہ نون تاکید جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے : اِضْرِبَنْ

نون تاکید خفیفہ :وہ نون تاکید جو ہمیشہ مشددہ ہوتا ہے اور اگر اس نون سے پہلے الف نہ ہو تو یہ نون مفتوح ہوتا ہے جیسے : اِضْرِبَنَّ اور اگر اس نون سے پہلے الف ہو تو یہ نون مسکور ہوتا ہے جیسے : اِضْرِبَانِّ ، اِضْرِبْنَانِّ

نونِ تاکید درج ذیل افعال پر جوازی طور پر داخل ہوتا ہے کیونکہ ان تمام میں کسی چیز کی طلب ہوتی ہے :(۱)امر میں جیسے : اِضْرِبَنَّ(۲)نہی میں جیسے : لَا تَضْرِبَنَّ (۳)استفہام میں جیسے : هَلْ تَضْرِبَنَّ (۴) تمنی میں جیسے : لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ (۵) عرض میں جیسے : أَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْراً

نونِ تاکید جوابِ قسم میں وجوبی طور پر داخل ہوتا ہے کیونکہ جوابِ قسم والا جملہ متکلم کی مطلوب ہوتا ہے اس طرح کہ متکلم اسی بات پر قسم کھاتا ہے جو اس کی مطلوب ہوتی ہے لٰہذا نحویوں نے ارادہ کیا کہ جیسے قسم کی ابتداء تاکید سے خالی نہیں اسی طرح قسم کا آخر بھی تاکید سے خالی ہو جیسے : وَاللهِ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا اس مثال میں لَأَفْعَلَنَّ كَذَا جوابِ قسم میں نونِ تاکید داخل ہو رہا ہے کیونکہ یہی جملہ متکلم کی طلب واقع ہو رہا ہے اور جب مضارع میں طلب ہو تو اس پر نونِ تاکید داخل ہوتا ہے نیز جیسے قسم کی ابتداء میں وَاللهِ سے تاکید حاصل ہو رہی ہے اسی طرح قسم کے آخر میں بھی نونِ تاکید سے تاکید حاصل ہو رہی ہے

صیغہ جمع مذکر حاضر و غائب میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف مضموم ہوتا ہے تاکہ ماقبل حرف کی ضمہ واو محذوفہ پر دلالت کرے جیسے : اِضْرِبُنَّ

یہ اصل میں اِضْرِبُوْنَنَ تھا اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے واو گرگیا تو اِضْرِبُنَنَ (اِضْرِبُنَّ) ہوگیا اور نونِ تاکید ماقبل حرف باء مضموم ہے کیونکہ اس کی ضمہ واو محذوفہ پر دلالت کر ہی ہے ۔

صیغہ واحد مؤنث حاضر میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف مکسور ہوتا ہے تاکہ ماقبل حرف کی کسرہ یائے محذوفہ پر دلالت کرے جیسے : اِضْرِبِنَّ

یہ اصل میں اِضْرِبِيْنَنَ تھا اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء گرگیا تو اِضْرِبِنَنَ (اِضْرِبِنَّ)ہوگیا اور نونِ تاکید کا ماقبل حرف باء مکسور ہے کیونکہ اس کی کسرہ یائے محذوفہ پر دلالت کر رہی ہے ۔

صیغہ جمع مذکر غائب و حاضر اور صیغہ واحد مؤنث حاضر کے علاوہ میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف مفتوح ہوتا ہے ۔

صیغہ واحد مذکر و مؤنث غائب اور صیغہ واحد مذکر حاضر میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف مفتوح اس لئے ہوتا ہے کہ اگر مضموم ہوتا تو صیغہ جمع مذکر کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور اگر مکسور ہوتا تو صیغہ واحد مؤنث حاضر کے ساتھ التباس لازم آتا ہے لہٰذا التباس سے بچنے کیلئے ان صیغوں میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف مفتوح ہوتا ہے ۔

صیغہ تثنیہ مذکر غائب و حاضر اور صیغہ تثنیہ مؤنث غائب و حاضر اور صیغہ جمع مؤنث غائب و حاضر میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف مفتوح اس لئے ہوتا ہے ان صیغوں میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف الف ہوتا ہے اور الف فتح کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا الف کی مطابقت کی وجہ سے ان صیغوں میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف مفتوح ہوتا ہے جیسے : اِضْرِبَانِّ ، اِضْرِبْنَانِّ

اِضْرِبَانِّ صیغہ تثنیہ مذکر میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف باء مفتوح ہے کیونکہ نونِ تاکید سے پہلے الف ہے اور الف فتح کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا الف کی مطابقت میں نونِ تاکید کا ماقبل حرف باء مفتوح ہے ۔

اسی طرح اِضْرِبْنَانِّ صیغہ جمع مؤنث حاضر میں بھی نونِ تاکید کا ماقبل حرف باء مفتوح ہے کیونکہ نونِ تاکید سے پہلے الف ہے ۔

صیغہ جمع مؤنث غائب و حاضر میں نونِ تاکید سے پہلے الف کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ تین نون جمع نہ ہو (نونِ ضمیری اور دو تاکید کے نون) کیونکہ تین نینوں کا جمع ہونا ثقل کو لازم کرتا ہے جوکہ ناپسندیدہ ہے لہٰذا الف کا اضافہ کیا گیا ۔

نونِ خفیفہ تثنیہ کے صیغوں اور جمع مؤنث غائب و حاضر میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ اگر ان صیغوں میں نونِ تاکید کو داخل کریں تو اجتماعِ ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا جوکہ جائز نہیں جیسے : اِضْرِبَانْ الف اور نون دونوں ساکن ہیں اور اگر نون تاکید خفیفہ کو حرکت دیتے ہیں تو یہ خفیفہ باقی نہ رہے گا جوکہ اس کی اصل ہے اور حرکت دینے کی صورت میں یہ نون اپنی اصل پر نہ رہے گا ۔